175

جملہ حقوق محفوظ ہیں

منہاج القواعد

مصنفہ

مولوی فتح محمّد خاں صاحب جالندھری

جو پنجاب یونیورسٹی سے ہائی سکولوں کے
نصاب تعلیم میں داخل ہے

Masood Jhandir Research Library
LIBRARY
No.
Date
Sardar Pur Jhandir (Mailsi)

میسرز عطر چند کپور اینڈ سنز تاجرانِ کتب
انارکلی لاہور نے
کپور آرٹ پرنٹنگ ورکس لاہور میں
باہتمام لالہ گوراندتا مل مینجر چھپوایا

سنہ ۱۹۲۳ء

قیمت فی جلد ۱۲/-

فہرستِ مضامین

۴۸۶
GOVERNMENT HIGH SCHOOL
LIBRARY
NO.........
DATE........
MULTAN

دیباچہ

تمام ہندوستان میں قواعد صرف و نحو اردو پر جتنی کتابیں تالیف ہوئی ہیں - سب میں "مصباح القواعد" مؤلفۂ راقم خاکسار بہت مفید اور بہترین کتاب تسلیم کی گئی ہے۔ انجمن ترقی اردو کے جوہر شناس ارکان جن کے وجود پر فضل و کمال اور زبان اردو کو ناز ہے - انھوں نے تو اس کتاب کو یہاں تک پسند فرمایا کہ اس کو انجمن کی کتابوں میں داخل کر لیا - شمس العلما جناب مولانا شبلی نعمانی جو انجمن مذکور کے سکرٹری تھے روئداد سالانہ انجمن میں انجمن کی کتابوں کا تذکرہ کرتے ہوئے "مصباح القواعد" کا ان الفاظ میں ذکر فرماتے ہیں :-

"انجمن کا ایک مقصد یہ بھی ہے - کہ اردو زبان کے قواعد پر ایک مکمل اور بسیط کتاب تیار کرائے - چنانچہ جلسۂ انتظامی منعقدہ ۲۹- اگست ۱۹۰۳ء میں یہ طے ہو چکا تھا - کہ اس غرض کے لئے شمس العلما مولوی نذیر احمد صاحب ایل - ایل - ڈی اور مولوی علی حیدر صاحب طباطبائی پروفیسر نظام کالج سے درخواست کی جائے - اسی اثنا میں مولوی فتح محمد خاں صاحب (جالندھری) کی ایک کتاب اسی مضمون پر انجمن

میں آئی - یہ کتاب تمام اور کتابوں کی نسبت نہایت مفصّل
اور مبسوط لکھی گئی ہے - اور مولوی صاحب موصوف نے
اس کی ترتیب و تالیف میں ایک مدت صرف کی ہے -
انجمن نے ارادہ کیا کہ اسی کتاب کو اضافہ اور ترمیم
اور اصلاح کر کے اپنے مطلب کے موافق درست کر لیا
جائے - چنانچہ مولوی علی حیدر صاحب موصوف - مولوی عبد الحلیم
صاحب شرر - مولوی عبدالغنی صاحب بہاری عمدہ دارِ نظام
اور خود سکرٹری نے نوبت بنوبت اس کتاب کو غور اور تعمق
کی نظر سے دیکھا اور اکثر جگہ ترمیم اور اصلاح کی ٭

جناب مولوی علی حیدر صاحب موصوف اُس پر ریویو
کرتے ہوئے فرماتے ہیں - کہ " جتنی کتابیں صرف نحو اردو کی مدراس
و پنجاب و اودھ وغیرہ میں تالیف ہوئیں - ان سب سے یہ
کتاب اچھی ہے - مؤلف کا بیان بہت سلجھا ہوا ہے - مسائل
کا استقرا خوب کیا ہے - محاورے میں ڈوب کر لکھا ہے ٭

جناب مولوی عبد الغنی صاحب موصوف اپنی رائے
یوں ظاہر فرماتے ہیں - کہ " میں نے کتاب مصباح القواعد کو بائے
بسم اللہ سے تائے تمت تک دل لگا کر دیکھا - نہایت ناشکری
ہوگی - اگر میں لائق و قابل مصنّف کی تلاش و جستجو اور وسعت
فکر و نظر کی داد نہ دوں - ہر زبان کی توسیع و ترقی کے
لئے دو چیزیں ضروریات اولیہ میں سے ہیں - ایک اُس کے
لغات کا عمدہ طور پر جمع کرنا - اور دوسرے کامل استقرا کے
ساتھ اس کی صرف و نحو کا منضبط کرنا - پہلی ضرورت تو
دولت آصفیہ کی بدولت ایک حد تک پوری ہو گئی ہے -

اور دوسری ضرورت کے پورا کرنے میں اس کتاب کے مصنف نے ہمت مردانہ سے کام لیا۔ اور ہوا خواہان اردو کے سامنے اس امر کا حسی ثبوت پیش کر دیا ہے۔ کہ اس کی تکمیل بھی کچھ دور نہیں ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ ماہر زبان مصنف کو اپنے ارادے میں بہت کچھ کامیابی ہوئی ہے اور انھوں نے بہت کچھ تالیف و تصنیف کا حق ادا کیا ہے۔ لیکن چونکہ یہ کتاب زبانِ اردو کی بنیاد قرار دی جائے گی۔ اس لئے انجمن ترقی اردو کا فرض ہے۔ کہ اس پر نہایت غائر نظر ڈالے۔ اور اُس کی کسی فرد گزاشت نقص یا تسامح سے گو وہ خفیف ہی کیوں نہ ہو۔ چشم پوشی نہ کرے کیونکہ **شعر**

خشت اول گر نہد معمار کج　　تا ثریا مے رود دیوار کج

اِس کتاب کے ختم کرنے کے بعد جو اثر میرے دل پر ہوا وہ یہ تھا۔ کہ واقعی مصنف نے بڑا کام کیا اور بڑی محنت و جانفشانی و دیدہ ریزی کے ساتھ ایک بڑے نقص کو پورا کیا ہے۔ یہ کتاب پورب۔ پنجاب۔ دکن اور مدراس یعنی ٹکسال باہر والے لوگوں کے لئے نہایت مفید ثابت ہو گی۔ اور اگر اُن تبدیلیوں کے بعد جن کی طرف مولوی علی حیدر صاحب طباطبائی جو لکھنؤ کے مستند اہل علم و اہل زبان ہیں۔ اور شمس العلما مولانا محمد شبلی صاحب نے توجہ دلائی ہے۔ اور جن پر یہ ہیچمداں توجہ دلانا چاہتا ہے۔ یہ کتاب شائع ہو گی۔ تو زبانِ اردو کی تالیف و تصنیف اور ترجمے میں بہت جلد روز افزوں ترقی ہو گی۔ اور ہندوستان کے وہ تمام تعلیم یافتہ جو اپنی زبان کے غیر مستند ہونے کے باعث اردو زبان میں

تصنیف و تالیف کرتے ڈرتے ہیں۔ جان و دل سے شکر گزار و ممنون ہونگے ؎

رائے بہادر لالہ پیارے لال صاحب دہلوی پنشنر انسپکٹر مدارس پنجاب تحریر فرماتے ہیں۔ کہ "جناب کی کتاب مصباح القواعد کی ایک نقل بذریعہ خط مورخہ ۲۶۔ ستمبر وصول ہوئی۔ میں جناب کی اِس عنایت کا دل سے شاکر ہوں ؎

میں بلا تامّل کہ سکتا ہوں کہ اس کتاب کی تصنیف سے آپ نے زبانِ اُردو پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ اردو کی ایسی جامع اور دلچسپ قواعد اب تک میری نظر سے نہیں گزری۔ اِس کتاب کی تالیف میں جو لیاقت اور محنت صرف ہوئی ہے۔ اُس کی داد وہی شخص خوب دے سکتا ہے۔ جو ایسی کتاب تصنیف کر کے رکھ دے۔ کالجوں کے طلبا کے واسطے اور ان طالب علموں کے لئے جو انٹرنس کے امتحان کی تیاری کر رہے ہیں۔ آپ کی کتاب نہایت مفید ثابت ہو گی ؎

جناب شیخ محمد اقبال صاحب ایم۔ اے۔ ایل ایل۔ ڈی نے اس پر جن خیالات کا اظہار فرمایا۔ ان کا اقتباس یہ ہے :-

میں نے مولوی فتح محمد خاں صاحب کی کتاب مصباح القواعد اوّل سے آخر تک پڑھی۔ مصنّف نے مجھ سے فرمائش کی ہے کہ میں اس اثر کو معرض تحریر میں لاؤں جو اُن کی تصنیف

۱؎۔ افسوس ہے کہ منہاج القواعد میں مختصر ہو جانے اور محض ضروری قواعد کے لکھے جانے کے سبب وہ دلچسپی اور لطف پیدا نہ ہو سکا۔ جو مصباح القواعد میں ہے ؎

نے میرے دل پر کیا ہے۔ اس لئے میں بڑی خوشی سے لکھتا ہوں۔ کہ مولوی فتح محمد خاں صاحب نے اُس ضرورت کو جو مدت مدید سے محسوس ہو رہی تھی پورا کر دیا ہے۔ اور اردو دان پبلک پر احسان کیا ہے۔ مصنّف کے استدلالات کی صحت کی نسبت رائے زنی تو اُن لوگوں کا کام ہے۔ جو اعلےٰ درجے کے اہل زبان ہیں۔ مگر میں نہایت وثوق سے کہ سکتا ہوں کہ یہ اپنی قسم کی پہلی کتاب ہے۔ یہ صرف اُنھیں لوگوں کے لئے مفید نہیں جو اپنی زبان کو غور و توجّہ سے مطالعہ کرنا چاہتے ہیں۔ بلکہ آئندہ اس میدان میں کام کرنے والوں کے لئے بھی ایک بنیاد کا کام دیگی۔ قواعد کے پڑھنے کی تکان اُن پاکیزہ اشعار سے بہت کچھ دور ہو جاتی ہے۔ جو مثالوں میں لکھے گئے ہیں ؛

بناءً علےٰ ہٰذا میں بڑے زور سے ان لوگوں کے لیے سفارش کرتا ہوں جو اردو زبان کو صحیح طور پر بولنا چاہتے ہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ ٹیکسٹ بک کمیٹی اس عمدہ کتاب کی خوبیوں کی داد دیگی اور اس کو داخل درس کر دیگی"؛

جناب مولوی سید کرامت حسین صاحب سابق جج ہائی کورٹ الہ آباد و فیلو الہ آباد یونیورسٹی

حافظ عبدالرحمٰن صاحب امرتسری کے نام کے خط میں اپنے خیالات یوں ظاہر فرماتے ہیں ؛

"جناب خان صاحب مولوی فتح محمد خاں جالندھری کا میں تہ دل سے شکر گزار ہوں۔ کہ جناب موصوف نے مصباح القواعد کا ایک نسخہ مجھ کو عنایت فرمایا۔ کتاب کے دیکھنے سے ظاہر

ہے کہ وہ کتاب اپنی قسم کی کم سے کم یکے از بہترین ہے اردو کو ایسی کتاب کی بڑی ضرورت تھی - اور جناب مصنّف نے اردو پر یہ بڑا احسان فرمایا - اس کا ہر صفحہ اس بات کی پوری شہادت دیتا ہے کہ کتاب کے مستند اور سودمند کرنے میں جناب مصنّف نے بقدر امکان کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا - امید ہے کہ یہ کتاب بہت مفید ثابت ہوگی +

جناب لالہ شیو لال صاحب سابق انسپکٹر مدارس حلقہ ملتان تو اس کتاب پر ایسے فریفتہ ہوئے - کہ باوجودیکہ ان میں اور مصنّف میں مطلق شناسائی نہ تھی - اُنھوں نے جناب ڈائرکٹر صاحب سررشتہ تعلیم پنجاب کی خدمت میں براہ راست اُس کی ہر طرح کی قدر افزائی کے بارے میں نہایت پر زور سفارش - چنانچہ اُن کی انگریزی چھٹی کا (جس کی نقل بنا بر اطلاع اُنھوں نے میرے پاس ارسال فرمائی) ذیل میں ترجمہ لکھا جاتا ہے +

"جناب عالی! میں نہایت ادب سے حضور کی خدمت میں اردو قواعد کی ایک نئی کتاب مسمّے بہ "مصباح القواعد" کا تذکرہ کرتا ہوں - جس کو خاں صاحب مولوی فتح محمد خاں جالندھری نے تصنیف کیا ہے - اور جو رفاہِ عام پریس لاہور میں طبع ہوئی ہے +

(۲) میں نے اس کتاب کو ماہِ حال کی تیسری تاریخ سے پندرھویں تک نہایت غور کے ساتھ مطالعہ کیا ہے - میرے خیال میں یہ اپنی قسم کی تمام کتابوں سے بہتر ہے - اور آج تک ایسی کوئی کتاب میری نظر سے نہیں گزری - اگر

تعلیم کی نئی سکیم میں اردو گرامر کا مضمون ہائی ڈیپارٹمنٹ کے لئے داخل کیا جانا ضرور ہو جیسا کہ میری رائے ناقص میں ضرور داخل کیا جانا چاہئے۔ تو میں بلا خوف تردید بہ گزارش کرنے کی جرأت کرنے سے نہیں رہ سکتا کہ چوتھی اور پانچویں ہائی کلاسوں کے لئے اس سے بہتر کوئی کتاب نہیں ہوگی۔ مڈل کی جماعتوں کے لئے تو یہ صریحاً ایک نہایت عمدہ کتاب ہے ؎

(۳) قواعد منضبطہ کی مثالیں عموماً مستند اخلاقی یا اور مفید اشعار میں دی گئی ہیں۔ جن کے از بر کرنے سے طالب علموں کی اردو زبان دانی کی لیاقت یقیناً بڑھ سکتی اور جواب مضمون کے لکھنے میں اُن کو مدد مل سکتی ہے ؎

(۴) میں بڑے زور سے سفارش کرتا ہوں۔ کہ اس کتاب کی ایک ایک کاپی پنجاب کے تمام افسران معاینہ کنندہ اور ٹریننگ انسٹیٹیوشنوں اور سکنڈری سکولوں کی لائبریریوں کے لئے مہیا کی جائے۔ اور مصنّف کو جس سے میں بالکل واقف نہیں ہوں۔ اس کی سخت محنت و جاں فشانی کے صلے میں گورمنٹ سے انعام عطا فرمایا جائے ؎

(۵) صرف دس غلطی ہائے کتابت مجھے اس کتاب میں معلوم ہوئیں۔ جو حاشیے پر لکھ دی گئی ہیں" ؎

ان کے علاوہ کثرت سے اور اہل نظر نے اُس پر نہایت عمدہ رائیں ظاہر فرمائیں۔ پنجاب یونیورسٹی نے اُس کو یہ عزت بخشی کہ اردو کے امتحانات پروفیشنسی

اور ہائی پروفیشنسی میں اور لڑکیوں کے لئے نصاب فرسٹ آرٹس میں داخل کر دیا - مگر حقیقت میں جو مقصود اِس کتاب کے لکھنے سے تھا - یعنی عام طالب علموں کی نفع رسانی وہ اُسی صورت میں حاصل ہو سکتا تھا - جب وہ سکنڈری سکولوں کے کورس میں داخل کی جاتی - لیکن اُس کی طوالت اور کلانی ضخامت کا عذر اس کی اجازت نہیں دیتا تھا - تب میں نے ضرور سمجھا - کہ اس کو مختصر کر دوں - مگر ایسے طور پر کہ طلاب اس سے وہی فائدہ حاصل کر سکیں - جو اس کی تالیف سے اُن کو پہنچانا مدنظر تھا - چنانچہ یہ رسالہ اس کا اختصار و انتخاب ہے ؛ اور اس کا نام منہاج القواعد رکھا گیا ہے ؛

میں نہایت خوشی سے پنجاب یونیورسٹی کی اس قدر شناسی کا بھی اعتراف کرتا ہوں - کہ اُس نے زبان اردو کی ضرورتوں پر نظر کر کے اس کتاب کو بھی ہائی سکولوں کے نصاب تعلیم میں داخل کر دیا ہے - اور یہ امر نہ صرف میرے لئے باعثِ مسرت و سپاس گزاری ہے - بلکہ طالب علموں کے لئے بھی جو اس کتاب سے صحیح اردو سیکھینگے - اور ایک حد تک ادبی فائدہ حاصل کرینگے - موجب امتنان ہوگا ؛

اپریل ۱۹۱۳ء

فتح محمد خاں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لفظ اور حرف

انسان کی زبان سے جو مختلف آوازیں نکلتی ہیں۔ اُن کو لفظ کہتے ہیں۔ اور زبان و دہان کے اختلاف جنبش سے آوازوں میں جو فرق پیدا ہوتے ہیں۔ اُن کا نام حرف ہے۔ انھیں حرفوں کو جو منہ اور زبان اور گلے میں ذرا ذرا فرق سے نئے نئے پیدا ہو جاتے ہیں۔ حروف تہجّی یا حروف ہجا کہتے ہیں ؛

اردو میں حروف تہجّی اکاون ہیں۔ ا ب بھ پ پھ ت تھ ٹ ٹھ ث ج جھ چ چھ ح خ د دھ ڈ ڈھ ذ ر رھ ڑ ڑھ ز ژ س ش ص ض ط ظ ع غ ف ق ک کھ گ گھ ل لھ م مھ ن نھ و ہ ء ی[ا] ؛

[ا] ان حرفوں میں سے جہاں تک ہم کو معلوم ہے حروف بھ پھ تھ ٹھ جھ چھ دھ ڈھ رھ ڑھ کھ گھ لھ مھ نھ جو بالترتیب اس طرح کے لفظوں میں بولے جاتے ہیں۔ جیسے بھائی۔ پھربرا۔ تھان۔ ٹھٹھا۔ جھومر۔ چھاچھ۔ دھاوا۔ ڈھال۔ سرھانا۔ پڑھنا۔ لکھنا۔ گھر۔ چولھا۔ تمھارا۔ ننھّا۔ اردو میں ابھی تک ان کے نام معیّن نہیں ہوئے۔ ہمارے نزدیک ان کے یہ نام ہونے چاہئیں۔ بھے پھے تھے ٹھے جھا چھے دھا ڈھا رھے ڑھے کھے گھے لھا مھا نھا۔ ان حروف کو آیندہ ہم کتاب میں ایسے حروف سے تعبیر کرینگے۔ جن میں ہ کی آواز ملی ہوئی ہے ؛

بعض حرف ایسے ہیں کہ ایک زبان میں آتے ہیں۔ دوسری میں نہیں آتے۔ تو جس زبان میں وہ آتے ہیں خاص اُس زبان کے حرف کہلاتے ہیں۔ جیسے ث ح ذ ص ض ط ظ ع ق۔ یہ نو حرف خاص عربی زبان کے ہیں۔ اس لیے کہ فارسی میں نہیں آتے۔ اور حروف پ چ ژ گ خاص فارسی کے حرف ہیں۔ اس لئے کہ عربی میں نہیں بولے جاتے۔ مگر ہندوستانی زبان کے مقابلے میں خاص عربی کے حرفوں میں سے ق اور خاص فارسی کے حرفوں میں سے پ چ ژ گ ان چار حرفوں کی کچھ خصوصیت نہیں۔ اس لئے کہ یہ حرف جیسے عربی اور فارسی میں بولے جاتے ہیں۔ ویسے ہی ہندوستانی زبان میں بولے جاتے ہیں۔ مثلاً تڑاق پڑاق۔ چلنا۔ گلنا ✲ ژ البتہ فارسی سے مخصوص ہے۔ ٹ ڈ ڑ۔ اور وہ تمام حرف جن میں ہ کی آواز ملی ہوتی ہے۔ خاص ہندوستانی زبان کے حرف ہیں اس لئے کہ یہ حرف نہ عربی میں آتے ہیں نہ فارسی میں۔ صرف ہندوستانی زبان میں بولے جاتے ہیں ✲

یاد رکھنا چاہئے۔ کہ یہاں پر جو حروف زبان عربی یا فارسی یا ہندوستانی سے مخصوص بیان کئے گئے ہیں۔ وہ اُنھیں زبانوں کے لحاظ سے مختص ہیں۔ ورنہ یہ حرف اَور زبانوں میں بھی آتے ہیں۔ مثلاً چ اَور ق ترکی زبان میں بھی آتے ہیں۔ اور ٹ اور ڈ انگریزی میں بھی ✲

حروف شمسی اور قمری۔ عربی میں حروف تہجی دو طرح کے ہیں۔ ایک وہ کہ جس لفظ کے سرے پر ان میں سے کوئی حرف ہوتا ہے۔ اور اس پر عربی کا ال آتا ہے۔ تو

لام پڑھنے میں نہیں آتا - اور وہ حرف مشدّد ہو جاتا ہے
ایسے حرفوں کو حروف شمسی کہتے ہیں اور وہ چودہ ہیں -
ت ث د ذ ر ز س ش ص ض ط ظ ل ن جیسے التّائب -
الثّاقب - الدّلیل - الذّاکر - الرّحیم - الزّجاج - السّلام - الشّمال -
الصّباح - الضّیا - الطّاہر - الظّل - اللّیل - النّوم - ان حروف
کا نام شمسی اس لئے رکھا گیا ہے - کہ الشّمس کے پڑھنے
میں لام نہیں پڑھا جاتا - دوسرے وہ کہ جن پر ال آتا ہے
تو ل پڑھا جاتا ہے - ایسے حروف کو حروف قمری کہتے ہیں -
اور وہ یہ ہیں - ا ب ج ح خ ع غ ف ق ک م و ہ ی جیسے
الاسد - البحر - الجمیل - الحکیم - الخطیب - العالم - الغریق - الفاتح
القادر - الکریم - الملک - الواحد - الہادی - الیمین - ان حرفوں
کو حروف قمری اس لئے کہتے ہیں کہ القمر کے پڑھنے میں لام
تلفظ میں آتا ہے +

تنبیہ - بہت سے لوگ عبدالرّحمٰن اور عبدالرّحیم اور
عبدالسّلام کو عبدُل رحمٰن اور عبدُل رحیم اور عبدُل سلام
کہتے ہیں - اسی طرح بعض عبدالجبار اور عبدالجلیل میں
لام نہیں پڑھتے اور جیم کو مشدّد کرکے بولتے ہیں - دونوں
مگروہ غلطی کرتے ہیں کہ حروف شمسی کو بطریق قمری استعمال
کرتے ہیں - اور حروف قمری کو بطور شمسی +

حروف علت - یہ تین حرف ہیں و آ ی - علت بیماری
کو کہتے ہیں - اہل عرب کے ہاں دُکھ - درد کی حالت میں وائی
منہ سے نکلتا ہے - اس لئے اُنھوں نے ان حرفوں کا نام
حروف علت رکھا ہے +

حرف صحیح جو علّت کا حرف نہ ہو ٭

بہت سے حرف ایسے ہیں - جن کی صورت ایک دوسرے سے نہایت مشابہ ہے - اور ان میں فرق صرف نقطوں سے ہوتا ہے - ایسے حروف کو بعض اہل قواعد حروف متشابہ کہتے ہیں - چونکہ لکھنے والے نقطے دینے میں اکثر بے پروائی کیا کرتے ہیں اور کبھی سہو - اس لئے بوقت ضرورت امتیاز الفاظ کے لئے نقطوں کا شمار اور ان کا موقع بھی ظاہر کرنا پڑتا ہے - اور یہ بھی بتانا پڑتا ہے کہ حرف نقطہ دار ہے - یا بے نقطہ - حرفوں اور لفظوں کے متعلّق یہ اصطلاحیں ہیں :-

معجم یا منقوط - نقطہ دار حرف - مگر معجم یا منقوط کی قید اُس حرف کے ساتھ لگاتے ہیں - جس کی صورت کا کوئی بے نقطہ حرف بھی ہو - تاکہ التباس رفع ہو جائے - جیسے ض معجم - چونکہ ص اور ض میں مشابہت ہے - اِس لئے یہ قید لگائی گئی ٭

مہمل یا غیر منقوط - بے نقطہ حرف جس کی صورت کا کوئی نقطہ دار حرف بھی ہو - جیسے ط مہمل - یہ ظ سے مشابہ ہے - اس لئے مہمل کی قید لگائی گئی ٭

ب - بائے موحدہ (ایک نقطے والی ب) ٭

پ - بائے فارسی ٭

ت - تائے قرشت - یعنی وہ ت جو لفظ قرشت میں آتی ہے - اور چونکہ اس میں دو نقطے ہیں اور اوپر ہیں - اس لئے اس کو تائے مثناۃ فوقانیہ بھی کہتے ہیں ٭

ٹ - تائے ہندی (یا ہندی کی ت) ٭

ث - ثائے مثلّثہ - کیونکہ اس

پر تین نقطے ہیں ٭
ج - جیم عربی یا تازی ٭
چ - جیم فارسی ٭
ح - حائے حطی یعنی وہ ح جو لفظ حطی میں آتی ہے - اس کو حائے مہملہ یا غیر منقوطہ بھی کہتے ہیں ٭
خ - خائے معجمہ یا منقوطہ ٭
د - دال مہملہ یا غیر منقوطہ ٭
ڈ - دال ہندی (یا ہندی کی دال) ٭
ذ - ذال معجمہ یا منقوطہ ٭
ر - رائے مہملہ یا غیر منقوطہ ٭
ڑ - رائے ہندی (یا ہندی کی رے) ٭
ز - زائے معجمہ یا منقوطہ ٭
ژ - زائے فارسی ٭

س - ش - ص - ض - ط
ظ - ع - غ میں بے نقطہ اور نقطہ دار ہونے کا فرق ہے ٭
ف اور ق کے لئے کسی قید کی ضرورت نہیں - کیونکہ اس میں شائبہ اشتباہ نہیں ٭
ک - کاف عربی (یا عربی کا کاف ٭
گ - کاف فارسی ٭
ل - م - ن - و - ان کے ساتھ کوئی قید نہیں لگائی جاتی ٭
ہ - ہائے ہوز - یعنی وہ ہ جو لفظ ہوز میں آتی ہے ٭
ی - یائے مثناۃ تحتانیہ اس لئے کہ دو نقطے رکھتی ہے اور نیچے ٭

اصطلاحات ضروریہ

جس آواز کے سہارے سے حرف ادا کئے جاتے اور جس کے ذریعے سے ایک دوسرے سے ملائے جاتے ہیں اُسے حرکت کہتے ہیں - حرکت تین طرح کی ہے :-

(۱) زبر - اس کی علامت (َ) ہے اور حرف کے اوپر

لکھی جاتی ہے۔ عربی میں زبر کو فتح یا فتحہ اور زبر والے حرف کو مفتوح کہتے ہیں۔ جیسے قلم میں قَ اور لَ مفتوح ہیں ÷

(۲) **زیر** - اِس کی علامت بعینہٖ وہی علامت فتحہ ہے۔ فرق اتنا ہے۔ کہ علامت فتحہ حرف کے اوپر لکھی جاتی ہے۔ زیر کی علامت نیچے۔ عربی میں زیر کو کسر یا کسرہ اور زیر والے حرف کو مکسور کہتے ہیں۔ جیسے کرہم میں رِ مکسور ہے ÷

(۳) **پیش** - اس کی علامت (ُ) ہے اور یہ بھی حرف کے اوپر لکھی جاتی ہے۔ عربی میں اس کو ضم یا ضمہ اور پیش والے حرف کو مضموم کہتے ہیں جیسے خدا میں خُ مضموم ہے ÷

متحرک - وہ حرف جو ان تینوں حرکتوں میں سے کوئی حرکت رکھتا ہو ÷

جزم - حرف پر منجملہ حرکات ثلثہ کے حرکت کے نہ ہونے کو جزم کہتے ہیں۔ اس کی علامت (ْ) ہے۔ جو حرف کے اوپر لکھی جاتی ہے۔ عربی کی اصطلاح میں جزم کا نام سکون ہے اور جزم والے حرف کا نام ساکن ÷

وقف - حرف ساکن کے بعد حرف غیر متحرک کے واقع ہونے کو وقف کہتے ہیں۔ اور حرف غیر متحرک کو موقوف۔ جیسے پیار میں رْ موقوف ہے۔ دوست میں سْ اور تْ دونوں موقوف ہیں ÷

تشدید - جو حرف پہلے ساکن اور پھر متحرک ہو کر بولا یا پڑھا جائے۔ تو سکون و حرکت کی حالت کو تشدید کہتے

ہیں - تشدید کی علامت (ّ) ہے اور حرف کے اوپر لکھی جاتی ہے - جس حرف پر تشدید ہو اُسے مشدد کہتے ہیں - جیسے ندّی میں د اور مکھّن میں کھ مشدد ہے ✦

مد - حرف کو کھینچ کر پڑھنے کو کہتے ہیں - اس کی علامت (~) ہے - جو حرف کے اوپر لکھی جاتی ہے ✦

ممدود - وہ حرف جو کھینچ کر پڑھا جائے - جیسے آلو میں الف ممدود ہے ✦

تنوین - کبھی عربی لفظ کے آخر میں حرف کی حرکت کے بعد نون ساکن لگایا جاتا ہے - اُس کو تنوین کہتے ہیں - یہ نون کتابت میں نہیں آتا تلفظ میں آتا ہے - اور اس کی علامت یہ ہے کہ جس حرکت کے بعد تنوین آتی ہے وہ حرکت لکھنے میں مکرر ہو جاتی ہے - اور تنوین فتح میں الف بھی بڑھا دیتے ہیں - جیسے صریحاً - قطعاً - یقیناً - نسلاً بعد نسلٍ - مشاءً اللہ - مگر جن الفاظ کے آخر میں رسم الخط عربی کے مطابق لمبی ت نہیں لکھی جاتی - مختصر یا گول ت بصورت ہ لکھی جاتی ہے - وہاں تنوین فتح میں الف نہیں بڑھاتے - جیسے دفعۃً - تذکرۃٌ - عادۃً - جس لفظ پر تنوین ہو - اُسے منوّن کہتے ہیں ✦

فائدہ - عربی لفظ کے سوا کسی دوسری زبان کا لفظ منوّن ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا - بعض لوگ فارسی الفاظ کو بھی منوّن بولتے اور لکھتے ہیں - جیسے اندازاً اور رسیداً - یہ غلط ہے ✦

نون غُنّہ - نون غیر متحرک کہ ناک میں آواز دے -

اور خوب ظاہر نہ پڑھا جائے۔ عام اس سے کہ حرف علّت کے بعد واقع ہو یا حرف صحیح کے۔ جیسے ہوں ہاں۔ خوں غاں۔ سنبھال۔ ہنسی +

الف ممدود۔ جو مد کے ساتھ یعنی کھینچ کر پڑھا جائے۔ جیسے آج۔ آم۔ آدمی +

الف مقصور۔ جو کھینچ کر نہ پڑھا جائے۔ جیسے اشرف اب۔ اگر +

واو معروف۔ جس واؤ کے پہلے حرف پر پیش ہو۔ اور خوب ظاہر پڑھا جائے۔ جیسے دُور۔ نُور۔ صُورت +

واو مجہول۔ جس واو کے حرف ماقبل پر پیش ہو۔ اور خوب واضح نہ پڑھا جائے جیسے ہوش۔ روز۔ لوٹ پوٹ +

واو معدول۔ جو لکھنے میں آتا ہے بولنے میں نہیں آتا۔ جیسے خود۔ خوش +

ہائے ملفوظی یا اصلی۔ جو خوب کھل کر پڑھی جائے۔ جیسے آہ۔ واہ۔ یہ۔ وُہ +

ہائے مختفی۔ جو صرف حرفِ ماقبل کی حرکت کو ظاہر کرے۔ جیسے پردہ۔ سایہ۔ پروانہ۔ نشانہ +

ہائے مخلوط التلفظ یا ہائے مخلوط۔ جو دوسرے حرف

لہ۔ اس ہ کا ذکر یہاں ہم نے بغرض زیادت بصیرت طلاب کیا ہے۔ ورنہ اردو میں اس طرح کی ۃ نہیں ہوتی۔ جن حروف کی نسبت خیال کیا جاتا ہے۔ کہ یہ اُن کے ساتھ مل کر پڑھی جاتی ہے۔ وہ سب مفرد ہیں۔ جیسا کہ حروف تہجی کے بیان میں لکھا گیا ہے +

کے ساتھ مل کر پڑھی جائے۔ جیسے گھر۔ بھر +

یائے معروف۔ جس ی سے پہلے زیر ہو اور خوب ظاہر پڑھی جائے۔ جیسے امیر۔ فقیر۔ عجیب۔ غریب +

یائے مجہول ۔ جس ی سے پہلے زیر ہو۔ اور خوب ظاہر نہ پڑھی جائے ۔ جیسے شیر۔ دلیر +

تازی یا عربی ۔ وہ حرف جو خالص عربی زبان میں آئے۔ جیسے ث ۔ ح وغیرہ +

فارسی ۔ جو حرف زبان عربی میں نہ آئے۔ جیسے پ ۔ چ وغیرہ +

ہندی ۔ جو نہ عربی میں آئے نہ فارسی میں۔ جیسے ٹ ۔ ڈ ۔ ڑ +

ماقبل ۔ وہ حرف جو کسی حرف سے پہلے آئے ۔ جیسے دل میں دَ ماقبل لَ کے ہے +

مابعد۔ وہ حرف جو کسی حرف سے پیچھے آئے۔ جیسے سر میں رَ مابعد سَ کے ہے +

حذف۔ لفظ میں سے کسی حرف یا عبارت میں سے کسی لفظ کے گرا دینے کو کہتے ہیں ۔ جیسے طمانینت میں سے دوسرا نون گرا کر طمانیت کہتے ہیں +

محذوف۔ وہ حرف یا لفظ جس کو گرا دیں۔ جیسے "آؤ" میں تم کا لفظ محذوف ہے +

ترخیم ۔ لفظ کے آخر سے حرف کے حذف کو کہتے ہیں ۔ جیسے جزو سے جز ۔ گواہ سے گوا +

مرخم ۔ وہ لفظ جس میں ترخیم ہو +

ملفوظ - وہ حرف یا لفظ جو بولنے میں آئے - جیسے
اسمٰعیل - رحمٰن کہ اُن میں الف اگرچہ لکھا نہیں جاتا -
مگر بولنے میں آتا ہے - اس لئے ملفوظ ہے +

غیر ملفوظ - جو لکھنے میں آئے بولنے میں نہ آئے -
جیسے عبدالرّحیم میں الف لام کہ لکھا تو جاتا ہے - مگر
بولنے میں نہیں آتا +

تخفیف - حرف کے ہلکا یا کم کرنے کو کہتے ہیں -
جیسے نظّارہ اور نقّارہ کہ ظ اور ق کی تشدید سے
ہیں - ان کو ہلکا کر کے نظارہ اور نقارہ کہتے ہیں - یا جیسے
دِوانہ - بچارہ - کہ دیوانہ اور بیچارہ کا مخفف ہے - **ذوق**

کیا شاد کو خفیف کرے ہے زبانِ خلق
شاباش جس کو کہتے ہیں وہ شاد باش ہے

نقل - دوسرے حرف کی حرکت پہلے حرف کو دینی
جیسے - شعر

کرتے ہیں جو لوگ آپ اپنی مدد
کرتا ہے اللہ بھی اُن کی مدد

پہلے مصرع میں اپنی کے الف کی حرکت یعنی فتحہ آپ
کی پ کو دیا گیا ہے +

تحریک - ساکن کو متحرک کرنا - جیسے طرح کہ عربی
میں رَ کے جزم سے ہے - شعرائے اردو اس کو متحرک
بھی باندھتے ہیں - **مومن**

پامال ہم نہ ہوتے فقط جورِ چرخ سے
آئی ہماری جان پہ آفت کئی طرح

تسکین - متحرک کو ساکن کرنا - جیسے شفقت کہ عربی میں
ف کی زبر سے ہے - اُردو میں جزم سے بھی بولتے
ہیں - حالی -
جن کو خلق خدا پہ شفقت ہے خوں بہانا نہیں وہ رکھتے روا
یا جیسے حرکت اور برکت کہ دونو لفظ عربی ہیں بہ فتح
را ہیں رفے الحَرَکَۃِ بَرَکَۃٌ - اردو میں بہ سکون را بھی استعمال
کئے جاتے ہیں - حالی
وہ بھولے ہوئے ہیں یہ عادت خدا کی
کہ حرکت میں ہوتی ہے برکت خدا کی
اِشباع - حرکت کو اتنا کھینچنا کہ پیش سے واو اور
زبر سے الف اور زیر سے ے پیدا ہو - جیسے ناخن سے
ناخون - رستہ سے راستہ - مہماں سے میہمان - ذوق
شمع نازاں نہ ہو اک رات بہا آنسو گرم
برسوں یاں آنکھ سے ٹپکا ہے مری لوہو گرم
اس شعر میں لہو میں اشباع کر کے لوہو بنایا گیا ہے +
امالہ - الف کو یاے مجہول سے بدل کر پڑھنا - جیسے
اُکھاڑنا سے اُکھیڑنا +
ابدال - ایک حرف کو دوسرے حرف سے بدلنا -
جیسے ٹھہرنا - ٹھیرنا +
زیادت - کلمے میں ایک یا دو حرفوں کا زیادہ کرنا -
جیسے بھیڑ چال سے بھیڑیا چال - پرتو سے (جو فارسی ہے)
پرتوہ - سکول سے اسکول - پیچ سے اینچ +

لہ - مصرع - چل در میکدہ تک ہے حرکت میں برکت +

ادغام - دو ہم جنس یا ہم مخرج حرفوں کو ملا کر یعنی ایک کر کے پڑھنا - جیسے بد تر کہ پڑھنے میں بتّر آتا ہے +

اشتقاق - ایک اصل لفظ سے اور لفظ یا صیغے نکالنا جیسے ہونا سے ہوا - ہوگا - ہونے والا وغیرہ +

مشتق - وہ لفظ جو کسی اصل سے نکلا ہو +

مقدّر - وہ لفظ جو عبارت میں نہ ہو مگر معنے دے - جیسے "خدا کی قسم" - یہاں "میں کھاتا ہوں" - مقدّر ہے - یعنی میں خدا کی قسم کھاتا ہوں +

مترادف - وہ لفظ ہم معنی جیسے سدا اور نت - رکھنا اور دھرنا - ابا اور باپ +

مشترک یا مشترک المعنے - ایک لفظ جس کے دو یا زیادہ معنے ہوں - جیسے سونا اُس آرام کو بھی کہتے ہیں - جو عموماً دن بھر کی تکان کے بعد رات کو کیا جاتا ہے - اور جس میں دنیا و مافیہا کی کچھ خبر نہیں رہتی - اور اُس پیلی پیلی معدنی یا دھاتی چیز کو بھی کہتے ہیں - جس کا زیور اور اشرفیاں وغیرہ بنتی ہیں +

قیاسی - وہ لفظ جو قاعدہ کلیہ کے بموجب بنا ہو - جیسے لکھ اور پڑھ اور آ اور جا کہ لکھنا اور پڑھنا - اور آنا اور جانا سے نا کے حذف کرنے سے قاعدہ کلیہ کے مطابق بنے ہیں +

سماعی وہ لفظ جو کسی قاعدے کے بموجب نہ بنا ہو - صرف اہل زبان کو بولتے سنا ہو - جیسے چوٹّا (چرانے والا) اور چرواہا (چرانے والا) کہ کسی قاعدے کے مطابق نہیں بنے +

تعریب - کسی غیر زبان کے لفظ کو عربی بنا لینا - جیسے پیل سے فیل - خان پور سے خان فور +
جو لفظ عربی صورت اختیار کرے - اُس کو معرّب کہتے ہیں +

تفریس - غیر زبان کے لفظ کو فارسی بنا لینا - جیسے چھپر سے چپر - جھگڑ سے جگر +
جو لفظ فارسی صورت بدل لے وہ مفرّس کہلاتا ہے +

تہنید - کسی غیر زبان کے لفظ کو ہندی بنا لینا - جیسے ڈُہل سے ڈھول - لارڈ سے لاٹ +
تہنید کئی طرح کی ہوتی ہے - ایک یہ کہ دوسری زبان کے لفظ کو لفظاً و معناً دونوں طرح بدلیں - جیسے افرا تفری کہ اصل میں افراط تفریط ہے - عربی میں افراط کے معنی نہایت کثرت کے ہیں - اور تفریط کے معنی نہایت کمی کے - اردو میں کہتے ہیں - عجب افرا تفری پڑ رہی ہے - یعنی ہل چل پڑ رہی ہے - دوسرے صرف لفظ کو بدلیں - جیسے پلید سے پلیت +
تیسرے صرف معنوں کو بدلیں - جیسے خاطر کہ عربی میں خیال کو کہتے ہیں (جو دل میں گزرتا ہے) اور فارسی میں دل کو کہتے ہیں - اردو میں کہتے ہیں - ہماری خاطر سے ایسا کر دیجئے - یا حامد نے محمود کی بڑی خاطر کی - چوتھے حرکات کو بھی بدل دیں اور معنوں کو بھی

جیسے مشاطہ کہ عربی میں مبالغے کا صیغہ ہے اور مشط سے
جس کے معنی کنگھی کے ہیں مشتق ہے - فارسی میں مشاطہ اُس
عورت کو کہتے ہیں - جو عورتوں کو بناؤ سنگار کرائے - جیسے
ہندوستان میں نائن - اردو میں مشاطہ بضم میم و تخفیف
شین اُس عورت کو کہتے ہیں - جو زن و مرد کی نسبت
تلاش کرے اور شادی کروائے - پانچویں جمع سے واحد
کے معنی لیں جیسے اصول - احوال - اشراف کہ اصل اور
حال اور شریف کے معنوں میں بولے جاتے ہیں - چھٹے
دوسری زبان کے مادہ ہائے الفاظ سے ایسے صیغے بنانا
جو اس زبان میں مستعمل نہ ہوں - جیسے عفو اور
عتاب سے معاف اور معتوب ٭

جو لفظ ہندی صورت اختیار کرے اُس کا نام مہند ہے ٭

تصرّف - جب کسی غیر زبان کے لفظ میں کچھ کمی بیشی یا تغیر
و تبدّل کر کے اپنی زبان میں استعمال کرتے ہیں - تو اُس کمی
بیشی یا تغیّر و تبدّل کو تصرّف کہتے ہیں - تصرّف عام ہے -
اور تحریک اور تسکین اور حذف اور زیادت اور تخفیف
اور تعریب اور تفریس اور تہنید وغیرہ سب اُس کی
قسمیں ہیں ٭

معلوم رہے کہ ان میں سے چند مصطلحات جیسے اشباع
اور ترخیم وغیرہ عروض سے متعلق ہیں - صرف و نحو سے اُن
کا کچھ تعلق نہیں - مگر چونکہ دوسرے اہل قواعد نے اپنی
کتابوں میں ان کا ذکر کیا ہے - اس لئے ہم نے بھی
اُن کو خالی از فائدہ نہ دیکھ کر لکھ دیا ہے ٭

پہلا حصّہ

علم صرف میں

صرف کی تعریف

صرف اُس علم کا نام ہے۔ جس میں حروف و کلمات کے تغیر و تبدّل سے مختلف طرح کے الفاظ اور مختلف قسم کے معانی پیدا ہوتے ہیں۔ مقصود اس سے یہ ہے۔ کہ بولنے والا صحیح لفظ بولے۔ تم کہتے ہو۔"یوں کرو۔ یوں مت کرو۔ اُس نے کیا۔ وہ کرتی ہے۔ ہم کرتے ہیں۔ تم کرو گے۔ میں نے کیا تھا۔ وہ کرنے والا ہے۔ یہ کیا ہؤا ہے"۔ غور سے دیکھو تو ان فقرات میں ایک ایسا لفظ ہے۔ جس نے حروف اور حرکات کے تغیر و تبدّل سے کئی طرح کی صورتیں اختیار کی ہیں۔ وہ لفظ کر یا کرنا ہے۔ تو جس علم میں لفظوں کے تغیر و تبدّل اور کلمات کے بنانے کا طریق بیان ہو۔ اُسے صرف کہتے ہیں +

پہلے بیان ہو چکا ہے۔ کہ انسان کے منہ سے جو مختلف آوازیں یعنی طرح طرح کے حروف مل کر نکلتے ہیں۔ اُن

کو لفظ کہتے ہیں - رات - دن - صبح - شام - چاند - سورج - زمین - آسمان - اُٹھنا - بیٹھنا - لکھنا - پڑھنا وغیرہ - غرض جو کچھ انسان بولتا ہے - سب لفظ ہیں +

لفظ کی تقسیم

لفظ دو طرح کا ہوتا ہے - با معنی اور بے معنی - بے معنی مہمل کہلاتا ہے - تم بولتے ہو - روٹی ووٹی - پانی وانی - روٹی اور پانی کے مفہوم کو سب جانتے ہیں - اور ووٹی اور وانی کے کچھ معنے نہیں ہیں - بس اسی کا نام مہمل ہے (مہمل لفظ بہت کم بولنے میں آتا ہے) با معنی لفظ کو موضوع کہتے ہیں +

کلِمہ

لفظ موضوع سے اگر اکیلے معنے سمجھے جائیں - تو اُس کا نام کلمہ ہے - چپ رہنا - مار ڈالنا - اور اسی قبیل کے اور الفاظ جن کے اجزا ایک سے زیادہ ہیں - اگرچہ بجاے خود ہر ایک جزُ کے جُداگانہ معنے ہیں - مگر بحالت ترکیب چونکہ اُن سے ایک معنے سمجھے جاتے ہیں - اس لئے ہر ایک لفظ کلمہ ہے - کلمے کے لئے یہ ضرور نہیں - کہ لفظاً مفرد ہو - بلکہ اس کا معنیً مفرد ہونا ضرور ہے - ان تعریفات سے تم نے سمجھ لیا ہوگا - کہ ہر کلمے کو لفظ کہہ سکتے ہیں - ہر لفظ کو کلمہ نہیں کہہ سکتے +

جس طرح لفظ ان حروف کو کہتے ہیں - جو انسان کی زبان سے نکلیں - اسی طرح اُن حرفوں کو بھی کہتے ہیں - جو اُس کے قلم سے نکلیں - کیونکہ انسان قلم کے

ذریعے سے بھی اپنا مافی الضمیر دوسروں پر اسی طرح ظاہر کرتا ہے۔ جس طرح زبان سے۔ اسی لئے اہل قواعد نے زبان یا بولی[لہ] کی دو قسمیں قرار دی ہیں۔ تقریری اور تحریری۔ تقریری وہ جو زبان سے بولی جائے۔ تحریری وہ جو لکھنے میں آئے۔ تم کہو گے۔ کہ بولنے کو تو جانور بھی بولتے ہیں۔ مثلاً چڑیاں چوں چوں کرتی ہیں۔ کوّے کائیں کائیں کرتے ہیں۔ بلّیاں میاؤں میاؤں کرتی ہیں۔ اور طوطی اور مینا تو ایسی باتیں کرتے ہیں۔ گویا انسان کا ننھّا سا بچّہ باتیں کرتا ہے۔ اور نہ صرف باتیں کرتے ہیں۔ بلکہ پڑھاؤ تو پڑھتے بھی ہیں۔ بیشک تمہارا کہنا صحیح ہے۔ مگر چونکہ جانور معدودے چند الفاظ کے سوا بول نہیں سکتے۔ اور انسان کی طرح مسلسل گفتگو نہیں کر سکتے۔ اور ہر طرح کے ادائے مطلب پر قدرت نہیں رکھتے۔ اس لیے جو کچھ وہ بولتے ہیں۔ اُس کو قواعد کی کتابوں میں نظر انداز کر دیا جاتا ہے *

لفظ کی قسمیں پہلے بیان ہو چکیں۔ اب کلمے کے اقسام سُنو *

کلمے کی قسمیں

اسم کلمہ تین قسم کا ہوتا ہے۔ ایک وہ جو اکیلا اپنے معنے تو دیتا ہے۔ مگر اس میں وقت کا شمول نہیں ہوتا۔

لہ۔ زبان یا بولی اس کو کہتے ہیں۔ جس کے ذریعے سے انسان اپنے دل کی بات ظاہر کر سکے *

آدمیوں اور چیزوں کے ناموں مثلاً حامد - محمود - اونٹ - گھوڑا - ہاتھی - زمین - آسمان وغیرہ کو دیکھو کہ اُن کے معنوں میں وقت مطلق نہیں پایا جاتا - لیکن یہ الفاظ اپنے معنوں کو بخوبی ظاہر کر رہے ہیں - اسی طرح وہ الفاظ جن سے انسان وغیرہ کے افعال اور حرکات بیان کی جائیں - جیسے اُٹھنا - بیٹھنا - چلنا - پھرنا - سونا - جاگنا - اُچھلنا - کودنا وغیرہ کہ ان کے معانی بالاستقلال بے شمول وقت سمجھے جاتے ہیں - اس قسم کے کلمے کو اسم کہتے ہیں ؏

وقت جس کا دوسرا نام زمانہ ہے - تین قسم کا ہے - ایک جو گزر گیا - اُس کو ماضی کہتے ہیں - دوسرا جو بالفعل گزر رہا ہے - اُس کا نام حال ہے - تیسرا آنے والا وہ مستقبل کہلاتا ہے - **مصرع**

وہ کرتے ہیں اب جو نہ کیا تھا نہ کرینگے

اس مصرع میں تینوں زمانوں کی مثالیں ہیں ؏

فعل دوسرا وہ کلمہ جو اکیلا اپنے معنے دیتا ہے - اور اس میں تینوں زمانوں میں سے کوئی زمانہ بھی پایا جاتا ہے - اس کو فعل کہتے ہیں - اسم اور فعل میں اتنا ہی فرق ہے - کہ اس میں وقت نہیں ہوتا - اس میں وقت کا ہونا ضرور ہوتا ہے - جب ہم صرف آنا کہتے ہیں تو اُس میں کسی زمانے کا تعین نہیں ہوتا - اور اِسی لیے یہ اسم ہے - لیکن جب آیا یا آتا ہے یا آئیگا کہتے ہیں تو وقت لازم ہو جاتا ہے - اس لیے کہ اُن میں کام یا زمانِ گزشتہ میں ہو چکا ہوتا ہے - یا وقت موجود میں ہو رہا ہوتا ہے - یا زمانِ آیندہ میں ہونیوالا

ہوتا ہے۔ مثلاً تم کہو زید آیا۔ کوئی پوچھے کب؟ تو جواب ہوگا۔ گزرے ہوئے زمانے میں۔ آتا ہے۔ کب؟ گزرتے ہوئے زمانے میں۔ آئیگا۔ کب؟ آنے والے زمانے میں ÷

حرف۔ تیسرا وہ جو اکیلا کچھ معنے نہیں دیتا۔ اس کو حرف کہتے ہیں۔ حرف الفاظ میں صرف ربط اور تعلّق کے لئے آتا ہے۔ سے۔ میں۔ پر۔ تک۔ کو۔ سے تم کچھ نہیں سمجھ سکتے کہ کہنے والے کی اس سے کیا مراد ہے۔ لیکن جب کہا جائے۔ کہ حامد صبح سے دوپہر تک اپنے گھر میں سبق یاد کرتا رہا۔ تو تم سمجھ لوگے کہ حامد کا سبق یاد کرنا صبح سے شروع ہو کر دوپہر کو ختم ہُوا۔ اور اس عرصے میں وہ اپنے گھر رہا ÷

مختصر اور سلیس لفظوں میں کلمے کی تینوں قسموں کی تعریف یہ ہے۔ اسم وہ کلمہ ہے جو اکیلا اپنے معنی دے۔ اور اس میں کوئی زمانہ نہ پایا جائے۔ فعل وہ ہے جو اکیلا معنے دے اور اس میں کوئی زمانہ پایا جائے۔ حرف وہ ہے کہ جب تک اس کے ساتھ اور لفظ نہ ملے اپنے معنے نہ ظاہر کرے ÷

اسم کی اوّلی قسمیں

اسم کی پہلی (یعنی بناوٹ کے لحاظ سے) تین قسمیں ہیں۔ جامد۔ مصدر۔ مشتق ÷

جامد۔ جس سے کوئی دوسرا لفظ نہیں نکلتا اور نہ وہ کسی سے نکلتا ہے۔ جیسے چاقو۔ قلم۔ ڈھال۔ تلوار ÷

مشتق جو کسی اور کلمے سے نکلا ہو۔ جیسے لکھنے والا۔ لکھّا ہؤا لکھنا سے مشتق ہیں۔ مگر مت سمجھنا۔ کہ تمام مشتقات اسم ہی ہوتے ہیں۔ کیونکہ افعال بھی مشتق ہوتے ہیں۔ چونکہ مشتقات دونوں قسم کے ہوتے ہیں۔ اسم بھی اور فعل بھی۔ اس لئے اسم کے اعتبار سے مشتق بھی اسم کی ایک قسم قرار دیا گیا ہے ٭

مصدر جس سے اور الفاظ نکلیں جیسے کھانا سے کھایا کھاؤ۔ ہم کھاتے ہیں۔ وہ کھائینگے۔ تم نہیں کھاتے وغیرہ ٭

مصدر اور اُس کے مشتقات کا بیان

جو کلمہ کسی کام یا حرکت کا بیان ہو۔ اور اُس میں زمانہ نہ پایا جائے۔ یعنی اس کام یا حرکت کا کوئی وقت معیّن نہ ہو۔ اُس کو مصدر کہتے ہیں ٭

مصدر کی تعریف اس طرح بھی کی جاتی ہے کہ مصدر وہ اسم ہے جس سے ہونا یا کرنا یا سہنا بلا تعلق زمانے کے سمجھا جائے۔ اس لئے کہ جتنے کام ہیں سب میں یا تو ہونا پایا جاتا ہے۔ جیسے اُٹھنا۔ بیٹھنا۔ آنا۔ جانا وغیرہ یا کرنا جیسے کھانا پینا۔ لکھنا۔ پڑھنا وغیرہ یا سہنا۔ جیسے پٹنا۔ لٹنا۔ مارا جانا وغیرہ مصدر کی علامت یہ ہے۔ کہ اُس کے آخر میں ہمیشہ نا آتا ہے۔ جیسا کہ اوپر کے الفاظ سے ظاہر ہے۔ مصدر کی جو تعریف اوپر کی گئی ہے۔ اُس سے وہ الفاظ مصدر سے خارج ہو جاتے ہیں۔ جن کے آخر میں نا تو ہے مگر وہ کسی کام یا حرکت کا بیان نہیں ہوتے۔ جیسے گھرانا۔ نانا۔ پرانا وغیرہ

مصدر کی ایک بڑی شناخت یہ بھی ہے کہ علامت مصدر نا کے ساقط کرنے سے امر کا صیغہ رہ جاتا ہے - جیسے کرنا سے کر - ہونا سے ہو - کھانا سے کھا - پینا سے پی - مگر گھرانا - پرُانا وغیرہ اسماے مذکور سے نا گرا دیا جائے تو دیکھو باقی کیا رہ جاتا ہے ٭

مصدر اصلی اور جعلی

مصدر باعتبار - وضع یعنی بناوٹ کے دو طرح کا ہوتا ہے - ایک وہ جو خاص معنی مصدری کے لئے وضع کیا گیا ہو - جیسے لینا - دینا - آنا - جانا - دوڑنا - بھاگنا وغیرہ - ایسا مصدر مصدر اصلی کہلاتا ہے - دوسرے وہ جو الفاظ عربی یا فارسی پر (خواہ وہ مصدر ہوں یا اسم جامد یا حاصل مصدر) مصدر یا علامت مصدر زیادہ کر کے مصدر بنائیں جیسے شروع کرنا - تشریف لانا - روشن کرنا - خوش ہونا - آزمایش کرنا - ایکٹ کرنا - لکچر دینا - قبولنا - بدلنا - محاورے میں کہتے ہیں - وہ کسی طرح نہیں قبولتا - ایسے مصدر مصدر جعلی کہلاتے ہیں - کبھی اُردو یا فارسی لفظ بں کسی قدر تغیر و تبدل یا کوئی حرف زیادہ کر کے انثان مصدر اخیر میں لگاتے ہیں - جیسے ٹھوکر سے ٹھکرانا - اجلا سے اجلوانا - لالچ سے للچانا - کی سے کپانا - جوتی سے جتیانا - شرم سے شرمانا - گھن سے گھنانا - کفن سے کفنانا ٭

کبھی فارسی مصدر سے اُردو مصدر بناتے اور اس سے فعل مشتق کرتے ہیں - جیسے لرزیدن سے لرزنا - نوا ختن

سے نوازنا۔ فرمودن سے فرمانا۔ بخشیدن سے بخشنا۔ آزمودن سے آزمانا۔ کبھی اس طرح سے مصدر بنایا جاتا ہے۔ کہ فعلوں کے دو جزوی مصدر کے جزو اوّل کو قائم رکھ کر جزو ثانی کا ترجمہ کر دیتے ہیں۔ جیسے بر آمدن سے بر آنا۔ شعر

وہ بھی ہوگا کوئی امید بر آئی جس کی
اپنے مطلب تو نہ اس چرخِ کہن سے نکلے

مصدرِ مُرکّب

مصادر جعلی جو مصدر سے عربی یا فارسی یا انگریزی یا اُردو مصدر یا اسم جامد یا حاصل مصدر ترکیب دے کر بنائے جاتے ہیں۔ اُن کو مصدر مُرکّب بھی کہتے ہیں۔ محاورے میں کبھی دو دو مصدر استعمال کیئے جاتے ہیں۔ خواہ اُن کے معنے باہم ملتے جلتے ہوں۔ یا مختلف ہوں۔ جیسے چلنا پھرنا۔ دیکھنا۔ بھالنا۔ رونا۔ دھونا وغیرہ۔ ایسے مصادر میں دوسرا مصدر پہلے کا تابع کہلاتا ہے اور پہلا دوسرے کا متبوع۔ تابع و متبوع کا حال علم نحو میں لکھا جائیگا۔

مصدر کبھی دوسرے الفاظ کی ترکیب سے فعل حال کے معنی دیتا ہے۔ جیسے مومن خاں۔

دوست کرتے ہیں ملامت غیر کرتے ہیں گلہ
کیا قیامت ہے مجھی کو سب بُرا کہنے کو ہیں

یعنی سب مجھی کو بُرا کہتے ہیں۔ کبھی مصدر سے صیغۂ مُستقبل کے معنے لئے جاتے ہیں۔ جیسے شعر

ہمصفیرو! ہو مبارک تم کو گلشن کی بہار

پھر نہ ہم آئینگے اب کچھ اس طرح جانے کو ہیں
یعنی اب ایسے جائینگے - کہ پھر نہیں آئینگے - مقام نفی میں کہتے ہیں - "میں تو یہ کام نہیں کرنے کا" +

فائدہ - کبھی مصدر بہ زیادتِ لفظ ہے بھی استقبال کے معنی دیتا ہے - اس وقت اس کا فاعل مفعول کی صورت میں آتا ہے - ناسخ

اے اجل ایک دن آخر تجھے آنا ہے ولے
آج آتی شبِ فرقت میں تو احسان ہوتا

مت کہنا اُس نے جانا ہے - یا میں نے کرنا ہے - کیونکہ اہلِ زباں ایسے موقع پر نے کی جگہ کو بولتے اور اُس کو جانا ہے اور مجھ کو کرنا ہے کہتے ہیں +

کبھی مصدر ماضی ناتمام کے معنے دیتا ہے - جیسے مثنوی میر حسن میں ہے - بیت

جہاں بیٹھنا پھر نہ اُٹھنا اُسے
محبت میں دن رات گھٹنا اُسے

یعنی جہاں بیٹھتی تھی - پھر نہ اُٹھتی تھی - اور دن رات محبت میں پڑی گھٹتی تھی +

تنبیہ - یاد رکھنا چاہیئے کہ جب مصدر ماضی ناتمام کے معنے دیتا ہے - تو اُس صورت میں بھی فاعل مفعول کی صورت میں آتا ہے - جیسا کہ اوپر کی بیت سے ظاہر ہے +

کبھی مصدر امر کا فائدہ دیتا ہے - مگر اُس کا حکم فوراً زمانۂ حال پر نہیں پڑتا - حالی

کچھ میری بیخودی سے تمہارا زیاں نہیں
تم جاننا کہ بزم میں اک خستہ جاں نہ تھا

کبھی مصدر کے اوّل مت یا نہ لگا کر نہی کا کام لیتے ہیں۔ جیسے "خبر دار پھر ایسا مت کرنا"+

فائدہ - جب مصدر امر یا نہی کے معنے دیتا ہے۔ تو فاعل کے ساتھ نے علامت فاعل نہیں آتی۔ مت کہنا تم نے کرنا۔ یا تم نے مت کرنا کہ اس طرح بولنا خلاف محاورۂ اہلِ زباں ہے۔ **مجروح**

جنسِ نایاب کے پھرتے ہیں ہزاروں گاہک
تم پتا اپنا کسی کو نہ بتانا ہرگز

جب مصدر کے ساتھ ایسا مؤنث واقع ہو جو اُس کا اور اُس کے مشتقات کا مفعول ہو سکے۔ تو علامتِ مصدر کا الف یائے معروف سے بدل جاتا ہے۔ جیسے روٹی کھانی۔ کتاب پڑھنی۔ کوشش کرنی+

قابلیت کے معنوں میں بھی علامتِ مصدر کا الف یائے معروف سے بدل جاتا ہے۔ جیسے ہونی۔ ان ہونی+

معنوں کے رو سے مصدر کی قسمیں

لازم اور متعدّی

جس فعل کے وقوع میں آنے کے لئے کرنے والے کے سوا دوسرے شخص یا چیز کا ہونا ضرور نہ ہو۔ اُس کو فعل لازم کہتے ہیں اور جس مصدر سے ایسا فعل مشتق ہو

اس کو مصدر لازم - جیسے اُٹھنا - بیٹھنا - اُچھلنا - کودنا - سونا - جاگنا یہ سب کام تنہا ایک شخص کے کرنے سے ہو سکتے ہیں - اور جس کام کے کرنے کو دوسرے شخص یا چیز کی بھی حاجت ہو - اُس کو فعل متعدّی کہتے ہیں - اور جس مصدر سے فعل متعدّی نکلے اُس کو مصدر متعدّی - جیسے پڑھنا - لکھنا - مارنا - دینا - پالنا یہ سب کام ایسے ہیں کہ جب تک پڑھنے والے - لکھنے والے - مارنے والے - دینے والے - پالنے والے کے سوا ایک اور چیز یا شخص نہ ہو وقوع میں نہیں آسکتے - یعنی پڑھنے کے لئے ضرور ہے - کہ ایک پڑھنے والا ہو - اور ایک وہ چیز ہو جو پڑھی جائے - لکھنے کے لئے بھی لکھنے والے کے سوا ایک ایسی چیز کا ہونا ضرور ہے - جو لکھی جائے - مارنے کے لئے ایک تو مارنے والا چاہیئے - ایک مار کھانیوالا - کیونکہ جب تک مار کھانے والا نہ ہوگا - مارنا وقوع میں نہیں آسکتا - اسی طرح دینے کے لئے دینے والے کے سوا ایک ایسی چیز کا ہونا ضرور ہے جو دی جائے - کیونکہ اگر چیز اور شخص دونوں نہ ہوں تو دینے والا دیگا کیا اور دیگا کس کو؟

فاعل اور مفعول

جو شخص کام کو کرتا ہے اس کو فاعل کہتے ہیں - اور کام کے کرنے کے لئے فاعل کے سوا جس دوسرے شخص یا چیز کا ہونا ضرور ہوتا ہے - وہ مفعول کہلاتا ہے - جیسے زید کتاب پڑھتا ہے - اس جملے میں

پڑھنے والا (یعنی پڑھنے کے فعل کو کرنے والا) زید ہے۔ تو زید کو فاعل کہینگے۔ اور جو چیز پڑھی جاتی ہے۔ یعنی کتاب اُس کو مفعول +

لازم اور متعدی کی مختصر طور پر اس طرح بھی تعریف کی جاتی ہے کہ جو فعل صرف فاعل کو چاہے۔ وہ لازم ہے۔ اور جو فاعل اور مفعول دونوں کو چاہے۔ وہ متعدی۔ فعل متعدی کی ایک شناخت یہ بھی ہے۔ کہ کلام میں ماضی مطلق کے فاعل کے بعد نے آتا ہے۔ جیسے زید نے عمروؔ[1] کو مارا۔ خالد نے بکر کو سبق پڑھایا۔ مگر لانا۔ لے جانا۔ بولنا مستثنےٰ ہیں۔ سمجھنا اور پکارنا اور سیکھنا اور پڑھنا ایسے فعل ہیں۔ کہ اُن کے فاعل کے ساتھ نے آتا بھی ہے۔ اور نہیں بھی آتا۔ جیسے۔ **شعر**

تم نے یہ جانا گئے ہم تم کو بھول ہم نے یہ سمجھا کہ تم سمجھے غلط

اس شعر میں سمجھا اور سمجھے کے ساتھ نے کے ہونے اور نہ ہونے دونوں کی مثالیں ہیں۔ شعر

واں مدرسوں کے واسطے چندوں کی ریل پیل

یاں یہ سبق کوئی متنفّس پڑھا نہیں

فعل لازم کے فاعل کے ساتھ نے کبھی نہیں آتا۔ جیسے حامد آیا۔ محمود گیا۔ احمد دوڑا +

بعض مصدر لازم بھی ہوتے ہیں اور متعدی بھی۔ جیسے

[1] عمرو اور عمر میں امتیاز کتابت کے لئے عمرو میں واؤ زیادہ کرتے ہیں +

شرمانا۔ بعض مصدر ایسے ہیں کہ ہیں تو لازم۔ مگر بعض اوقات اُن کا مفعول بھی آجاتا ہے۔ ذوق کہتے ہیں۔ شعر

ہم رونے پہ آجائیں تو دریا ہی بہا دیں
شبنم کی طرح سے ہمیں رونا نہیں آتا

اس شعر میں نہیں آتا فعل منفی۔ رونا فاعل ہمیں مفعول ہے۔

فعل متعدّی کے لئے جس طرح ایک مفعول کا ہونا ضرور ہے۔ اسی طرح کبھی دو مفعولوں کا ہونا بھی ضرور ہوتا ہے۔ جیسے "زید نے عمرو کو کھانا کھلایا"۔

مصدر مُتعدّی کی قسمیں

اردو میں مصدر متعدّی تین طرح کا ہوتا ہے۔ ایک وہ جو اصل میں متعدّی ہی وضع کیا گیا ہو۔ جیسے کھانا۔ پینا۔ لکھنا۔ پڑھنا ایسے مصدر کو متعدّی بنفسہٖ کہتے ہیں۔ دوسرے جو لازم سے متعدّی بنا لیا ہو۔ جیسے جلنا سے جلانا۔ ڈرنا سے ڈرانا۔ رونا سے رُلانا۔ تیسرا جو متعدّی سے متعدّی المتعدّی بنا لیا ہو۔ اور اُس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک یہ کہ متعدّی ایک مفعول کو چاہتا تھا۔ متعدّی المتعدّی بنانے سے دوسرے مفعول کو چاہنے لگا۔ جیسے کھانا سے کھلانا۔ پینا سے پلانا۔ اس قسم کے مصدر میں وقوع فعل کے لئے کسی دوسرے شخص کا ذریعہ درمیان میں نہیں ہوتا۔ دوسرے یہ کہ متعدّی ایک مفعول کو چاہتا ہو یا دو کو۔ متعدّی المتعدّی

بننے کی حالت میں وقوع فعل کے لئے کسی اور شخص کا ذریعہ درمیان میں واقع ہو۔ جیسے کرنا سے کرانا۔ کروانا۔ لکھنا سے لکھانا۔ لکھوانا۔ اُٹھانا سے اُٹھوانا۔ دینا سے دلانا۔ دلوانا۔ سینا سے سلانا۔ سلوانا۔ ان ہردو اقسام مصدر میں سے ہم مصدر قسم اوّل کو متعدی المتعدی کہتے ہیں اور مصدر قسم ثانی کو متعدّی بالواسطہ +

متعدّی بنانے کے طریقے

مصدر لازم سے متعدّی بنانے کا کوئی قاعدہ کلیہ نہیں۔ کبھی تو علامت مصدر کے پہلے الف زیادہ کرتے ہیں۔ جیسے بڑھنا بڑھانا ۔ چلنا چلانا۔ ہنسنا ہنسانا۔ بسنا بسانا۔ ہلنا ہلانا۔ بننا بنانا وغیرہ۔ کبھی دوسرے حرف کے بعد الف زیادہ کیا جاتا ہے۔ جیسے اُچھلنا اُچھالنا۔ اُکھڑنا اُکھاڑنا۔ کبھی حرف اوّل کے بعد اُس کی حرکت کے مطابق حرفِ علّت زیادہ کر دیتے ہیں۔ یعنی پہلے حرف پر اگر پیش ہو تو واؤ زیادہ کرتے ہیں۔ یہ واؤ بعض مصادر میں مجہول ہوتی ہے۔ بعض میں معروف۔ جیسے رکنا روکنا۔ کھلنا۔ کھولنا۔ پجنا۔ پوجنا۔ لٹنا لوٹنا۔ اور اگر پہلا حرف مکسور ہو تو ے زیادہ کرتے ہیں۔ یہ بھی بعض مصادر میں مجہول ہوتی ہے۔ اور بعض میں معروف۔ جیسے پھرنا پھیرنا۔ پسنا پیسنا۔ اور اگر پہلا حرف مفتوح ہو۔ تو الف زیادہ کرتے۔ جیسے مرنا۔ مارنا۔ ٹلنا ٹالنا۔ پلنا پالنا۔ بندھنا باندھنا۔ کٹنا کاٹنا۔ پھٹنا کے متعدی میں ٹ کو ڑ سے بھی بدلتے ہیں اور پھاڑنا کہتے ہیں۔ کبھی

ایک مصدر کو دو طرح متعدی بناتے ہیں - جیسے دبنا - دابنا - دبانا - کبھی مصدر مشترک المعنی کو اختلاف معنی کے سبب مختلف طور پر متعدی بناتے ہیں - جیسے گھلنا سے گھولنا (ملانا) گھلانا (تحلیل کرنا) کبھی دوسرے حرف کے بعد یائے مجہول زیادہ کرتے ہیں - جیسے پٹنا پیٹنا - سمٹنا - سمیٹنا - ادھڑنا ادھیڑنا - بکھرنا بکھیرنا - کبھی یائے معروف جیسے گھسٹنا - گھسیٹنا - کبھی دوسرے حرف کو واؤ مجہول سے بدل دیتے ہیں - جیسے دھلنا دھونا - کبھی علامت مصدر سے پہلے واؤ مجہول زیادہ کرتے ہیں - جیسے چبھنا - چبھونا - بعض مصدر ایسے ہیں کہ لازم کچھ ہیں متعدی کچھ - جیسے رہنا رکھنا - پڑنا - ڈالنا - ٹوٹنا - توڑنا - بعض مصادر لازم سے متعدی اور متعدی المتعدی ایک ہی طرح بنائے جاتے ہیں - یعنی اگر مصدر چار حرفی ہو - اور دوسرا حرف حرفِ علت[1] ہو تو حرفِ علت کو ساقط کر کے اس کی جگہ لام اور الف (یعنی لا) زیادہ کرتے ہیں - جیسے رونا رُلانا - سونا سلانا - کھانا کھلانا - پینا پلانا - اور اگر پانچ حرفی ہو اور دوسرا حرف حرف علت ہو تو اس کو گرا کر علامت مصدر سے پہلے الف زیادہ کیا جاتا ہے - جیسے تیرنا - ترانا[2] - جاگنا - جگانا - بھاگنا بھگانا - کودنا - کدانا - ہارنا - ہرانا - چاٹنا چٹانا - بعض مصادر میں

[1] یہاں حرف علت سے وہ حرف علت مراد ہے جو علامت مصدر کے الف کے علاوہ ہو +

[2] - ترانے میں تائے مثناۃ فوقانیہ کو مکسور کر کے تِرانا بولتے ہیں +

سے حرف علت کو ساقط کر کے علامت مصدر سے پہلے الف یا لام الف (یعنی لا) بڑھاتے ہیں۔ جیسے دیکھنا۔ دکھانا دکھلانا۔ بیٹھنا۔ بٹھانا۔ بٹھلانا۔ سیکھنا۔ سکھانا۔ سکھلانا۔ مگر دوسری طرح کے مصدر بیشتر نظم میں استعمال کیئے جاتے ہیں۔ کبھی مصدر لازم کے پہلے لفظ لے زیادہ کر کے متعدی بناتے ہیں۔ جیسے بھاگنا۔ لے بھاگنا۔ چلنا۔ لے چلنا۔ جانا۔ لے جانا۔ اڑنا۔ لے اڑنا۔ ڈوبنا۔ لے ڈوبنا۔ اب مصدر بالواسطہ کے بنانے کا طریق سنو +

اردو میں مصدر بالواسطہ کی دو صورتیں ہیں۔ اس لئے اس کے بنانے کے طریق بھی دو ہیں۔ ایک یہ کہ علامت مصدر سے پہلے حرف الف زیادہ کیا جاتا ہے۔ جیسے کرنا۔ کرانا۔ دوسرے یہ کہ علامت مذکورہ سے پہلے واؤ اور الف (یعنی لفظ وا) زیادہ کیا جاتا ہے۔ اور مصدر کا دوسرا حرف حرف علت ہو۔ تو گر جاتا ہے۔ جیسے بھیجنا۔ بھجوانا۔ کھولنا کھلوانا۔ ڈالنا۔ ڈلوانا۔ چھاپنا۔ چھپوانا۔ روکنا۔ رکوانا۔ پیسنا۔ پسوانا۔ ہانکنا۔ ہنکوانا۔ مگر بیچنا کا متعدی بالواسطہ بچوانا۔ نہیں آتا بکوانا آتا ہے۔ یعنی چ۔ ک سے بدل جاتی ہے۔ (یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ عموماً مصدر بالواسطہ کے لئے علامت مصدر سے پہلے لفظ وا زیادہ کرتے ہیں۔ صرف زیادت الف کام نہیں دیتی۔ جیسے بھیجنا۔ ڈالنا وغیرہ سے بھجانا۔ ڈلانا نہیں آتا۔ بھجوانا۔ ڈلوانا وغیرہ آتا ہے) اور اگر مصدر میں تیسرا حرف حرف علت ہو تو وہ ساقط ہو جاتا ہے۔ جیسے کمانا۔ کموانا۔ نچوڑنا۔ نچڑوانا۔ اور چوتھا حرف حرف

علّت ہو تو اُس کو بھی حذف کر دیتے ہیں۔ جیسے پہچانا۔ پہچنوانا۔ چوانا میں علامت مصدر سے پہلے کا وا اصلی ہے۔ تعدیے کا نہیں۔ یہ بھی معلوم رہے۔ کہ ہر مصدر لازم سے متعدی اور ہر متعدی سے متعدی المتعدی یا متعدی بالواسطہ نہیں آتا۔ جیسے آنا۔ جانا۔ للچانا۔ گھبرانا۔ لڑکھڑانا۔ بلبلانا۔ تلملانا۔ پانا۔ لینا وغیرہ یہ مصادر جیسے ہیں۔ ہمیشہ ایسے ہی رہتے ہیں۔

اجزائے الفاظ کی کمی بیشی اور خواص کے رو سے مصدر کی قسمیں

مجرّد اور مزید فیہ

اُردو میں مصدر اجزائے الفاظ کی کمی بیشی اور خواص کے رو سے دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک وہ کہ اگر اس میں سے کوئی حرف کم کر دیا جائے۔ تو مصدر کی صورت بدل جائے یعنی مصدر مصدر نہ رہے۔ جیسے آنا۔ جانا۔ لکھنا۔ پڑھنا۔ وغیرہ۔ اس قسم کے مصدر کا نام ہم مجرّد رکھتے ہیں۔ دوسرے وہ کہ مصدر مجرّد پر کچھ حروف زیادہ کر کے بنایا گیا ہو۔ جیسے ہونا سے ہو چکنا۔ ہو لینا۔ ہو جانا۔ ہوتا رہنا۔ ہوا کرنا۔ اس طرح کے مصدر کو ہم مزید فیہ کہتے ہیں۔ اسی طرح اور مصادر و افعال کی بھی طرح طرح کی صورتیں ہیں۔ اور پہلی اور دوسری اقسام کے مقامات استعمال بھی جُدا جُدا

ہیں - مثلاً ہو چکا اور ہو لیا - یہ افعال اور جگہ استعمال ہوتے ہیں - ہوا اور جگہ مستعمل ہوتا ہے - ہوا کو ہو چکا اور ہو لیا کی جگہ استعمال کرنا کلام کو غلط اور خوبی کلام کو غارت کر دیتا ہے - شیخ ابراہیم ذوق کہتے ہیں - شعر

میں ہجر میں مرنے کے قریں ہو ہی چکا تھا
تم وقت پہ آپہنچے نہیں ہو ہی چکا تھا

اس شعر میں اگر ہو ہی چکا تھا کی جگہ ہوا تھا کہیں تو شعر میں جان نہیں رہتی +

اردو میں قسم دوم کے مصادر اور افعال کی نہایت خوشنما اور لطیف ترکیبیں ہیں - جن سے کلام میں شگفتگی اور برجستگی پیدا ہوتی ہے - ایسی صورتوں کے افعال میں علاوہ اس کے کہ اُن سے کلام میں زور اور لطافت و خوشنمائی پیدا ہو - جداگانہ خواص بھی ہوتے ہیں - مثلاً آیا میں (جو مصدر قسم اوّل کی ماضی ہے) مطلق آنا یعنی کام کا وقوع پایا جاتا ہے - آنے لگا میں (جو مصدر قسم دوم کی ماضی ہے) کام کا آغاز - آچکا میں کام کا اِختتام - آیا کیا میں عادت و دوام - آتا رہا میں استمرار - آنے دیا میں اجازت و اختیار - اشعار ذیل میں افعال مزید فیہ دیکھو

ضبط گریہ نے تماشا طرفہ تر دکھلا دیا
چشم کے کوزے میں دریا بند کر دکھلا دیا

عزیز احباب ساتھی دم کے ہیں پھر چھوٹ جاتے ہیں
جہاں یہ تار ٹوٹا سارے رشتے ٹوٹ جاتے ہیں

دیکھ لے حال شمع و پروانہ گھر جہنم ہے زن مریدوں کو

پھینک دو کاٹ کے جڑ نخلِ تمنّا کی امیر
پھول کمبخت ہیں آئے نہ کبھی پھل آئے

ہم نے ہر ادنےٰ کو اعلےٰ کر دیا خاکساری اپنی کام آئی بہت

روز روشن تیرہ بختی سے نہ دیکھا عمر بھر
شب کی شب گویا میں اس محفل میں مہماں رہ گیا

جس بات کی چاہو قسم اک مرتبہ لے لو
ہر بات تو قرآن اُٹھایا نہیں جاتا

فکر فردا کی گلے پڑ گئی عادت کیسی
جان کو ہم نے لگا لی ہے یہ علّت کیسی

اتنا ہوں تری تیغ کا شرمندۂ احسان
سر میرا ترے سر کی قسم اُٹھ نہیں سکتا

ہزل ہو یا جد نصیحت لیجئے ہر بات سے
کہہ گئے ہیں اہل دل دع ما کدر خذ ما صفا

جس کم سخن سے کیجئے تقریر بول اُٹھے

ہے ہم میں وہ کمال کہ تصویر بول اُٹھے

میرے نالوں سے نہیں خوشتر نوائے عندلیب
بندھ رہی ہے پر گلستاں میں ہوائے عندلیب

مصادر مزید فیہ[1] اور ان کے افعال کا عجب حال ہے
بعض مصادر ایسے دو مجرد مصدروں سے بنتے ہیں - جن
میں پہلا لازم ہوتا ہے - دوسرا متعدی جیسے سونے دینا -
اُٹھنے دینا - بیٹھنے دینا وغیرہ - ان میں سونا اور اٹھنا اور
بیٹھنا لازم ہے - اور دینا متعدی - **آتش**

رات بھر کیں دلِ بیتاب نے باتیں مجھ سے
رنج و محنت کے گرفتار نے سونے نہ دیا

بعض افعال ایسے دو اجزا سے بنتے ہیں جن میں
پہلا جز متعدی ہوتا ہے - دوسرا لازم - جیسے کرنا پڑا -
لینا پڑا - دینا پڑا وغیرہ - ان میں کرنا اور لینا اور دینا
متعدی ہیں - اور پڑا لازم - **شعر**

رہا دوستی پر نہ تکیہ کسی کی
بس اب دل سے شکووں کو دھونا پڑیگا

کبھی دونوں اجزا لازم ہوتے ہیں - جیسے مر گیا - جل
اُٹھا - اور کبھی دونوں متعدی - جیسے کرنے دیا +
بعض افعال میں دو متضاد اجزا جمع ہو جاتے ہیں -

---

[1] کوئی صاحب جو عربی پڑھے ہوئے ہوں - یہ نہ کہیں کہ مصادر کی
صفت مزید فیہا چاہئے تھا - ہم نے مزید فیہ عمداً لکھا ہے +

جیسے اُٹھ بیٹھ - آجا ٭

بعض میں ایک ہی فعل کی تکرار ہوتی ہے - جیسے لے لے - دے دے ٭

نظم میں بعض اوقات افعال مزید فیہ کا ایک جز کہیں جا پڑتا ہے - دوسرا کہیں - جیسے **حالی**

سپر بھی دی تو نے تیغ بھی دی مگر دیئے ہاتھ باندھ سب کے
جنھیں تھا یاں اختیار سب کچھ اُنھیں بھی بے اختیار دیکھا

ناسخ

قیس پیغام ہی کہتا ہوا اللہ رے شوق
ساتھ قاصد کے گیا تھا کئی منزل دوڑا

بعض افعال مزید فیہ ایسے ہیں - کہ ان کے مصادر مستعمل نہیں - اور ان کے صیغے بھی معدودے چند ہیں - جیسے کرنا پڑا - کرنا پڑتا ہے - کرنا پڑیگا - ان افعال کا مصدر (کرنا پڑنا) نہیں آتا - نہ اُن سے امر و نہی کے صیغے آتے ہیں - اور نہ اسم فاعل و اسم مفعول وغیرہ مشتق ہوتے ہیں ٭

بعض مصدر ایسے ہیں - کہ اُن سے ہر قسم کے فعل نہیں آتے - مثلاً آچکنا سے آچکا اور آچکے اور آچک تو آتا ہے - لیکن مت آچک نہیں آتا ٭

معلوم رہے کہ مصدر کے بیان سابق میں جو علامات اور قاعدے بیان کئے گئے ہیں - وہ مصدر قسم اوّل سے متعلق ہیں - مصدر قسم ثانی کا حال دوسرا ہے - اس لئے ضرور نہیں - کہ وہ علامات و قواعد اس مصدر پر

منطبق ہوں مثلاً مصدر لازم کی ایک یہ شناخت لکھی ہے
کہ اُس کی ماضی مطلق کے فاعل کے ساتھ نے نہیں آتا۔
جیسے وہ رو دیا۔ لیکن رو دینا جو مصدر مزید فیہ ہے۔
اس کی ماضی کے فاعل کے ساتھ نے آتا ہے[1]۔ جیسے شعر

شبنم نے رو دیا کہ میں اشکِ چکیدہ ہوں
گُل ہنس پڑا کہ میں بھی گریباں دریدہ ہوں

یا مثلاً مصدر متعدی کی ایک یہ علامت لکھی ہے۔ کہ
اُس کی ماضی مُطلق کے فاعل کے ساتھ ہمیشہ نے آتا
ہے۔ لیکن مزید فیہ میں ضرور نہیں۔ کہ سب جگہ یہ علامت
پائی جائے۔ جیسے کرنا کی ماضی کیا میں فاعل کے بعد
نے ضرور آئے گا۔ اور دوسری قسم میں کر لیا کے
بعد بھی۔ مگر کر بیٹھا اور کر چکا اور کر چلا کے فاعل
کے ساتھ کبھی نہیں آتا +

اب مشتقاتِ مصدر کا حال سُنو +

مشتقات

یاد رکھو کہ مشتقات جو بہت سے ہیں۔ اور حروف اور
حرکات و سکنات کے تغیّر و تبدّل کی وجہ سے سب کی
صورتیں جداگانہ ہیں۔ صیغے کہلاتے ہیں۔ اور صیغوں کے
اشتقاق کو تصریف یا گردان کہتے ہیں۔ صیغہ لغت میں

---

[1] نے کبھی نہیں بھی آتا۔ جیسے بحر سے

آج کچھ جس نے ذرا چھیڑا مجھے میں رو دیا
غم کے ہاتھوں دل ہتھیلی کا پھپھولا ہو گیا

ڈھلی ہوئی چیز کو کہتے ہیں - اور اصطلاح صرف میں حروف اور حرکات و سکنات کی تعداد اور ترتیب کے لحاظ سے لفظ کی جو صورت ہو اُس کا نام صیغہ ہے +

فعل کا بیان

فعل کی تعریف پہلے تم پڑھ چکے ہو - کہ جس کلمے میں منجملہ ازمنہ ثلثہ کے ایک زمانہ پایا جائے وہ فعل ہے - فعل میں زمانے کے ساتھ کام کا وقوع بھی پایا جاتا ہے - صبح - شام - رات - دن - کل پرسوں میں بھی زمانہ پایا جاتا ہے - مگر یہ فعل نہیں ہیں - کیونکہ ان میں کام کا صدور نہیں پایا جاتا - وہ آتا ہے - میں جاتا ہوں - تم لاؤگے یہ فعل ہیں - اس لئے کہ ان میں کام کا وقوع بھی ہے اور زمانہ بھی ہے - مگر مت سمجھنا - کہ ہر فعل میں کام کا ثبوت یعنی ہونا پایا جانا ضرور ہے - بلکہ کام کا عدم ثبوت یعنی نہ ہونا پایا جائے تو وہ بھی فعل ہے - جیسے میں نے سبق پڑھا - اس سے سبق کا پڑھنا یعنی ایک کام کا ہونا پایا جاتا ہے - اُس نے سبق نہیں پڑھا - اس سے نہ پڑھنا یعنی ایک کام کا نہ ہونا مفہوم ہوتا ہے تو پڑھا اور نہیں پڑھا دونوں ہی فعل ہیں +

فعل کی قسمیں

فعل کی چھ قسمیں ہیں :- ماضی - مضارع - حال -

مستقبل - امر - نہی +

ماضی کی تعریف اور اُس کی قسمیں

۱- ماضی مطلق

ماضی جس سے گزرا ہوا زمانہ سمجھا جائے چونکہ کائنات کی پیدائش سے اس وقت تک تمام زمانہ گزرا ہوا ہے - اور اس میں قرب و بعد پایا جاتا ہے - یعنی تھوڑی دیر کا گزرا ہوا ہے یا بہت مدت کا - اس لیے اگر ماضی میں زمانے کے قرب و بعد کا لحاظ نہ ہو - اور مطلق گزرنا سمجھا جائے - تو اُس کو ماضی مطلق کہتے ہیں - جیسے آیا - گیا - اُٹھا - بیٹھا +

۲- ماضی قریب

اور اگر پاس کا گزرا ہوا زمانہ مفہوم ہو - تو ماضی قریب - جیسے زید آیا ہے +

۳- ماضی بعید

اور اگر مدت کا گزرا ہوا زمانہ سمجھا جائے - تو ماضی بعید جیسے آیا تھا +

ان تین قسموں کے علاوہ ماضی کی تین قسمیں اور ہیں +

۴- ماضی استمراری یا ماضی ناتمام

ایک ماضی استمراری - (جس کو ناتمام بھی کہتے ہیں) اس سے زمانہ گزشتہ میں فعل کی تکرار یا اُس کا پورا نہ ہونا پایا جاتا ہے - جیسے کرتا تھا +

حقیقت میں ماضی استمراری اور ناتمام معنوں کے لحاظ سے دو جدا جدا قسمیں ہیں - مگر چونکہ دونوں کا صیغہ ایک ہے - اس لیے دونوں کی ایک ہی قسم قرار دی جاتی ہے - لیکن اس بات کا خیال رکھنا کہ جس ماضی میں فعل

تکرار سمجھی جائے - اس کو ماضی استمراری کہنا - اور جس سے فعل کا پورا نہ ہونا سمجھا جائے - اُس کو نا تمام - جیسے حامد ہر روز محمود سے ملتا تھا - اُس فقرے میں فعل کی تکرار سمجھی جاتی ہے - یعنی ہر روز ملا کرتا تھا - اس لیے ملتا تھا کو ماضی استمراری کہنا چاہیئے - مومن

پاتے تھے چین کب غم دوری سے گھر میں ہم
راحت وطن کی یاد کریں کیا سفر میں ہم

اس شعر میں پاتے تھے ماضی نا تمام ہے - کیونکہ اس میں فعل کا پورا نہ ہونا پایا جاتا ہے +

۵ - ماضی احتمالی یا شکی پانچویں ماضی احتمالی یا شکی - جس میں فعل کے واقع ہو چکنے یا نہ ہو چکنے کا شک و احتمال ہو - جیسے زید آیا ہوگا - اس جملے میں زید کے آنے میں شک پایا جاتا ہے - خالد نہیں گیا ہوگا - اس جملے میں خالد کے نہ جانے میں شک پایا جاتا ہے +

۶ - ماضی شرطی یا تمنائی چھٹی ماضی شرطی یا تمنائی - جس میں شرط یا آرزو پائی جائے - جیسے اگر آتا - کاش آتا +

مضارع ایک ایسا فعل ہے - جو حال اور استقبال دونو زمانوں پر دلالت کرتا ہے - جیسے " آپ اجازت دیں - تو میں حاضر ہوں " - یعنی میرا حاضر ہونا آپ کی اجازت پر موقوف ہے - اگر اب اجازت دیں تو اب آؤں - اور اگر کل تو کل اور اگر پرسوں تو پرسوں +

فعل حال میں صرف بالفعل کا یعنی گزرتا ہوا زمانہ پایا جاتا ہے - جیسے " میں تم کو نصیحت کرتا ہوں " - یعنی

اب نصیحت کرتا ہوں +

فعل مستقبل سے صرف آنے والا زمانہ سمجھا جاتا ہے۔
جیسے آئے گا۔ یعنی آئندہ آئیگا +

فعل امر میں کسی کام کے کرنے کا حکم یا خواہش
ہوتی ہے۔ جیسے حامد! یہاں آؤ +

فعل نہی میں کسی کام کے نہ کرنے کا حکم یا خواہش
ہوتی ہے۔ جیسے نہ کرو۔ مت جاؤ +

ان سب اقسام فعل کے اچھی طرح ذہن نشین کرنے
کے لئے یہ شجرہ دیکھو:۔

فعل
(۱) ماضی
(۲) مضارع
(۳) حال
(۴) مستقبل
(۵) امر
(۶) نہی

(۱) ماضی مطلق
(۲) ماضی قریب
(۳) ماضی بعید
(۴) ماضی استمراری یا ناتمام
(۵) ماضی احتمالی یا شکیہ
(۶) ماضی شرطیہ یا تمنائی
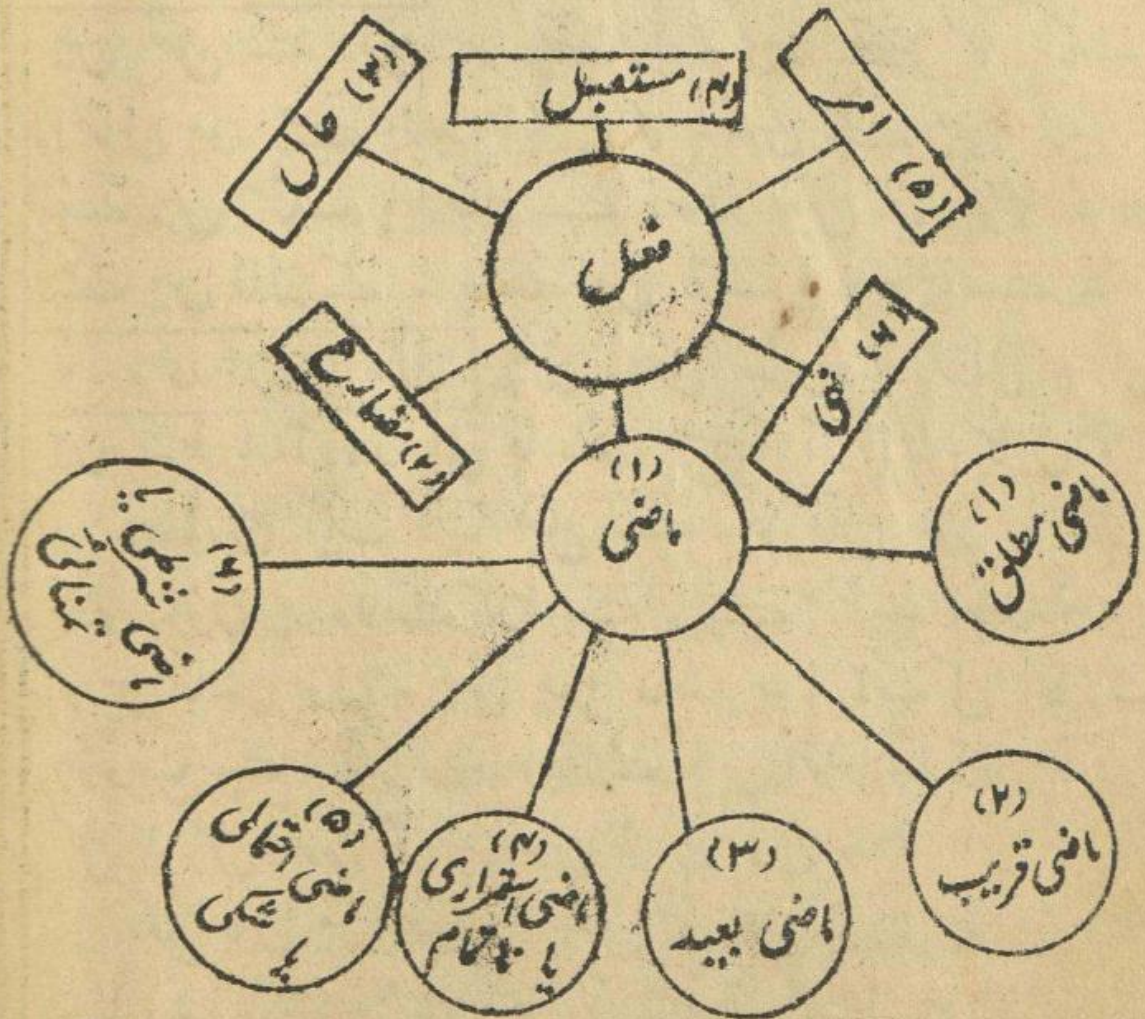
معروف و مجہول

فعل اپنے فاعل کے لحاظ سے بھی دو طرح کا ہوتا ہے - معروف - مجہول - جس فعل کا فاعل مذکور و معلوم ہو - اُس کو معروف کہتے ہیں - اور جس کا فاعل معلوم نہ ہو - اُس کو مجہول - فعل مجہول ہمیشہ متعدی ہوتا ہے - کیونکہ اس میں مفعول قائم مقام فاعل ہوتا ہے - جس کو مفعول مالم یسم فاعلہٗ بھی کہتے ہیں - فعل معروف کی مثال - شعر

اک یہاں جینے سے بیزار ہمیں ہیں یا رب
یا اسی طرح سے سب عمر بسر کرتے ہیں

اس شعر میں بسر کرتے ہیں کا فاعل سب یعنی سب لوگ معلوم ہے تو بسر کرتے ہیں فعل معروف ہے - فعل مجہول کی مثال - شعر

کاش اک جام بھی سالک کو پلایا جاتا
اک چراغ اور سرِ راہ جلایا جاتا

اس شعر میں یہ معلوم نہیں ہوتا - کہ سالک کو جام پلانے والا اور سرِ راہ چراغ جلانے والا کون شخص ہوتا - صرف پلائے جانے اور جلائے جانے کا ذکر ہے - پس پلایا جاتا اور جلایا جاتا فعل مجہول ہیں - اور جام اور چراغ ان کے مفعول مالم یسم فاعلہٗ ✦

مثبت و منفی

اثبات اور نفی کے لحاظ سے بھی فعل کی دو قسمیں

ہیں۔ یعنی فعل ہیں یا تو کام کا ثبوت یعنی ہونا پایا جاتا ہے۔ یا عدم ثبوت یعنی نہ ہونا۔ پہلی صورت ہیں فعل کو مثبت کہتے ہیں۔ دوسری میں منفی۔ جیسے "میں نے سبق پڑھا۔" یہ فعل مثبت ہے۔ "احمد نے کھانا نہیں کھایا۔" یہ منفی ہے۔ لیکن جب کسی کو کام نہ کرنے کے لیے کہیں یعنی منع کریں۔ تو اس صورت ہیں فعل کو نہی کہتے ہیں۔ جیسے غالب

نہ سنو گر برا کہے کوئی ۔۔۔ نہ کہو گر برا کرے کوئی

صیغوں کی تعداد اب یہ معلوم کرنا چاہیئے۔ کہ فعل کی چھوٹوں قسموں ہیں جن میں ماضی کی اقسام ششگانہ ملا کر گیارہ ہوتی ہیں۔ کتنے کتنے صیغے آتے ہیں۔ سو صیغوں کا شمار فاعل کی حالت کے شمار پر منحصر ہے۔ اور وہ تین حالتیں ہیں +

تذکیر و تانیث ایک حالت تذکیر و تانیث ہے۔ یعنی فاعل فعل دو حال سے خالی نہیں۔ مرد اور نر ہے تو مذکر ہے۔ عورت اور مادہ ہے تو مؤنث۔ مرد ہو گا تو کہینگے وہ لایا۔ عورت ہوگی تو کہینگے وہ لائی۔ فعل مجہول کی صورت ہیں مرد کی نسبت کہینگے وہ بھیجا گیا۔ اور عورت کی نسبت کہینگے وہ بھیجی گئی +

وحدت و جمعیت فاعل دوسری حالت وحدت و جمع ہے۔ یعنی فاعل ایک ہے یا ایک سے زیادہ۔ ایک ہو تو اس کو واحد کہتے ہیں۔ ایک سے زیادہ ہو تو جمع۔ جیسے وہ لایا وہ لائے۔ عربی ہیں واحد اور جمع کے علاوہ دو کے واسطے

تثنیے کا صیغہ بھی ہوتا ہے۔ لیکن فارسی اور اردو میں ایک سے زیادہ داخل جمع ہیں ؂

غائب۔ حاضر۔ متکلم تیسری حالت اُس کے غائب یا حاضر یا متکلم ہونے کی ہے۔ یعنی فاعل تین حال سے خالی نہیں یا تو خود بات کرنے والا ہوتا ہے۔ اُس کو متکلم کہتے ہیں۔ جیسے میں کرتا ہوں۔ یا وہ شخص ہوتا ہے جس سے خطاب کریں۔ اُس کو حاضر کہتے ہیں۔ اور مخاطب بھی۔ جیسے تم لاتے ہو۔ تیسرا جو نہ متکلم ہو نہ مخاطب بلکہ مخاطب سے اُس کا ذکر کیا جائے۔ اُس کو غائب کہتے ہیں۔ جیسے زید لایا۔ یہاں زید نہ متکلم ہے نہ مخاطب۔ بلکہ غائب ہے۔ قیاس اس امر کا مقتضی تھا۔ کہ فاعل کی ان حالتوں کے لحاظ سے گیارہ افعال مذکورۂ بالا کے بارہ بارہ صیغے ہوتے۔ واحد مذکر غائب۔ جمع مذکر غائب۔ واحد مؤنث غائب۔ جمع مؤنث غائب۔ واحد مذکر حاضر۔ جمع مذکر حاضر۔ واحد مؤنث حاضر۔ جمع مؤنث حاضر۔ واحد مذکر متکلم۔ جمع مذکر متکلم۔ واحد مؤنث متکلم۔ جمع مؤنث متکلم۔ مگر امر اور نہی میں متکلم کے صیغے بالکل نہیں آتے۔ جمع متکلم کا صیغہ مذکر اور مؤنث میں تمام افعال میں مشترک ہے۔ بعض قسم کے افعال میں مذکر اور مؤنث کے تمام صیغے ایک ہی طرح کے ہوتے ہیں۔ ان میں کچھ امتیاز نہیں ہوتا۔ جیسا کہ فعل مضارع کی گردان سے معلوم ہوگا۔ یہ صورت تو فعل لازم کی ہے فعل متعدی کی صورت اس سے مختلف ہے۔ وہ جب

مجہول ہوتا ہے۔ تو اُس میں امر حاضر اور نہی حاضر کے صیغے بھی نہیں آتے۔ صرف چار چار صیغے غائب کے آتے ہیں۔ گردانوں سے ہر قسم کے افعال کے صیغوں کی تعداد معلوم ہوگی۔ اگرچہ ان میں مشترک صیغوں کی تکرار غیر ضروری تھی۔ مگر چونکہ اور اہل قواعد* اُن کو گردانوں میں درج کر دیتے ہیں۔ اس لئے ہم بھی اُن کی تکرار میں حرج نہیں دیکھتے *

فائدہ۔ جس طرح عموماً صیغوں کی تذکیر و تانیث اور وحدت و جمعیت فاعل کے لحاظ سے ہوتی ہے یعنی فعل اس لئے مذکر یا مؤنث یا واحد یا جمع ہوتا ہے۔ کہ فاعل مذکر یا مؤنث یا واحد یا جمع ہوتا ہے۔ جیسے زید لایا۔ حمیدہ بولی۔ مرد دوڑے۔ عورتیں ہنسیں۔ یا جیسے بادل گرجا۔ بجلی چمکی۔ اولے پڑے۔ بوندیں برسیں۔ اسی طرح افعال متعدی کی تذکیر و تانیث اور وحدت و جمع بلحاظ مفعول ہوتی ہے۔ یعنی متعدی بہ یک مفعول میں بہ لحاظ پہلے مفعول کے اور متعدی بدو مفعول میں بہ اعتبار دوسرے مفعول کے۔ جیسے کھانا کھایا۔ روٹی کھائی۔ کھانے کھائے۔ روٹیاں کھائیں۔ پانی پلایا۔ روپیہ دلوایا۔ روٹی کھلائی۔ روپے دلوائے۔ کتاب پڑھائی۔ کتابیں پڑھائیں۔ اشرفی دلوائی۔ اشرفیاں دلوائیں۔ لیکن جب علامت مفعول (کو) مذکور ہو تو فعل ہمیشہ واحد اور مذکر آتا ہے۔ جیسے گھوڑے کو دیکھا۔ گھوڑوں کو دیکھا۔ گھوڑی کو دیکھا۔ گھوڑیوں کو دیکھا۔ مگر یاد رکھو کہ ایسے افعال میں

ہر چند صیغے کی صورت بلحاظ تذکیر و تانیث وحدت و جمعیت مفعول بدل جاتی ہے۔ لیکن چونکہ ان میں فاعل مذکور ہوتا ہے۔ اس لیئے جب صیغے کو واحد یا جمع یا مذکر یا مؤنث کہینگے۔ تو بہ اعتبار فاعل کہینگے۔ مثلاً اُس نے کتابیں پڑھیں۔ یہاں پڑھیں واحد مذکر غائب کا صیغہ بھی ہے اور واحد مؤنث غائب کا بھی۔ کیونکہ اُس نے مرد کو بھی کہتے ہیں۔ عورت کو بھی۔ اسی طرح تم نے گھوڑے دیکھے۔ جمع مذکر حاضر کا صیغہ بھی ہے۔ اور جمع مؤنث حاضر کا بھی +

یہ بھی معلوم رہے کہ جن افعال متعدّی میں تذکیر و تانیث اور وحدت و جمعیت بہ لحاظ مفعول ہوتی ہے ان کے متعدّی المتعدّی اور متعدی بالواسطہ میں دوسرے مفعول کے لحاظ سے ہوتی ہے۔ جیسے ہم نے خالد کو پانی پلوایا۔ حامد نے محمود کو روپے دلواتے۔ زید نے عمرو کو کتاب پڑھائی۔ احمد نے نصیر کو اشرفیاں دلوائیں +

ماضی مطلق

جس میں بلا لحاظ قرب و بعد مطلق زمانے کا گزرنا پایا جائے +

قاعدہ ۔ صیغہ ماضی مطلق مصدر سے بنتا ہے۔ اس طرح سے کہ علامتِ مصدر (نا) گرا کر الف یا واؤ رہے۔ تو لفظ یا زیادہ کرتے ہیں۔ ورنہ صرف الف۔ جیسے آیا۔ لایا کھایا۔ آنا۔ لانا۔ کھانا سے رویا۔ دھویا۔ کھویا۔ رونا۔

دھونا ۔ کھونا سے اٹھا ۔ بیٹھا ۔ لیٹا ۔ اُٹھنا ۔ بیٹھنا ۔ لیٹنا سے لیکن
تین چار صیغے خلاف قاعدہ بنائے گئے ہیں ۔ جیسے کرنا
سے کیا ۔ ہونا سے ہؤا ۔ چھونا سے چھؤا ۔ مرنا سے مؤا۔
اگرچہ قاعدے کے مطابق مرا بھی آتا ہے ۔ ہؤا اور چھؤا
اور مؤا میں واؤ کو بولنے میں ہمزے سے بدل دیتے ہیں ٭

ماضی بنانے کا قاعدہ جو بیان کیا گیا ہے ۔ صرف واحد
مذکّر کے لئے ہے ۔ دوسرے صیغے واحد مذکر میں کسی قدر
تصرف کرنے سے بنائے جاتے ہیں ۔ جمع مذکر اور جمع[۱] مؤنّث
متکلّم کے لیے دوسری صورت میں یعنی اگر واحد مذکر میں الف
زیادہ کیا ہو الف کو یاے مجہول سے بدل دیتے ہیں ۔
جیسے اُٹھا ۔ بیٹھا ۔ لیٹا سے اُٹھے ۔ بیٹھے ۔ لیٹے اور واحد مؤنّث
کے لیے الف کو یاے معروف سے بدلتے ہیں ۔ جیسے اُٹھی
بیٹھی ۔ لیٹی ۔ لیکن اگر الف سے پہلے یؔ ہو تو صرف الف
کو گرا دینے سے واحد مؤنث کا صیغہ بن جاتا ہے ۔ جیسے کی[۲]

[۱] اس کتاب میں یہ بات سب کتب قواعد کے خلاف نظر آئیگی ۔ کہ افعال
ماضی و حال و مستقبل میں صیغہاے جمع مؤنّث متکلّم کے بنانے کے وہی
قاعدے لکھے گئے ہیں ۔ جو جمع مذکر متکلّم کے بنانے کے ہیں ۔ یاد رکھنا
چاہیئے ۔ کہ ان صیغوں میں امتیاز خلاف محاورۂ اہل دہلی و لکھنؤ
ہے ۔ دہلی اور لکھنؤ میں جس طرح مرد ہم آئے ۔ ہم آتے ہیں ۔ ہم
آئینگے بولتے ہیں ۔ اسی طرح عورتیں بولتی ہیں ٭

[۲] اکثر لوگ خصوصاً کچہری کے منشی بجاے کی کری بولتے
اور لکھتے ہیں ۔ جیسے درخواست کری اور غلطی کری ۔ یہ صحیح
نہیں ٭

لی - دی - کیا - لیا - دیا - سے - اور جمع مؤنث غائب و حاضر کے
لئے واحد مؤنث کے آخر میں نون غنہ بڑھا دیتے ہیں - جیسے اُٹھیں
بیٹھیں - اور اگر واحد مذکر میں لفظ یا زیادہ کیا ہو - تو جمع مذکر
اور جمع مؤنث متکلم کے لئے یا کو ئے (یعنی ہمزے اور یائے مجہول)
سے بدلتے ہیں - جیسے روئے اور واحد مؤنث میں یا کو ئی
(یعنی ہمزے اور یائے معروف) سے بدلتے ہیں - جیسے آئی - لائی -
اور جمع مؤنث غائب و حاضر کے لئے واحد مؤنث میں نون غنہ
بڑھاتے ہیں - جیسے آئیں - لائیں - اور اگر ماضی مطلق میں فاعل
کے ساتھ نے آئے تو کسی صیغے میں کچھ تغیر و تبدل نہیں کیا جاتا +
ذیل کے نقشے میں تینوں قسم کی گردانیں دیکھو :-

صیغہ / فعل	ماضی مطلق بنسبت معروف	ایضاً	ایضاً
واحد مذکر غائب	وہ لایا	وہ بیٹھا	اس نے کیا
جمع مذکر غائب	وہ لائے	وہ بیٹھے	انہوں نے کیا
واحد مؤنث غائب	وہ لائی	وہ بیٹھی	اس نے کیا
جمع مؤنث غائب	وہ لائیں	وہ بیٹھیں	انہوں نے کیا
واحد مذکر حاضر	تو لایا	تو بیٹھا	تو نے کیا
جمع مذکر حاضر	تم لائے	تم بیٹھے	تم نے کیا
واحد مؤنث حاضر	تو لائی	تو بیٹھی	تو نے کیا
جمع مؤنث حاضر	تم لائیں	تم بیٹھیں	تم نے کیا
واحد مذکر متکلم	میں لایا	میں بیٹھا	میں نے کیا
جمع مذکر متکلم	ہم لائے	ہم بیٹھے	ہم نے کیا
واحد مؤنث متکلم	میں لائی	میں بیٹھی	میں نے کیا
جمع مؤنث متکلم	ہم لائے	ہم بیٹھے	ہم نے کیا

مصدر متعدی المتعدی یا متعدّی بالواسطہ کی ماضی مطلق بنانے کے لیئے علامت مصدر حذف کر کے لفظ وایا لگاتے ہیں - جیسے گروایا - لکھوایا - دلوایا - اُٹھوایا - ڈلوایا - بچھوایا - وغیرہ اور باقی صیغوں میں اُسی طرح تصرف کیا جاتا ہے جس طرح ماضی لازم یا متعدی بنفسہٖ یا بلا واسطہ میں جس میں لفظ یا زیادہ کیا جاتا ہے - جیسے کھلایا - کھلوایا وغیرہ ؎

ماضی قریب

جس سے تھوڑی مدت کا گزرا ہوا زمانہ سمجھا جائے ؎

قاعدہ - اس کے صیغے ماضی مطلق سے بنتے ہیں اس طرح سے کہ واحد غائب اور واحد حاضر پر لفظ ہے - اور واحد متکلم پر ہوں بواؤ معروف اور جمع غائب اور جمع متکلم پر ہیں - اور جمع حاضر پر ہو بواؤ مجہول زیادہ کیا جاتا ہے - جمع مؤنث غائب اور حاضر کے صیغوں میں فعل ماضی مطلق کا صیغہ بدستور واحد ہی رہتا ہے - یعنی جس طرح ماضی مطلق میں جمع مؤنث غائب اور حاضر بنانے کے لیے واحد مؤنث پر نون غنہ زیادہ کیا جاتا ہے - ماضی قریب میں ماضی مطلق پر یہ زیادتی نہیں کی جاتی - جیسے لائی ہیں - لائی ہو ؎

گردان

صیغہ	فعل: ماضی قریب مثبت معروف
واحد مذکر غائب	وہ آیا ہے یا لایا ہے
جمع مذکر غائب	وہ آئے ہیں یا لائے ہیں
واحد مونث غائب	وہ آئی ہے یا لائی ہے
جمع مونث غائب	وہ آئی ہیں یا لائی ہیں
واحد مذکر حاضر	تو آیا ہے یا لایا ہے
جمع مذکر حاضر	تم آئے ہو یا لائے ہو
واحد مونث حاضر	تو آئی ہے یا لائی ہے
جمع مونث حاضر	تم آئی ہو یا لائی ہو
واحد مذکر متکلم	میں آیا ہوں یا لایا ہوں
جمع مذکر متکلم	ہم آئے ہیں یا لائے ہیں
واحد مونث متکلم	میں آئی ہوں یا لائی ہوں
جمع مونث متکلم	ہم آئی ہیں یا لائی ہیں

اور جن صیغہائے ماضی مطلق میں فاعل کے ساتھ نے آتا ہے۔ اُن سے ماضی قریب بنانے میں سب صیغوں میں صرف لفظ ہے زیادہ کیا جاتا ہے۔ جیسے اُس نے کیا ہے اُنھوں نے کیا ہے۔ اور جن صیغوں کی صورت مفعول کی وحدت و جمع اور تذکیر و تانیث سے بدلتی ہے۔ ان میں، اگر مفعول واحد ہے تو صیغے میں ہے زیادہ کرتے ہیں۔ اور جمع ہے تو ہیں۔ جیسے اُس نے کھانا کھایا ہے۔ کھانے کھائے ہیں۔ کتاب پڑھی ہے۔ کتابیں پڑھی ہیں ؛

ماضی بعید

جس سے مدت کا گزرا ہوا زمانہ سمجھا جائے ؛

بنانے کا **قاعدہ** یہ ہے کہ ماضی مطلق کے صیغہ واحد مذکر پر لفظ تھا اور جمع مذکر اور جمع مؤنث متکلم پر تھے۔ اور واحد مؤنث غائب و حاضر پر صیغہ واحد کے لیے تھی۔ اور

جمع کے لیے تھیں زیادہ کرتے ہیں۔ یعنی صیغہ ماضی مطلق جمع مؤنث غائب و حاضر میں واحد مؤنث کی طرح واحد ہی رہتا ہے۔ اور جن صیغہاے ماضی مطلق میں فاعل کے ساتھ نے آتا ہے۔ ان پر لفظ تھا بڑھاتے ہیں۔ اور جن صیغوں کی صورت مفعول کی تذکیر و تانیث اور وحدت و جمع سے بدل جاتی ہے۔ ان میں اگر مفعول واحد مذکر ہے۔ تو صیغے میں تھا زیادہ کرتے ہیں۔ جمع مذکر ہے تو تھے۔ واحد مؤنث ہے تو تھی۔۔ جمع مؤنث ہے تو تھیں +

گردان

فعل / صیغہ	جمع مؤنث متکلم	واحد مؤنث متکلم	جمع مذکر متکلم	واحد مذکر متکلم	جمع مؤنث حاضر	واحد مؤنث حاضر	جمع مذکر حاضر	واحد مذکر حاضر	جمع مؤنث غائب	واحد مؤنث غائب	جمع مذکر غائب	واحد مذکر غائب
ماضی بعید مثبت معروف	ہم آئے تھے - لائے تھے	میں آئی تھی - لائی تھی	ہم آئے تھے - لائے تھے	میں آیا تھا - لایا تھا	تم آئی تھیں - لائی تھیں	تو آئی تھی - لائی تھی	تم آئے تھے - لائے تھے	تو آیا تھا - لایا تھا	وہ آئی تھیں - لائی تھیں	وہ آئی تھی - لائی تھی	وہ آئے تھے - لائے تھے	وہ آیا تھا - لایا تھا

کہنے کو تو یہ ماضی بعید ہے۔ مگر بعض اوقات اس میں نہایت قریب کا زمانہ پایا جاتا ہے۔ مثلاً احمد ابھی ابھی یہاں آیا تھا۔ میں نے ابھی میز پر کتاب رکھی تھی +

ماضی استمراری یا ناتمام

جس سے زمانہ گزشتہ میں کام کی تکرار یا اُس کا پورا نہ ہونا سمجھا جائے ٭

یہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ کہ استمراری اور ناتمام حقیقت میں ماضی کی دو جدا جدا قسمیں ہیں۔ اگر گزرے ہوئے زمانے میں کام کی تکرار سمجھی جائے۔ تو استمراری ہے۔ اور اگر پورا نہ ہونا پایا جائے۔ تو ناتمام ٭

یہ ماضی ماضی مطلق سے نہیں بنتی۔ بلکہ مصدر سے نا (علامتِ مصدر) گرا کر لفظ تا تھا زیادہ کرتے ہیں۔ اور جس طرح ماضی مطلق کے واحد مذکر کا الف جمع مذکر میں اور جمع مؤنث متکلم میں یائے مجہول سے اور واحد مؤنث میں یائے معروف سے۔ اور جمع مؤنث غائب و حاضر میں یائے معروف اور نون غنہ سے بدل جاتا ہے۔ اسی طرح تا تھا کے الف بدل جاتے ہیں لیکن جمع مؤنث غائب و حاضر میں تا کا الف صرف یائے معروف سے۔ اور تھا کا الف یائے معروف اور نون غنہ سے بدلتا ہے ٭

گردان

صیغہ	فعل — ماضی استمراری مثبت معروف
واحد مذکر غائب	وہ لاتا تھا
جمع مذکر غائب	وہ لاتے تھے
واحد مؤنث غائب	وہ لاتی تھی
جمع مؤنث غائب	وہ لاتی تھیں
واحد مذکر حاضر	تو لاتا تھا
جمع مذکر حاضر	تم لاتے تھے
واحد مؤنث حاضر	تو لاتی تھی
جمع مؤنث حاضر	تم لاتی تھیں
واحد مذکر متکلم	میں لاتا تھا
جمع مذکر متکلم	ہم لاتے تھے
واحد مؤنث متکلم	میں لاتی تھی
جمع مؤنث متکلم	ہم لاتی تھیں

ماضی شکی یا احتمالی

جس میں کام کے ہونے یا نہ ہونے میں شک و احتمال پایا جائے۔

یہ ماضی دو طریق سے بنائی جاتی ہے۔ ایک ماضی مطلق سے۔ دوسرے ماضی استمراری سے تھا۔ تھے۔ تھی۔ تھیں دور کرنے سے دونوں صورتوں میں صیغہائے مذکر کے لیے دونوں ماضیوں کے صیغہ واحد مذکر غائب اور حاضر پر لفظ ہوگا اور واحد مذکر متکلم پر ہونگا اور جمع مذکر غائب اور جمع مذکر و مؤنث متکلم پر ہونگے بیائے مجہول اور جمع مذکر حاضر پر ہوگے۔ (بیائے مجہول) اور واحد مؤنث غائب و حاضر اور جمع مؤنث حاضر پر ہوگی۔ (بیائے معروف) اور واحد متکلم مؤنث پر ہونگی (بواو معروف و یائے معروف) اور جمع مؤنث غائب پر لفظ ہونگی (بواؤ مجہول و یائے معروف) زیادہ کرو۔ لیکن جب ماضی کے فاعل کے ساتھ نے آتا ہے۔ اس پر صرف لفظ ہوگا بڑھاؤ۔ اور جن صیغوں کی صورت مفعول کی تذکیر و تانیث اور وحدت

و جمع سے بدل جاتی ہے ان میں اگر مفعول واحد مذکر ہے۔ تو صیغے میں ہوگا زیادہ کرو۔ جمع مذکر ہے تو ہونگے (بواو مجہول و یاے مجہول) واحد مؤنث ہے تو ہوگی (بیاے معروف) جمع مؤنث ہے تو ہوں گی (بواو مجہول و یاے معروف)۔

گردان

صیغہ / فعل	ماضی شکیہ یا احتمالی مثبت معروف
واحد مذکر غائب	وہ لایا ہوگا یا لاتا ہوگا
جمع مذکر غائب	وہ لائے ہونگے یا لاتے ہونگے
واحد مؤنث غائب	وہ لائی ہوگی یا لاتی ہوگی
جمع مؤنث غائب	وہ لائی ہونگی یا لاتی ہونگی
واحد مذکر حاضر	تو لایا ہوگا یا لاتا ہوگا
جمع مذکر حاضر	تم لائے ہوگے یا لاتے ہوگے
واحد مؤنث حاضر	تو لائی ہوگی یا لاتی ہوگی
جمع مؤنث حاضر	تم لائی ہوگی یا لاتی ہوگی
واحد مذکر متکلم	میں لایا ہونگا یا لاتا ہونگا
جمع مذکر متکلم	ہم لائے ہونگے یا لاتے ہونگے
واحد مؤنث متکلم	میں لائی ہونگی یا لاتی ہونگی
جمع مؤنث متکلم	ہم لائے ہونگے یا لاتے ہونگے

ماضی شرطی یا تمنائی

جس سے شرط یا آرزو سمجھی جائے۔ اگر شرط کے معنے پائے جائیں۔ تو شرطی کہو۔ تمنا سمجھی جائے تو تمنائی۔

یہ ماضی تین طریق سے بنائی جاتی ہے:۔

طریق اوّل۔ مصدر سے نا ساقط کر کے تا (بتاے مثناۃ فوقانیہ) زیادہ کرتے اور صیغہاے جمع اور مؤنث میں تا کے الف کو اسی طرح بدل دیتے ہیں۔ جس طرح ماضی مطلق کا الف بدل جاتا ہے۔

گردان

صیغہ / فعل	ماضی شرطی یا تمنائی مثبت معروف
جمع مؤنث متکلم	ہم آتے یا لاتے
واحد مؤنث متکلم	میں آتی یا لاتی
جمع مذکر متکلم	ہم آتے یا لاتے
واحد مذکر متکلم	میں آتا یا لاتا
جمع مؤنث حاضر	تم آتیں یا لاتیں
واحد مؤنث حاضر	تو آتی یا لاتی
جمع مذکر حاضر	تم آتے یا لاتے
واحد مذکر حاضر	تو آتا یا لاتا
جمع مؤنث غائب	وہ آتیں یا لاتیں
واحد مؤنث غائب	وہ آتی یا لاتی
جمع مذکر غائب	وہ آتے یا لاتے
واحد مذکر غائب	وہ آتا یا لاتا

طریق دوم - ماضی مطلق پر ہوتا لگانے سے - مرزا غالب

میری قسمت میں غم اگر اتنا تھا دل بھی یا رب کئی دیے ہوتے

تانیث اور جمع میں ہوتا کا الف بدلتا رہتا ہے - جیسا کہ گردانوں سے معلوم ہوگا +

گردان

صیغہ / فعل	ماضی شرطی یا تمنائی مثبت معروف
جمع مؤنث متکلم	ہم آئے ہوتے یا لائے ہوتے
واحد مؤنث متکلم	میں آئی ہوتی یا لائی ہوتی
جمع مذکر متکلم	ہم آئے ہوتے یا لائے ہوتے
واحد مذکر متکلم	میں آیا ہوتا یا لایا ہوتا
جمع مؤنث حاضر	تم آئی ہوتیں یا لائی ہوتیں
واحد مؤنث حاضر	تو آئی ہوتی یا لائی ہوتی
جمع مذکر حاضر	تم آئے ہوتے یا لائے ہوتے
واحد مذکر حاضر	تو آیا ہوتا یا لایا ہوتا
جمع مؤنث غائب	وہ آئی ہوتیں یا لائی ہوتیں
واحد مؤنث غائب	وہ آئی ہوتی یا لائی ہوتی
جمع مذکر غائب	وہ آئے ہوتے یا لائے ہوتے
واحد مذکر غائب	وہ آیا ہوتا یا لایا ہوتا

طریق سوم ۔ ماضی شکی سے گا ۔ گے ۔ گی کے حذف کرنے سے ؛

گردانیں

صیغہ / فعل	ماضی شرطی یا تمنائی مثبت معروف	ایضاً
واحد مذکر غائب	وہ آیا ہو یا لایا ہو	اس نے کیا ہو
جمع مذکر غائب	وہ آئے ہوں یا لائے ہوں	انہوں نے کیا ہو
واحد مونث غائب	وہ آئی ہو یا لائی ہو	اس نے کیا ہو
جمع مونث غائب	وہ آئی ہوں یا لائی ہوں	انہوں نے کیا ہو
واحد مذکر حاضر	تو آیا ہو یا لایا ہو	تو نے کیا ہو
جمع مذکر حاضر	تم آئے ہو یا لائے ہو	تم نے کیا ہو
واحد مونث حاضر	تو آئی ہو یا لائی ہو	تو نے کیا ہو
جمع مونث حاضر	تم آئی ہو یا لائی ہو	تم نے کیا ہو
واحد مذکر متکلم	میں آیا ہوں یا لایا ہوں	میں نے کیا ہو
جمع مذکر متکلم	ہم آئے ہوں یا لائے ہوں	ہم نے کیا ہو
واحد مونث متکلم	میں آئی ہوں یا لائی ہوں	میں نے کیا ہو
جمع مونث متکلم	ہم آئے ہوں یا لائے ہوں	ہم نے کیا ہو

فعل مضارع

جس میں حال اور استقبال دونوں زمانے پائے جاتے ہیں ؛

قاعدہ ۔ مضارع مصدر سے بنتا ہے ۔ اس طرح سے کہ علامت مصدر گرا کر حرف اخیر کو دیکھو ۔ اگر الف یا واؤ ہو تو ہمزہ اور یائے مجہول آخر میں زیادہ کرو ۔ جیسے لائے ۔ سوئے ۔ متقدمین ہمزے کی جگہ واؤ زیادہ

کر کے لاوے اور سووے کہتے تھے - مگر متاخرین لاوے
اور سووے نہیں بولتے اور حقیقت میں لاوے اور
سووے کی نسبت لائے اور سوئے فصیح ہے - لیکن
ہونا کے مضارع میں بجائے ہمزہ واؤ ہی زیادہ
کرتے ہیں - اور ہووے کہتے ہیں - وہ بھی صرف نظم
میں اور بہت کم - اور اگر حرف اخیر یائے مجہول ہو -
تو بس اسی لفظ کو مضارع سمجھو جیسے دے اور
لے "خدا دے اور بندہ لے" - اور اگر ان حرفوں میں
سے کوئی حرف نہ ہو - تو صرف یائے مجہول بڑھاؤ - جیسے
پڑھنا سے پڑھے - کرنا سے کرے - یہ واحد غائب
اور واحد حاضر کے صیغے بنے - جمع غائب متکلم میں
نون غنہ زیادہ کرو - واحد متکلم میں واؤ معروف اور
نون غنہ - یعنی اگر علامت مصدر کے حذف کرنے کے
بعد حرف صحیح یا یائے معروف رہے تو اُس پر
ضمہ دے کر واؤ معروف اور نون غنہ زیادہ کرو -
جیسے کرنا سے کروں - پینا سے پیوں - اور اگر الف یا واؤ
باقی رہے - تو ایک ہمزہ بھی زیادہ کرو - جیسے لاؤں -
کھوؤں - اور اگر یائے مجہول رہے - تو اُسے حذف کر دو -
جیسے دینا سے دوں - لینا سے لوں - صیغہائے جمع حاضر
میں حرف صحیح اور یائے معروف کی صورت میں صرف واؤ مجہول
زیادہ کرو - جیسے کرو - پیو - الف یا واؤ کی حالت میں ایک ہمزہ
اور واؤ مجہول - جیسے کھاؤ - سوؤ - اور اگر یائے مجہول باقی
رہے تو اُس کو واؤ مجہول سے بدل دو - جیسے دو - لو +

گردانیں

صیغہ / فعل	مضارع مثبت معروف	ایضاً
واحد مذکر غائب	وہ آئے یا لائے	وہ کہے
جمع مذکر غائب	وہ آئیں یا لائیں	وہ کہیں
واحد مونث غائب	وہ آئے یا لائے	وہ کہے
جمع مونث غائب	وہ آئیں یا لائیں	وہ کہیں
واحد مذکر حاضر	تو آئے یا لائے	تو کہے
جمع مذکر حاضر	تم آؤ یا لاؤ	تم کہو
واحد مونث حاضر	تو آئے یا لائے	تو کہے
جمع مونث حاضر	تم آؤ یا لاؤ	تم کہو
واحد مذکر متکلم	میں آؤں یا لاؤں	میں کہوں
جمع مذکر متکلم	ہم آئیں یا لائیں	ہم کہیں
واحد مونث متکلم	میں آؤں یا لاؤں	میں کہوں
جمع مونث متکلم	ہم آئیں یا لائیں	ہم کہیں

فعل مضارع کبھی خالص حال کے معنے دیتا ہے۔ اور کبھی خالص استقبال کے۔ جیسے **شعر**

چوٹ دل کو جو لگے آہ رسا پیدا ہو
صدمہ شیشے کو جو پہنچے تو صدا پیدا ہو

یعنی جب دل کو چوٹ لگتی ہے تو آہ رسا پیدا ہوتی ہے۔ اور شیشے کو صدمہ پہنچتا ہے تو صدا پیدا ہوتی ہے۔ (استقبال کی مثال) **شعر**

کشتۂ تیغ جدائی ہوں یقیں ہے مجھ کو
عضو سے عضو قیامت کو جدا پیدا ہو

یعنی پیدا ہوگا ؎

فعل حال

اس سے بالفعل کے زمانے میں کام کا ہونا سمجھا جاتا ہے ؂

قاعدہ - پہلے مصدر سے نا حذف کر کے "تا" (تائے مثناۃ فوقانیہ) زیادہ کرو - اور جمع مذکر اور جمع مؤنث متکلم کے لیے تا کے الف کو یائے مجہول سے - اور باقی صیغہائے مونث کے لیے یائے معروف سے بدل دو - پھر ان الفاظ کے ساتھ صیغہائے واحد مذکر غائب اور واحد مذکر حاضر میں ہے اور واحد متکلم میں ہوں (بواؤ معروف) اور جمع غائب اور جمع متکلم میں ہیں اور جمع حاضر میں ہو زیادہ کرو ؂

گردان

صیغہ / فعل	حال مثبت معروف
واحد مذکر غائب	وہ آتا ہے یا لاتا ہے
جمع مذکر غائب	وہ آتے ہیں یا لاتے ہیں
واحد مونث غائب	وہ آتی ہے یا لاتی ہے
جمع مونث غائب	وہ آتی ہیں یا لاتی ہیں
واحد مذکر حاضر	تو آتا ہے یا لاتا ہے
جمع مذکر حاضر	تم آتے ہو یا لاتے ہو
واحد مونث حاضر	تو آتی ہے یا لاتی ہے
جمع مونث حاضر	تم آتی ہو یا لاتی ہو
واحد مذکر متکلم	میں آتا ہوں یا لاتا ہوں
جمع مذکر متکلم	ہم آتے ہیں یا لاتے ہیں
واحد مونث متکلم	میں آتی ہوں یا لاتی ہوں
جمع مونث متکلم	ہم آتے ہیں یا لاتے ہیں

فعل حال ایک اور طریقہ سے بھی بناتے ہیں - کہ مصدر ر

سے علامت مصدر یعنی نا دور کر کے واحد مذکر غائب اور حاضر کے لئے رہا ہے اور جمع مذکر غائب اور جمع مذکر و مؤنث متکلّم کے لئے رہے ہیں اور واحد مؤنث غائب اور حاضر کے لئے رہی ہے اور جمع مؤنث غائب کے لئے رہی ہیں اور جمع مذکر حاضر کے لئے رہے ہو اور جمع مؤنث حاضر کے لئے رہی ہو اور واحد مذکر متکلم کے لئے رہا ہوں۔ اور واحد مؤنث متکلم کے لئے رہی ہوں زیادہ کرتے ہیں۔ جیسے وہ کر رہا ہے۔ وہ کر رہے ہیں۔ وہ کر رہی ہے۔ وہ کر رہی ہیں۔ تو کر رہا ہے۔ تم کر رہے ہو۔ تو کر رہی ہے۔ تم کر رہی ہو۔ میں کر رہا ہوں۔ ہم کر رہے ہیں۔ میں کر رہی ہوں۔ ہم کر رہے ہیں۔ لیکن بعض مصادر مزید فیہ ایسے ہیں۔ کہ جن کی ماضی قریب اور اس طرح کے فعل حال کے صیغوں میں کچھ فرق نہیں ہوتا۔ جیسے آ رہا ہے یہ آنا کا فعل حال بھی ہے۔ اور آ رہنا کی ماضی قریب بھی ہے +

فعل مستقبل

اس سے زمانۂ آیندہ مفہوم ہوتا ہے +

قاعدہ۔ فعل مضارع پر گا زیادہ کرو اور گا کے الف کو صیغہ ہاے جمع مذکر اور جمع مؤنث متکلم میں یاے مجہول سے باقی مؤنثوں میں یاے معروف سے بدل دو۔ مستقبل بن جائیگا +

گردان

صیغہ	فعل — مستقبل مثبت معروف
جمع مؤنث متکلم	ہم آئیں گے یا آ لیں گے
واحد مؤنث متکلم	میں آؤں گی یا آ لوں گی
جمع مذکر متکلم	ہم آئیں گے یا آ لیں گے
واحد مذکر متکلم	میں آؤں گا یا آ لوں گا
جمع مؤنث حاضر	تم آؤ گی یا آ لو گی
واحد مؤنث حاضر	تو آئے گی یا آ لے گی
جمع مذکر حاضر	تم آؤ گے یا آ لو گے
واحد مذکر حاضر	تو آئے گا یا آ لے گا
جمع مؤنث غائب	وہ آئیں گی یا آ لیں گی
واحد مؤنث غائب	وہ آئے گی یا آ لے گی
جمع مذکر غائب	وہ آئیں گے یا آ لیں گے
واحد مذکر غائب	وہ آئے گا یا آ لے گا

فعل امر

قاعدہ - مصدر سے علامت مصدر حذف کر دو - واحد مذکر کا صیغہ بن جائیگا - اور واو مجہول زیادہ کرنے سے صیغہ جمع - اور اگر واحد میں پچھلا حرف الف یا واؤ مجہول ہو تو جمع میں واؤ مجہول سے پہلے ایک ہمزہ بھی زیادہ کرو - جیسے آؤ - سوؤ - اور اگر یائے مجہول ہو تو اسے حذف کر دو - جیسے لو - دو - مگر بعض صیغے اس سے مستثنےٰ ہیں +

امر صحیح کا مفہوم تو یہی ہے کہ مخاطب کو حکم کیا جائے - اور اسی لئے اردو میں امر کے چار سے زیادہ صیغے نہیں ہونے چاہئیں - یعنی دو مذکر حاضر کے اور دو مؤنث حاضر کے مگر چونکہ غائب کے صیغوں میں بھی امر کی جھلک

پائی جاتی ہے۔ اس لئے چار صیغے امر غائب کے اور بڑھا دو۔ تو امر کے کل آٹھ صیغے ہوئے ٭

امر غائب کے صیغوں کے بنانے کا کوئی جدا قاعدہ نہیں۔ یہ مضارع غائب ہی کے صیغے ہیں۔ جن سے امر غائب کا کام لیا جاتا ہے ٭

گروان

جمع مونث حاضر	واحد مونث حاضر	جمع مذکر حاضر	واحد مذکر حاضر	جمع مونث غائب	واحد مونث غائب	جمع مذکر غائب	واحد مذکر غائب	صیغہ / فعل
تم آؤ۔ بلاؤ	تو آ۔ بلا	تم آؤ۔ بلاؤ	تو آ۔ بلا	وہ آئیں۔ بلائیں	وہ آئے۔ بلائے	وہ آئیں۔ بلائیں	وہ آئے۔ بلائے	امر معروف

کبھی امر حاضر کے آخر میں یاے تحتانی اور واؤ مجہول زیادہ کرتے ہیں۔ جیسے دوڑیو۔ بچیو۔ لیکن کرنا سے کریو نہیں۔ کیجیو آتا ہے۔ جن امروں کے آخر الف یا واؤ مجہول ہوتا ہے۔ ان میں یاے مضموم کے پہلے ہمزہ مکسور بھی زیادہ کر دیتے ہیں۔ جیسے کھائیو۔ سوئیو۔ اور جس امر کے آخر یاے معروف یا مجہول ہو۔ اُس میں یو زاید پر ایک جیم بھی بڑھا دیتے ہیں۔ اور یاے مجہول کو معروف سے بدل دیتے ہیں۔ جیسے پیجیو۔ لیجیو۔ دیجیو وغیرہ۔ لیکن ہر ایک امر پر تم حروف مذکورہ بڑھا کر اس صورت

کے امر نہیں بنا سکتے - کیجو - پیجیو - لیجیو وغیرہ میں سے یاے مضموم کو حذف کر کے کیجو - پیجو - لیجو وغیرہ بھی بولتے ہیں۔
اس قسم کے امر سے مقام دعا میں مضارع کا کام بھی لیتے ہیں - جیسے شعر

اے چشمۂ آب زندگانی گھٹیو نہ کبھی تری روانی

کبھی جمع حاضر کے صیغے اس طریقے سے بناتے ہیں - کہ صیغہ واحد حاضر کے آخر اگر حرف صحیح ہے - تو لفظ یے (بیاے مثناۃ تحتانی و یاے مجہول) بڑھاتے ہیں - جیسے دیکھیے لکھیے - کہیے - مگر کیجیے میں زیادہ تصرف کیا گیا ہے - اور اگر الف یا واؤ مجہول رہے تو ایک ہمزۂ مکسور بھی زیادہ کرتے ہیں - جیسے لائیے - سوئیے - مگر ہوجیے میں بجاے ہمزہ جیم بڑھایا گیا اور واؤ مجہول کو معروف کیا گیا ہے - اور اگر یاے معروف یا مجہول رہے تو ہوجیے کی طرح (بیے زاید پر) ایک جیم بڑھاتے اور یاے مجہول کو یاے معروف سے بدل دیتے ہیں - جیسے پیجیے - دیجیے - لیجیے - کبھی بجاے جیے کے جے یعنی جیم اور صرف یاے مجہول زیادہ کرتے ہیں - اور پیجے - دیجے - لیجے - کیجے بولتے ہیں - لیکن ہوجیے بدستور رہتا ہے - کبھی ان پر گا بھی زیادہ کیا جاتا ہے - جیسے آئیے گا - بیٹھیے گا - کیجے گا - لیجے گا ۔

اس قسم کے صیغے عموماً مقام تعظیم میں بولے جاتے ہیں - اور اُن کے ساتھ آپ کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے کبھی ان کو مضارع میں جبکہ ان پر گا نہ ہو - جمع

متکلم کی جگہ بھی استعمال کر بیٹھتے ہیں - مگر وہاں ان کا فاعل ہمیشہ مقدر ہوتا ہے - **حالی**

یاد اس کی یہاں وردِ مدام اپنا ہے
خالی نہ ہو جو کبھی وہ جام اپنا ہے
کس طرح نہ لیجیے کہ ہے نام اُس کا
کس طرح نہ کیجیے کہ کام اپنا ہے

یعنی ہم کس طرح نہ لیں اور کس طرح نہ کریں +
ضرور نہیں کہ مخاطب آنکھ کے سامنے موجود ہو - یا موجود فی الخارج ہو - مولوی حالی نا اُمیدی اور امید کو مخاطب کر کے کہتے ہیں :-

بس اے نا امیدی نہ یوں دل بجھا تو
جھلک اے امید اپنی آخر دکھا تو
ذرا نا امیدوں کی ڈھارس بندھا تو
فسردہ دلوں کے دل آ کر بڑھا تو
ترے دم سے مردوں میں جانیں پڑی ہیں
جلی کھیتیاں تو نے سرسبز کی ہیں

کبھی مخاطب غیر معین ہوتا ہے - جیسے **شعر**

قفس میں جی نہیں لگتا کسی طرح لگا دو آگ کوئی آشیاں میں

کبھی امر مرکب سے جزوِ ثانی حذف کر دیتے ہیں - جیسے **شعر**

ڈر ہے دلوں کے ساتھ امیدیں بھی پس نہ جائیں
اے آسیائے گردشِ لیل و نہار بس

یعنی بس کر +

امر کے بعض صیغے تنبیہ کے مقام پر بھی استعمال

کئے جاتے ہیں - جیسے دیکھ - دیکھو - سن - سنو ؛

فعل نہی

قاعدہ - امر کے اوّل میں نہ یا مت لگاؤ - صیغہ نہی بن جائیگا ؛

مت جس طرح فعل کے آغاز میں آتا ہے - اسی طرح بعد میں بھی آتا ہے - جیسے بولو مت ؛

نہیں جو ایک نفی کا حرف ہے فعل امر کے بعد واقع ہو کر نہی کے معنے پیدا کرتا ہے - جیسے جھگڑو نہیں - مصدر پر بھی نہ اور مت واقع ہو کر افادہ فعل نہی کرتے ہیں - جیسے اُس کو منہ نہ لگانا - زید کو مت مارنا ؛

تنبیہ - جب مصدر امر حاضر یا نہی حاضر کا فائدہ دیتا ہے تو ضمیر فاعلی (تم) اس کے ساتھ بہت کم استعمال کرتے ہیں - اور جب کرتے ہیں - تو ضمیر کے ساتھ نے علامتِ فاعل ہرگز نہیں ملاتے - پنجاب میں اکثر لوگ "تم نے کرنا" اور "تم نے مت کہنا" بولتے ہیں - یہ غلط ہے - صحیح یوں ہے "تم کرنا" - تم مت کہنا" ؛

فعل مجہول

تم پڑھ چکے ہو - کہ فعل مجہول میں فاعل مذکور نہیں ہوتا - اور مفعول قائم مقام فاعل ہوتا ہے (اسی لئے مجہول فعل متعدی سے آتا ہے - فعلِ لازم کا مجہول نہیں ہوتا ؛ بنانے کا قاعدہ یہ ہے کہ جس فعل معروف کو مجہول

بنانا چاہو۔ اس کی ماضی مطلق کے ساتھ مصدر "جانا" کا وہی صیغہ بڑھا دو جو بنانا مطلوب ہے اور اس بات کا خیال رکھو کہ معروف کی ماضی مطلق اور جانا کے مشتقات میں وحدت و جمع اور تذکیر و تانیث میں مطابقت رہے۔ یعنی اگر صیغہ واحد بنانا ہو تو دونوں واحد ہوں۔ اور جمع بنانا ہو تو دونوں جمع مذکر میں مذکر اور مونث میں باستثنا سے جمع مونث متکلم[1] مونث۔ البتہ صیغہاے ماضی کی مونثات میں متعدی کے معروف کو جمع نہیں کرتے اور علامت جمع صرف مشتقات جانا میں لگاتے ہیں۔ جیسے پالا گیا۔ پالے گئے۔ پالی گئی۔ پالی گئیں۔ اور صیغہاے مضارع و حال و استقبال و امر و نہی میں چونکہ صیغے کی حالت بدل جاتی ہے۔ یعنی متعدی کے معروف میں ماضی ہوتی ہے۔ اور جانا کا مشتق مضارع و حال وغیرہ۔ اس لیے جمع مذکر کے صیغوں میں بھی علامت جمع لگاتے ہیں۔ جیسے پالے جائیں۔ باقی سب باتیں صیغہاے ماضی کی طرح بدستور رہتی ہیں۔ مصدر مجہول بنانا چاہو تو فعل ماضی مطلق پر جانا لگا دو۔ مصدر بن جائیگا۔ جیسے پالا جانا۔ کیا جانا وغیرہ ✦

نقشۂ ذیل میں تمام افعال مثبت مجہول کی گردانیں لکھی جاتی ہیں :-

---

[1] یہ ہم پہلے فعل معروف کی بحث میں لکھ چکے ہیں۔ کہ جمع مونث متکلم کا صیغہ محاورہ دہلی و لکھنؤ میں وہی ہوتا ہے۔ جو جمع مذکر متکلم کا ہوتا ہے۔ تو جہاں مونثات کا ذکر ہو وہاں صیغہ جمع مونث متکلم کو اُن سے خارج سمجھنا چاہیئے ✦

مجہول فعلوں کی گردانیں

فعل / صیغہ	ماضی مطلق مثبت مجہول	ماضی قریب مثبت مجہول	ماضی بعید مثبت مجہول	ماضی استمراری یا ناتمام مثبت مجہول	ماضی شکی یا احتمالی مثبت مجہول
واحد مذکر غائب	وہ لایا گیا	وہ لایا گیا ہے	وہ لایا گیا تھا	وہ لایا جاتا تھا	وہ لایا جاتا ہوگا
جمع مذکر غائب	وہ لائے گئے	وہ لائے گئے ہیں	وہ لائے گئے تھے	وہ لائے جاتے تھے	وہ لائے جاتے ہونگے
واحد مونث غائب	وہ لائی گئی	وہ لائی گئی ہے	وہ لائی گئی تھی	وہ لائی جاتی تھی	وہ لائی جاتی ہوگی
جمع مونث غائب	وہ لائی گئیں	وہ لائی گئی ہیں	وہ لائی گئی تھیں	وہ لائی جاتی تھیں	وہ لائی جاتی ہوں گی
واحد مذکر حاضر	تو لایا گیا	تو لایا گیا ہے	تو لایا گیا تھا	تو لایا جاتا تھا	تو لایا جاتا ہوگا
جمع مذکر حاضر	تم لائے گئے	تم لائے گئے ہو	تم لائے گئے تھے	تم لائے جاتے تھے	تم لائے جاتے ہوگے
واحد مونث حاضر	تو لائی گئی	تو لائی گئی ہے	تو لائی گئی تھی	تو لائی جاتی تھی	تو لائی جاتی ہوگی
جمع مونث حاضر	تم لائی گئیں	تم لائی گئی ہو	تم لائی گئی تھیں	تم لائی جاتی تھیں	تم لائی جاتی ہوگی
واحد مذکر متکلم	میں لایا گیا	میں لایا گیا ہوں	میں لایا گیا تھا	میں لایا جاتا تھا	میں لایا جاتا ہونگا
جمع مذکر متکلم	ہم لائے گئے	ہم لائے گئے ہیں	ہم لائے گئے تھے	ہم لائے جاتے تھے	ہم لائے جاتے ہونگے
واحد مونث متکلم	میں لائی گئی	میں لائی گئی ہوں	میں لائی گئی تھی	میں لائی جاتی تھی	میں لائی جاتی ہونگی
جمع مونث متکلم	ہم لائے گئے	ہم لائے گئے ہیں	ہم لائے گئے تھے	ہم لائے جاتے تھے	ہم لائے جاتے ہونگے

فعل / صیغہ	ماضی شرطی یا تمنائی مثبت مجہول	مضارع مثبت مجہول	حال مثبت مجہول	مستقبل مثبت مجہول
واحد مذکر غائب	وہ لایا جاتا - لایا گیا ہوتا - لایا گیا ہو	وہ لایا جائے	وہ لایا جاتا ہے	وہ لایا جائیگا
جمع مذکر غائب	وہ لائے جاتے - لائے گئے ہوتے - لائے گئے ہوں	وہ لائے جائیں	وہ لائے جاتے ہیں	وہ لائے جائیں گے
واحد مونث غائب	وہ لائی جاتی - لائی گئی ہوتی - لائی گئی ہو	وہ لائی جائے	وہ لائی جاتی ہے	وہ لائی جائے گی
جمع مونث غائب	وہ لائی جاتیں - لائی گئی ہوتیں - لائی گئی ہوں	وہ لائی جائیں	وہ لائی جاتی ہیں	وہ لائی جائیں گی
واحد مذکر حاضر	تو لایا جاتا - لایا گیا ہوتا - لایا گیا ہو	تو لایا جائے	تو لایا جاتا ہے	تو لایا جائے گا
جمع مذکر حاضر	تم لائے جاتے - لائے گئے ہوتے - لائے گئے ہو	تم لائے جاؤ	تم لائے جاتے ہو	تم لائے جاؤ گے
واحد مونث حاضر	تو لائی جاتی - لائی گئی ہوتی - لائی گئی ہو	تو لائی جائے	تو لائی جاتی ہے	تو لائی جائے گی
جمع مونث حاضر	تم لائی جاتیں - لائی گئی ہوتیں - لائی گئی ہو	تم لائی جاؤ	تم لائی جاتی ہو	تم لائی جاؤ گی
واحد مذکر متکلم	میں لایا جاتا - لایا گیا ہوتا - لایا گیا ہوں	میں لایا جاؤں	میں لایا جاتا ہوں	میں لایا جاؤنگا
جمع مذکر متکلم	ہم لائے جاتے - لائے گئے ہوتے - لائے گئے ہوں	ہم لائے جائیں	ہم لائے جاتے ہیں	ہم لائے جائیں گے
واحد مونث متکلم	میں لائی جاتی - لائی گئی ہوتی - لائی گئی ہوں	میں لائی جاؤں	میں لائی جاتی ہوں	میں لائی جاؤں گی
جمع مونث متکلم	ہم لائے جاتے - لائے گئے ہوتے - لائے گئے ہوں	ہم لائے جائیں	ہم لائے جاتے ہیں	ہم لائے جائیں گے

فعل / صیغہ	امر مجہول	نہی مجہول
واحد مذکر غائب	وہ لایا جائے	وہ نہ لایا جائے یا مت لایا جائے
جمع مذکر غائب	وہ لائے جائیں	وہ نہ لائے جائیں یا مت لائے جائیں
واحد مؤنث غائب	وہ لائی جائے	وہ نہ لائی جائے یا مت لائی جائے
جمع مؤنث غائب	وہ لائی جائیں	وہ نہ لائی جائیں یا مت لائی جائیں

مجہول معنوی

حقیقت میں اردو میں مجہول دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک لفظی ایک معنوی۔ لفظی وہ جس میں علامت مجہول جو بیان کی گئی ہے۔ ظاہر ہو۔ جیسے لوٹا جانا۔ مارا جانا۔ پوجا جانا۔ وغیرہ۔ معنوی وہ جس میں علامت مذکورہ ظاہر نہ ہو۔ جیسے لٹنا۔ پجنا وغیرہ۔ اور کچھ شک نہیں کہ جس طرح لوٹا جانا۔ مارا جانا۔ پوجا جانا بغیر لوٹنے والے اور مارنے والے اور پوجنے والے کے وقوع میں نہیں آسکتا۔ اِسی طرح لٹنا اور پٹنا اور پجنا۔ لوٹنے والے اور پیٹنے والے اور پوجنے والے کے سوا وقوع میں نہیں آسکتا۔ مگرچونکہ

بدوں علامت ہر شخص کو معروف اور مجہول معنوی میں امتیاز کرنا دشوار ہے۔ اس لئے ہم مجہول کی دو قسمیں قرار نہیں دیتے۔ لیکن اگر کوئی فعل مجہول، معنوی کو مجہول معنوی کہے اور ترکیب میں اس کے فاعل کا مفعول مالم یسم فاعلہٗ نام رکھے تو اس کا کہنا صحیح ہوگا ؁

بحث نفی

جب فعل میں اظہار نفی مقصود ہو۔ یعنی یہ کہنا ہو۔ کہ کام نہیں ہوا یا نہیں کیا۔ تو اُس کا قاعدہ یہ ہے۔ کہ فعل مثبت کے اوّل میں نہ یا نہیں لگا دو۔ جیسے "وہ نہ لایا" یا "نہیں لایا"۔ مگر مضارع اور ماضی شرطی یا تمنائی پر نہیں نہیں لگتا۔ صرف نہ لگتا ہے ؁

کبھی مضارع پر نہیں آ بھی جاتا ہے۔ لیکن فعل کے پہلے نہیں بلکہ بعد۔ جیسے "شاید وہ آئیں نہیں" ؁

فائدہ - محاورے میں کبھی فعل مثبت بھی منفی کا کام دیتا ہے۔ خواجہ حالی ایک قصیدہ نعتیہ کی تشبیب میں کہتے ہیں۔ **شعر**

میں بھی ہوں حسنِ طبع پر مغرور
مجھ سے اُٹھیں گے اُن کے ناز ضرور

یعنی مجھ سے اُن کے ناز نہیں اُٹھنے کے ؁

فائدہ - افعال، معروف و مجہول اور مثبت و منفی کے تمام صیغے نثر میں عموماً اس طرح استعمال کیے جاتے ہیں جس طرح ہم نے گردانوں میں لکھے ہیں۔ یعنی بلا فصل اجزا

و تقدیم و تاخیر۔ مگر نظم میں بسا اوقات ماضی قریب اور حال کا ہے اور ہیں اور ماضی بعید اور ماضی استمراری کا تھا اور تھے اور علاماتِ نفی و نہی فعل سے جدا ہو کر آگے پیچھے ہو جاتی ہیں۔ بلکہ منفی صیغوں میں جس میں منجملہ حروف نفی کے نہیں آتا ہے۔ ہے اور ہیں حذف بھی ہو جاتے ہیں۔ نثر میں بھی نہیں مؤخر آ جاتا ہے۔ اور ہے اور ہیں حذف ہو جاتے ہیں۔ **حالی**

تھے اُسے نعماے سلطانی سے بہتر جانتے
اپنی محنت سے اگر نانِ جویں کھاتے تھے ہم
جی چُراتے تھے نہ مکروہاتِ عالم سے کبھی
اور خلافِ چرخ و دوراں سے نہ گھبراتے تھے ہم

اِسمِ فعل

بعض کلمات ایسے ہیں۔ کہ مصدر سے تو مشتق نہیں۔ مگر ان میں کام کا ہونا مع شمول وقت پایا جاتا ہے۔ جیسے ہے[1]۔ سہی[2]۔ ان کو ہم اسم فعل کہتے ہیں۔ اس لیئے کہ لفظ کی رُو سے تو یہ اسم ہیں اور معنوں کے اعتبار سے فعل۔ رہی یہ بات کہ یہ کس قسم کے فعل ہیں۔ یہ کہیں آگے بیان کرینگے۔ ہے جمع میں ہیں ہو جاتا ہے۔

---

[1] ہے کو اہل قواعد نے حرف ربط لکھا ہے۔ فعل نہیں لکھا۔ ہم اس کی تحقیق علم نحو میں افعال ناقصہ کی بحث میں لکھینگے۔

[2] یہ وہ سہی نہیں جو سہنا کی ماضی ہے۔ جیسے **مصرع**

یہ سب سہی پر ایک نہیں کی نہیں سہی

اور واحد متکلم میں ہوں - تذکیر و تانیث کا اس میں کچھ امتیاز نہیں - تھا جمع مذکر میں تھے اور واحد مؤنث میں تھی اور جمع مؤنث میں تھیں - سہی ایک ایسا لفظ ہے - کہ کبھی تو خود فعل کا کام دیتا ہے - کبھی فعل کے ساتھ زائد آتا ہے - اس کی نہ جمع ہوتی ہے - نہ تذکیر و تانیث - ذیل کے اشعار و فقرات سے مقاماتِ استعمال معلوم ہو سکتے ہیں :-

قطع کیجئے نہ تعلق ہم سے
کچھ نہیں ہے تو عداوت ہی سہی
ہم بھی تسلیم کی خو ڈالیں گے
بے نیازی تری عادت ہی سہی
ایک ہنگامے پہ موقوف ہے گھر کی رونق
نوحۂ غم ہی سہی نغمۂ شادی نہ سہی

"دیکھو تو سہی" - "سنو تو سہی" ٭

افعال ناقصہ

بعض فعل ایسے ہیں - کہ ظاہر میں تو فعل لازم ہیں - مگر جب تک فاعل کے علاوہ کوئی اور اسم یا صفت اُن کے ساتھ نہ ملے - پورا مطلب نہیں دیتے - اُن کو افعال ناقصہ[1] کہتے ہیں - اُن کا مفصل بیان علم نحو میں لکھا جائیگا ٭

افعال مجرّد میں ہونا اور بننا اور نکلنا (بہ معنی ظاہر ہونا اور لگنا اور رہنا اور رہنا اور پڑنا اور مزید فیہ میں ہو جانا اور

[1] ان افعال کا فاعل اسم کہلاتا ہے - اور اسم یا صفت فاعل کے علاوہ ملے - وہ خبر کہلاتی ہے ٭

بن جانا کے مشتقات اور تمام اسم فعل یعنی ہے کے تینوں صیغے اور تھا کے چاروں اور سہی یہ سب فعل ناقص ہیں - لیکن جب ان افعال میں سے کوئی فعل ایک ہی اسم پر پورا ہو جاتا ہے - تو فعل ناقص نہیں رہتا فعل تام ہو جاتا ہے - سہی ایک ایسا کلمہ ہے - کہ لازم و متعدی - معروف و مجہول - ناقص و تام سب قسم کے فعلوں کا کام دیتا ہے - اسم فعل جب کسی فعل کا جز ہو جاتا ہے - تو فعل ناقص نہیں رہتا - جیسے کیا ہے - پالا تھا وغیرہ ⁜

فعل معطوف

فعل معطوف دو فعل ہوتے ہیں - پہلا معطوف علیہ کہلاتا ہے - دوسرا معطوف - ان دو فعلوں کے درمیان کر یا کے واقع ہوتا ہے - پہلا فعل اگرچہ ہمیشہ امر کا صیغہ ہوتا ہے - لیکن فائدہ وہی دیتا ہے - جو دوسرا فعل دیتا ہے - یعنی دوسرا فعل اگر ماضی یا مضارع یا مستقبل یا امر وغیرہ ہوگا - تو پہلا فعل بھی وہی فائدہ دیگا - یوں سمجھو کہ پہلا فعل دوسرے فعل کے تابع ہوتا ہے - جیسے "زید کتاب پڑھ کر سو رہا" - کھانا کھا کر پڑھیگا یہاں آ کر بیٹھو" ⁜

کبھی پہلا فعل دو امر ہوتے ہیں - جیسے **حالی**

بس بس کے ہزاروں گھر اُجڑ جاتے ہیں
گڑ گڑ کے علم لاکھوں اُکھڑ جاتے ہیں

آج اُس کی ہے نوبت تو کل اُس کی باری
بن بن کے یونہیں کھیل بگڑ جاتے ہیں

فعل معطوف میں عموماً پہلے فعل کے واقع ہو چکنے کے بعد دوسرا فعل واقع ہوتا ہے۔ جیسا کہ مثال ہائے مذکورہ سے معلوم ہؤا ۔

کبھی محاورے میں فعل کے واقع ہونے کا کچھ لحاظ نہیں ہوتا۔ جیسے "بے چارہ مر مر کے یہاں پہنچا ہے"۔

کبھی کر یا کے حذف کر دیا جاتا ہے۔ **شعر**

وہ عجائب اب نظر آتے نہیں دیکھ جن کو پہلے رہ جاتے تھے دنگ

فعل معطوف ایک اَور صورت سے بھی آتا ہے۔ یعنی ماضی شرطی پر ہؤا۔ ہوئے۔ ہوئی لگانے سے۔ یہ الفاظ بجائے کر یا کے سمجھنے چاہئیں ۔

فعل معطوف کی تیسری صورت ایک اَور بھی ہے یعنی ماضی شرطی کے صیغۂ جمع مذکر پر ہیؔ (بیائے معروف) بڑھانے سے۔ اس قسم کا فعل معطوف وہاں مستعمل ہوتا ہے۔ جہاں ایک کام کے وقوع میں آتے ہی دوسرا کام واقع ہو۔ جیسے "سر منڈاتے ہی اولے پڑے" ۔

چاہئے

بعض ایسے فعل ہیں۔ کہ ظاہر میں تو مشتق معلوم ہوتے ہیں۔ مگر جس مصدر سے مشتق معلوم ہوتے ہیں۔ اُس کے معنوں سے سب جگہ مناسبت نہیں رکھتے اور نہ اُن کا فاعل کون یا کسؔ نے کے جواب میں واقع ہوتا ہے۔ بلکہ

اُن الفاظ کے جواب میں آتا ہے۔جو مفعول کی شناخت کے لئے مقرر ہیں۔اس کے علاوہ کبھی تنہا استعمال کئے جاتے ہیں۔کبھی دوسرے الفاظ مثلاً تھا اور فعل ماضی مطلق اور مصدر کے ساتھ جیسے 'چاہیئے'۔یہ لفظ بظاہر چاہنا سے مشتق یعنی اس کے مضارع 'چاہے' سے بنا ہؤا معلوم ہوتا ہے۔مگر کہاں چاہیئے اور کہاں چاہے "چاہیے تو یہ" "یوں چاہیئے تھا"۔"یوں نہ چاہیے" یعنی یوں مناسب ہے یا یوں مناسب تھا یا یوں مناسب نہیں۔چاہیے مصدر اور ماضی کے ساتھ مل کر اکثر امر کے معنے دیتا ہے۔ جیسے **غالب**

منحصر مرنے پہ ہو جس کی امید ناامیدی اس کی دیکھا چاہیے

کبھی مصدر کے ساتھ مل کر مضارع کے اور کبھی حال کے معنے دیتا ہے۔جیسے **شعر**

لگ گئی چُپ حالیِ رنجور کو حال اُس کا کس سے پوچھا چاہیے

"اب ہم کو یہ بیان کرنا چاہیے"۔یعنی اب ہم یہ بیان کرتے ہیں۔کبھی درکار ہے کے معنوں میں بھی آ جاتا ہے جیسے **مصرع**

وہ اگر چاہیں تو پھر کیا چاہیے

اسم فاعل

قبل اس کے کہ ہم اسم فاعل کی تعریف لکھیں۔یہ بیان کر دینا ضرور ہے۔کہ ایک فاعل ہوتا ہے۔ایک اسم فاعل۔اور دونوں میں

بہت بڑا فرق ہے - فاعل تو اُس کو کہتے ہیں - جس سے فعل سرزد ہو - جیسے " زید نے کھانا کھایا " - اس جملے میں کھانے کا فعل زید سے وقوع میں آیا ہے اور وہ اس فعل کا فاعل ہے - تو زید کو ہم فاعل کہینگے - اسم فاعل نہیں کہینگے - لیکن اس فعل کے تعلق سے جو نام لے کر فاعل کو پکاریں - اس کو اسم فاعل کہتے ہیں - مثلاً " زید نے کھانا کھایا " میں زید کو کھانے والے کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں - پس کھانے والا اسم فاعل ہے - اسی طرح پڑھنے والا لکھنے والا - آنے والا - جانے والا - سب اسم فاعل ہیں - اہل قواعد اسم فاعل کی تعریف عموماً اس طرح کرتے ہیں - کہ وہ اسم مشتق ہوتا ہے - اور اس ذات پر دلالت کرتا ہے - جس سے وہ فعل صادر ہو ؞

قاعدہ - اسم فاعل مصدر سے بنایا جاتا ہے - اس طرح سے کہ علامت مصدر کے الف کو یائے مجہول سے بدل کر لفظ والا زیادہ کرتے ہیں - جمع مذکر میں والا کا لفظ یائے مجہول سے اور واحد مؤنث میں یائے معروف سے بدل جاتا ہے - جمع مؤنث میں واحد مؤنث پر الف و نون غنہ زیادہ کیا جاتا ہے - جیسے کرنے والا - کرنے والے - کرنے والی - کرنے والیاں - اور بعض مقامات میں صرف نون غنہ زیادہ کرتے ہیں - جیسے توبۃ النصوح میں نعیمہ اپنی ماں سے کہتی ہے - " سچ کہنا بڑی بیچاری مارنے والیں - مارو اپنی چہیتی کو - مارو اپنی لاڈو کو ؞

فائدہ - عربی کے سینکڑوں اسم فاعل اردو میں مستعمل

ہیں ۔ جیسے حاضر ۔ ناظر ۔ حاکم ۔ غالب ۔ واقف ۔ لائق ۔ حاصل ۔
ثابت ۔ قائل ۔ واقع ۔ کافی وغیرہ ۔ عربی کا جو لفظ فاعل کے
وزن پر آئے ۔ اُسے اسم فاعل سمجھو ۔ مگر چونکہ عربی میں
مصدر کئی طرح کے ہیں ۔ اس لیے اُن کے اسم فاعل
بھی کئی طرح کے ہیں ۔ اور سب میں باستثنا سے وزن فاعل
پہلا حرف ہمیشہ مضموم اور ماقبل آخر مکسور ہوتا ہے ۔
جیسے مظہر ۔ محسن ۔ مشفق ۔ متحمل ۔ متوجہ ۔ متواضع ۔ متعارف
مقابل ۔ مناسب ۔ منفصل ۔ منجمد ۔ مدبر ۔ محرّک ۔ اور اگر
ماقبل آخر حرف علّت ہو ۔ تو اس سے پہلا حرف
مکسور ہوتا ہے ۔ جیسے مشیر ۔ مطیع ۔ مستفید ۔ مستقیم وغیرہ ۔
اور اگر حرف اخیر مشدّد ہو ۔ تو پہلا حرف مفتوح ہوتا
ہے ۔ جیسے منجر ۔ منضم ۔ منفک ۔

تنبیہ ۔ بعض لوگ عربی اسم فاعل کے تلفظ میں نہایت
مکروہ غلطی کرتے ہیں ۔ یعنی جن مصادر کا حرف ماقبل آخر
مضموم ہوتا ہے ۔ اُن کے اسم فاعل کے حرف ماقبل آخر
کو بھی مضموم بولتے ہیں ۔ مثلاً توجُّہ اور تواضُع کہ جیم
اور ضاد کے پیش سے ہیں ۔ ان کے اسم فاعل کو بھی
بضم جیم و ضاد یعنی متوجُّہ اور متواضُع بولتے ہیں ۔

بعض فارسی اسم فاعل بھی اردو میں استعمال کیے
جاتے ہیں ۔ جیسے چرندہ ۔ پرندہ وغیرہ ۔

اسم مفعول

جس طرح فاعل اور اسم فاعل میں فرق بیان ہوا ۔ اسی

طرح مفعول اور اسم مفعول میں فرق ہے۔ یعنی مفعول تو وہ ہے۔ جس پر فعل واقع ہو۔ جیسے زید نے عمرو کو مارا۔ اس جملے میں عمرو مفعول ہے۔ کیونکہ اس پر فعل واقع ہؤا۔ مگر اس فعل کے تعلق سے جو نام لے کر مفعول کو پکاریں۔ اس کو اسم مفعول کہتے ہیں۔ جیسے "زید نے عمرو کو مارا" میں عمرو کو مار کھایا ہؤا کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔ تو کھایا ہؤا اسم مفعول ہے۔ اسی طرح دیا ہؤا۔ لیا ہؤا۔ کہا ہؤا۔ سنا ہؤا۔ اسم مفعول ہیں ٭

عام طور پر اسم مفعول کی تعریف یوں کی جاتی ہے۔ کہ اسم مفعول ایک اسم مشتق ہوتا ہے۔ اور اُس ذات پر دلالت کرتا ہے جس پر فعل واقع ہو ٭

قاعدہ۔ صیغہ ماضی مطلق پر لفظ ہؤا لگا دو۔ اسم مفعول بن جائیگا۔ جیسے پالا ہؤا۔ لایا ہؤا۔ جمع اور مونث کے صیغوں میں ہؤا کا الف بھی اسم فاعل کے الف کی طرح بدل جاتا ہے۔ یعنی جمع مذکر میں یاے مجہول سے اور واحد مؤنث میں یاے معروف سے۔ جمع مؤنث میں واحد مونث پر نون غنہ بھی زیادہ کیا جاتا ہے۔ جیسے پالے ہوئے۔ پالی ہوئی۔ پالی ہوئیں ٭

عربی کے بہت سے اسم مفعول بھی اردو میں مستعمل ہیں۔ جیسے معلوم۔ مقتول۔ مظلوم۔ معبود۔ مشہور۔ مرغوب۔ مقبول۔ مشغول۔ مصروف۔ مخدوم ٭

جو عربی لفظ مفعول کے وزن پر آئے۔ اُسے اسم مفعول

سمجھنا چاہئے۔ مگر اسم فاعل کی طرح اسم مفعول کی بھی بہت سی صورتیں ہیں۔ اور سب میں باستثنائے وزن مفعول پہلا حرف ہمیشہ میم مضموم اور ماقبل آخر مفتوح ہوتا ہے۔ جیسے مکرّم۔ معظم۔ مستحکم۔ ملزم۔ مدعٰے۔ مستثنیٰ۔ مبتنےٰ وغیرہ اور اگر ماقبل آخر حرف علت ہو۔ تو اس سے پہلا حرف مفتوح ہوتا ہے۔ جیسے مُدام۔ مُراد۔ مُجاز ٭

فارسی اسم مفعول بھی اُردو میں استعمال کئے جاتے ہیں۔ جیسے آشفتہ۔ آزردہ۔ کشتہ۔ رنجیدہ۔ شیفتہ۔ فریفتہ گرویدہ وغیرہ ٭

اسم مفعول فعل متعدّی سے آتا ہے۔ کبھی فعل لازم سے بھی آجاتا ہے۔ جیسے آیا ہُوا۔ گیا ہُوا۔ اُٹھا ہُوا۔ بیٹھا ہُوا وغیرہ ٭

اسم فاعل سماعی اور ترکیبی

بعض مشتق الفاظ ایسے ہیں۔ کہ اسم فاعل کے صیغوں کے وزن پر تو نہیں ہیں۔ لیکن اسم فاعل کے معنی دیتے ہیں۔ ان کو اسم فاعل سماعی کہتے ہیں۔ جیسے چور۔ چوٹّا۔ (چوری کرنے والا) لٹیرا (لوٹنے والا)۔ جوتا (بواو مجہول جوتنے والا)۔ چرواہا (چرانے والا) ٭

کبھی دو لفظ مل کر فاعلی معنی دیتے ہیں۔ جیسے راہ چلتا (راہ چلنے والا)۔ دود پیتا (دود پینے والا یعنی شیر خوار) .... ایسے الفاظ اِسم فاعل ترکیبی کہلاتے ہیں ٭

لفظ ہار بھی اسم فاعل کے معنوں کا افادہ کرتا ہے۔ یہ لفظ مصدر کے ساتھ آتا ہے۔ اور علامت مصدر کا الف حذف ہو جاتا ہے۔ جیسے ہونہار۔ مرن ہار +

اسم مفعول سماعی

بعض مشتق الفاظ ایسے ہیں۔ کہ صیغہ اسم مفعول کے وزن پر نہیں ہیں۔ لیکن اسم مفعول کے معنے دیتے ہیں۔ ان کو اسم مفعول سماعی کہتے ہیں۔ جیسے بیاہتا عورت +

اسم معاوضہ

جو کسی خدمت یا محنت کے معاوضے کا نام ہو +

قاعدہ۔ مصدر متعدی بلا واسطہ اور متعدی المتعدی سے علامت مصدر حذف کر کے لفظ ئی (بہ ہمزہ مکسور و یاے معروف) لگاتے ہیں۔ جیسے رنگائی۔ دُھلوائی۔ سلوائی۔ پکوائی وغیرہ۔ فسانۂ آزاد میں ایک ظریف کہتا ہے۔ **قطعہ**

حجامت بنانے کو آیا تھا نائی
حجامت بناتے ہی مانگی رضائی
مثل مجھ کو اُس وقت یہ یاد آئی
کہ دمڑی کی بڑھیا ٹکا سر منڈائی

مصدر متعدی بالواسطہ سے بھی بطریق مذکور اسم معاوضہ آتا ہے۔ لیکن کم۔ اور مصدر لازم اور متعدی بنفسہ سے کبھی بھی نہیں آتا +

حاصل مصدر

جو لفظ کسی ایسی کیفیت کو ظاہر کرے۔ جو کسی چیز کا گویا اثر ہو۔ تو اُس کو حاصل مصدر کہتے ہیں۔ جیسے جلنا سے جلن۔ تڑپنا سے تڑپ۔ معلوم رہے۔ کہ ہر ایک مصدر کا حاصل مصدر نہیں ہوتا۔ نہ حاصل مصدر بنانے کا کوئی قاعدہ کلیّہ ہے۔ عموماً مصدر میں بعد حذف علامت مصدر کچھ تغیر کر کے حاصل مصدر بناتے ہیں۔ جیسے گھومنا۔ بچنا۔ بہنا۔ چڑھنا سے گھماؤ۔ بچاؤ۔ بہاؤ۔ چڑھاؤ۔ گھبرانا سے گھبراہٹ۔ ملنا سے ملاپ۔ تھکنا سے تھکن۔ جلنا سے جلن اور جلاپا۔ کہنا سے کہن کہاوت۔ چلنا سے چلن۔ چال۔ چل چلاؤ۔ لڑنا سے لڑائی۔ بکنا سے بکواس۔ ہنسنا سے ہنسی۔ بکنا سے بکری۔ بننا۔ رُکنا۔ لگنا۔ ملنا سے بناؤ۔ بناوٹ۔ رکاؤ۔ رکاوٹ۔ لگاؤ۔ لاگ۔ لگاوٹ۔ ملاوٹ۔ بہلنا۔ پہننا سے بہلاوا۔ پہناوا۔ سمانا سے سمائی۔ لوٹنا سے لوٹ اور لٹس ٭

کبھی امر سے حاصل مصدر کا کام لیتے ہیں۔ جیسے تڑپنا سے تڑپ۔ چمکنا سے چمک۔ کبھی تکرار (یعنی دو امروں) سے جیسے بک بک (بکنا) سے۔ کبھی دو مختلف امروں سے جیسے جان پہچان (جاننا اور پہچاننا سے) کبھی مصدر کے آخر سے الف حذف کر کے حاصل مصدر بناتے ہیں۔ جیسے دینا سے دین۔ لینا سے لین۔ کبھی مصدر کچھ ہونا

ہے - حاصل مصدر کچھ - جیسے سونا سے نیند +

غرض تمام حاصل مصدر سماعی ہیں - قیاسی نہیں - اور اسی لیے اُن کے بنانے کا کوئی قاعدہ کلیہ نہیں +

اسم حالیہ

وہ اسم ہے جو فاعل یا مفعول کی حالت ظاہر کرتا ہے +

قاعدہ - مصدر کی علامت یعنی نا کو تا سے بدل دیتے ہیں - یا یوں کہو - کہ اسم حالیہ کا صیغہ ماضی شرطی کی صورت پر آتا ہے - جیسے حامد مسکراتا جاتا تھا - یعنی مسکرانے کی حالت میں جا رہا تھا +

جمع مذکر میں اسم حالیہ کے آخر کا الف یائے مجہول سے اور واحد مؤنث میں یائے معروف سے بدل جاتا ہے - جمع مونث میں یائے معروف کے ساتھ نون غنہ بھی زیادہ کیا جاتا ہے - جیسے مسکراتے - مسکراتی - مسکراتیں +

کبھی لفظ ہُوا بھی زیادہ کر دیتے ہیں - جیسے خالد مسکراتا ہُوا جاتا تھا - جمع اور مونثات میں ہُوا کا الف بھی صیغے کے آخر کے الف کی طرح یائے مجہول اور معروف سے بدل جاتا ہے - لیکن صیغہ جمع مؤنث میں نون غنہ لفظ ہوئیں میں ہوتا ہے - اصل صیغے میں نہیں ہوتا - جیسے مسکراتے ہوئے - مسکراتی ہوئی - مسکراتی ہوئیں +

فائدہ - جب اسم حالیہ فعل لازم کے فاعل واحد سے

حال پڑے - تو اُس میں کچھ تغیر نہیں ہوتا - جیسے "زید ہنستا جاتا تھا یا ہنستا ہوًا جاتا تھا" - اور جب مکرر ہو - تو ہوًا کا لفظ نہیں آتا - جیسے **بیت**

یہی جی میں آئی کہ گھر سے نکل ٹہلتا ٹہلتا ذرا باغ چل

اور اگر متعدی فعل کے فاعل سے حال واقع ہو - تو مکرر ہوگا - اور آخر کا الف یاے مجہول سے بدل جائیگا - جیسے **شعر**

ہنستے ہنستے تو کیا قتل گنہگاروں کو
رو دیا دیکھ کے جلاد نے زنداں خالی

لیکن اگر ہوًا کا لفظ ساتھ ہو - تو مکرر نہیں ہوگا - اور ہوًا کا الف بھی یاے مجہول سے بدل جائیگا - جیسے "زید نے عمرو سے ہنستے ہوئے کہا" - اور اگر مفعول سے حال پڑے - تو الف یاے مجہول سے بدل جاتا ہے - لیکن مکرر نہیں آتا - جیسے **مصرع**

دَور ساغر نہ ترے عہد میں چلتے دیکھا

معنوں کے رو سے اسم کی قسمیں

لفظ کی بناوٹ کے لحاظ سے تو اسم کی تین قسمیں تھیں - معنوں کے رو سے اُس کی دو قسمیں ہیں :-
معرفہ - نکرہ +

معرفہ وہ ہے - جس سے خاص شخص یا خاص چیز سمجھی جائے - تمہارے سامنے دلی کا نام لیا جائے - تو تم اس سے وہی شہر سمجھو گے - جو ہندوستان کا دار الخلافہ ہے -

حامد کہ کر پکارو - تو وہی شخص بولیگا - جس کا وہ نام ہوگا - اسی قسم کے اسم معرفہ کہلاتے ہیں ٭

نکرہ - وہ ہے جو غیر معین شے کے لیے وضع کیا گیا ہو - جیسے آدمی - کتاب - ہاتھی - گھوڑا - دیکھ لو ان اسموں سے کوئی خاص آدمی یا خاص کتاب یا خاص ہاتھی یا خاص گھوڑا نہیں سمجھا جاتا - ہر آدمی کو آدمی اور ہر کتاب کو کتاب اور ہر ہاتھی کو ہاتھی اور ہر گھوڑے کو گھوڑا کہ سکتے ہیں - اس قسم کے سب اسم اسم نکرہ کہلاتے ہیں ٭

اقسام معرفہ

معرفہ کی قسمیں یہ ہیں :- [۱] علم - [۲] اسم ضمیر - [۳] اسم اشارہ - [۴] اسم موصول - ان کے سوا سب اسم نکرہ ہیں - اور ان کی قسمیں اسمائے نکرہ کے بیان میں لکھی جائیں گی ٭

۱- علم

معرفہ کی پہلی قسم

بچے کا نام جو ماں باپ نے رکھا ہو یا کسی چیز کا نام جو لوگوں نے قرار دیا ہو - اُسے علم کہتے ہیں - جیسے حامد محمود - گنگا - جمنا - چاند - سورج - پہلے دو خاص آدمیوں کے نام ہیں - دوسرے دو خاص دریاؤں کے تیسرے دو خاص اجرام فلکی کے جو رات اور دن کو چمکتے اور تمام دنیا کو منور کر دیتے ہیں - اسی طرح لوگ سب چیزوں کے نام رکھ لیتے ہیں اور سب علم ہیں - خطاب - لقب - کنیت - عرف - تخلص یہ سب علم کی قسمیں ہیں ٭

خطاب ۔ بادشاہ اور اُمرا جو کسی شخص کو عزت کے لئے وصفی نام عنایت کرتے ہیں ۔ وہ خطاب کہلاتے ہیں ۔ **جیسے** پچھلے زمانے میں آصف جاہ اور نجم الدولہ تھے ۔ آج کل ستارہ ہند ہے ۔ جو بادشاہ کی طرف سے بعض لوگوں کو عطا ہوتا ہے ۔ یا جیسے شمس العلما کا خطاب جو خاص علما کو ملتا ہے ۔ زمان گزشتہ میں اعلےٰ درجے کے شعرا کو بھی بادشاہوں کے حضور سے خطاب عنایت ہوتے تھے ۔ **جیسے** ملک الشعرا خاقانی ہند. شیخ ابراہیم ذوق کا خطاب تھا ۔ خان بہادر ۔ راے بہادر بھی اعزازی خطاب ہیں ٭

لقب ۔ وہ نام جو کسی صفت کے سبب لوگوں نے رکھ لیا ہو ۔ **جیسے** خلیل اللہ حضرت ابراہیم کا لقب اور کلیم اللہ حضرت موسیٰ کا ۔ حضرت ابراہیم خدا کے بہت پیارے تھے ۔ اور حضرت موسےٰ کوہ طور پر جا کر خدا سے باتیں کیا کرتے تھے ۔ ان صفات کی وجہ سے ان کو خلیل اللہ اور ان کو کلیم اللہ کہتے ہیں ٭

کنیت ۔ جو کسی کا باپ یا بیٹا یا ماں یا بیٹی کہہ کر پکارا جائے ۔ حقیقت میں یہ اہل عرب کا دستور ہے ۔ کہ اصلی نام کے علاوہ ایک ایسا نام بھی رکھ لیتے ہیں جن میں مسمےٰ کا باپ یا بیٹا یا ماں یا بیٹی ہونا پایا جائے ۔ **جیسے** ابو حنیفہ ۔ ابن اثیر ۔ اُم سلیم ۔ ہندوستان میں میاں بیوی کا نام نہیں لیتا ۔ بیوی میاں کا نام نہیں لیتی ۔ جب اُن کے اولاد ہوتی ہے ۔ تو اُس کے نام کی نسبت سے ایک دوسرے کو پکارتے ہیں ۔ جیسے رمضانی کی ماں ۔ عیدو کا باپ ۔ بس یہی کنیت ہے ٭

عرف جو یونہیں مشہور ہو جائے - اور یہ ایسا نام ہوتا ہے کہ اصلی نام سے زیادہ مشہور ہوتا ہے - عرف میں اس بات کا کچھ لحاظ نہیں ہوتا - کہ با معنی ہو یا بے معنی - جیسے حسن علی عرف چھوٹے میاں - میر عسکری عرف میر کلو ٭

تخلّص - شاعر لوگ نظم میں اپنا مختصر سا نام رکھ لیتے ہیں - اس کو تخلّص کہتے ہیں - مثلاً سودا مرزا رفیع کا تخلّص ہے - آتش خواجہ حیدر علی کا - غالب مرزا اسد اللہ خاں کا - داغ نواب مرزا خاں کا ٭

(۲) ضمیر

ضمیر کی ضرورت

ضمیر ایک مختصر سا نام ہے - جس سے متکلم یا حاضر غائب تعبیر کیا جاتا ہے - یعنی جس چیز کا کلام میں ایک دفعہ نام لیا جا چکا ہو - دوبارہ اس کا نام لینے کی ضرورت نہیں پڑتی - ضمیر ہی نام کا کام دیتی ہے - مثلاً "زید نہایت فصیح البیان ہے - لوگ اس کی تقریر کو بہت شوق سے سُنتے اور خوش ہوتے ہیں - وہ اپنی تقریر سے عجب طرح کا اثر مستمعین کے دلوں پر ڈالتا ہے" پچھلے دونوں جملوں میں سے پہلے میں بجائے زید اس سے اور دوسرے میں وہ سے کام لیا گیا ہے - اور بار بار زید کا نام لینے کی ضرورت نہیں ہوئی - اگر اُن میں بھی زید کا نام لیا جاتا - تو کلام بے لطف ہو جاتا ٭

ضمیر کی چار حالتیں ہوتی ہیں - پہلی حالت فاعلیّت -

جس کو فعل سے فاعلیت کا تعلق ہو۔ تمام افعال لازم اور اُن معدودے چند افعال متعدّی میں جن کی ماضی مطلق میں فاعل کے ساتھ نے نہیں آتا۔ واحد اور جمع غائب کے لیے وہ۔ واحد حاضر کے لیے تو۔ جمع حاضر کے لیے تم۔ واحد متکلم کے لیے میں اور جمع متکلم کے لیے ہم آتا ہے۔ جیسے وہ گیا، وہ گئے، وہ گئی، وہ گئیں، تو گیا، تم گئے، تو گئی، تم گئیں، میں گیا، ہم گئے، میں گئی، ہم گئے +

افعال متعدّی میں غائب کی صورتیں بدل جاتی ہیں۔ واحد غائب میں کہتے ہیں۔ اُس نے یا اُن نے کہا۔ جمع میں اُنھوں نے۔ اور جب جمع میں مرجع[1] ضمیر ظاہر کیا جاتا ہے۔ تو انھوں کی جگہ اُن بولتے ہیں۔ جیسے اُن لوگوں نے کہا۔ اُن حقیقت میں ضمیر جمع ہے۔ مگر مقام ادب میں واحد پر بھی استعمال کرتے ہیں۔ جیسے "اُن بزرگ نے تو یوں نہیں فرمایا" +

فائدہ۔ ضمیر وہ واحد اور جمع دونوں کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔ قدما جمع میں وے بولتے تھے۔ اب وے متروک ہے۔ دوسری حالت مفعولیت۔ جس کو فعل سے مفعولیت کا تعلق ہو۔ جیسے

اُس کو یا اُسے یا	اُن کو یا اُنہیں یا	تجھ کو یا تجھے یا	تم کو یا تمھیں یا	مجھ کو یا مجھے یا	ہم کو یا ہمیں یا

[1] جس کی طرف ضمیر پھرے +

اُس کے تئیں بچایا	اُن کے تئیں بچایا	تیرے تئیں بچایا	تمھارے تئیں بچایا	میرے تئیں بچایا	ہمارے تئیں بچایا

تیسری حالت اضافت - جب ضمیر سے کسی چیز کو کسی طرح کا لگاؤ ہو - جیسے اُس کا گھوڑا - اُن کا گھوڑا تیرا گھوڑا - تمھارا گھوڑا - میرا گھوڑا - ہمارا گھوڑا ؛

چوتھی حالت صفت جب ضمیر کسی صفت کا موصوف واقع ہو - جیسے **شعر**

چال ہے مجھ ناتواں کی مرغ بسمل کی تڑپ
ہر قدم پر ہے یقیں یاں رہ گیا واں رہ گیا

فائدہ - آپ یا خود کبھی ضمیر اور کبھی اسم ظاہر کی تاکید کے لیے آتے ہیں - جیسے وہ خود آیا - محمود آپ گیا - حامد خود گیا ؛

فائدہ - اپنا جو واحد مذکر کے لیے استعمال کیا جاتا ہے - اور اپنے بیائے مجہول جو جمع مذکر کے لیے آتا ہے - اور اپنی بیائے معروف جو مونث کے لیے بولتے ہیں - مقام خصوصیت میں تنہا استعمال کیے جاتے ہیں - یعنی ان کے ساتھ لفظ آپ یا خود تاکید کے لیے نہیں آتا - جیسے "اپنا وطن سب کو عزیز ہے" - "اپنی گلی میں کتّا بھی شیر ہوتا ہے" ؛ بعض مقامات میں ان کی تکرار واجب ہوتی ہے - جیسے "سب اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے" "سب اپنی اپنی کتابیں لے گئے" - **مصرع**

سب اپنا اپنا مقدر جدا نصیب جدا

فائدہ - بعض اوقات جبکہ ایک اسم ظاہر یا ضمیر ایک فعل کی فاعل ہو اور وہی مفعول بھی ہو - تو مفعول کے لئے نہ اسم ظاہر کا اعادہ کرتے ہیں نہ ضمیر کا - بلکہ اس کی جگہ اپنے کو یا اپنے تئیں استعمال کرتے ہیں - جیسے حامد نے اپنے کو یا اپنے تئیں بے قصور ثابت کیا - زید نے اپنے کو یا اپنے تئیں ہلاک کیا - اور اگر اس ضمیر کا کوئی مضاف ہو اور مضاف اور مضاف الیہ مل کر فعل مذکور کا مفعول ہو تو مضاف کی وحدت و جمع اور تذکیر و تانیث کے لحاظ سے اپنا یا اپنے یا اپنی کہتے ہیں - جیسے اُس نے اپنا سبق پڑھا - انہوں نے اپنے گھوڑے بیچے - احمد نے اپنی کتاب دیکھی - اگر مضاف کے ساتھ کو علامت مفعول ہو - تو اپنا کی جگہ اپنے بولتے ہیں - جیسے "اُس نے اپنے گھوڑے کو دیکھا"۔

اس مقام میں یہ بھی سمجھ لینا چاہیے - کہ ایسے موقعوں پر اپنا اپنی وغیرہ اصل میں اُس کا - اُس کے - اُس کی - ان کا - ان کے - ان کی - تیرا - تیرے - تیری - تمھارا - تمھارے تمھاری - میرا - میرے - میری - ہمارا - ہمارے ہماری تھا - مثلاً وہ اپنا سبق پڑھے - وہ اپنے گھوڑے لائیں - وہ اپنی کتابیں لائے - تم اپنے گھر جاؤ - ہم اپنا کام کریں - حقیقت میں یوں تھا - وہ اس کا سبق پڑھے - وہ اُن کے گھوڑے لائیں وہ اس کی کتاب لائے - تم تمھارے گھر جاؤ - ہم ہمارا کام کریں - علےٰ ہٰذا القیاس - روزمرہ میں اُس کا - تمھارا ہمارا وغیرہ - اپنا، اپنے وغیرہ سے بدل گیا +

کبھی بجائے ضمیر مضاف الیہ متکلم کے بوجہ خصوصیت اپنا وغیرہ بولتے ہیں - اور اس سے کلام میں زیادہ خوبی پیدا ہو جاتی ہے - جیسے **شعر**

حیف کہتے ہیں ہُوا تاراج گلزارِ جہاں
آشنا اپنا بھی واں اک سبزۂ بیگانہ تھا

اس شعر میں بجائے ہمارا کے اپنا استعمال کیا گیا ہے ÷

حالت فاعلیّت - وہ آپ آیا - وہ خود آیا - وہ آپ آئے - وہ خود آئے ÷

تُو نے آپ کہا تھا - تو نے خود کہا تھا - آپ تُو نے کہا تھا - خود تُو نے کہا تھا ÷

تم نے آپ کہا تھا - تم نے خود کہا تھا - آپ تم نے کہا تھا - خود تم نے کہا تھا ÷

میں نے آپ کہا تھا - میں نے خود کہا تھا - آپ میں نے کہا تھا - خود میں نے کہا تھا ÷

ہم نے آپ کہا تھا - ہم نے خود کہا تھا - آپ ہم نے کہا تھا - خود ہم نے کہا تھا ÷

حالت مفعولیّت - میں نے خود اس کو دیا - میں نے خود اُن کو دیا - اُس نے آپ (یا خود) اپنے کو یا اپنے تئیں ہلاک کیا ÷

میں نے خود تجھ کو دیا - میں نے خود تم کو دیا - اُس نے خود مجھ سے کہا تھا - اُس نے خود ہم سے کہا تھا ÷

حالت اضافت - اُس کی اپنی کتاب تھی - اُس کا

اپنا قلم تھا - تیرا اپنا تھا - تمہارا اپنا تھا - میرا اپنا تھا - ہمارا اپنا تھا۔

فائدہ - حالت مفعولیت اور اضافت کی مثالوں میں تم نے دیکھا ہے کہ وہ "اُس" "سے" بدل گیا ہے - اُس کا قاعدہ بھی معلوم کر لو - ضمیر فاعلی غائب (وہ) کے بعد جب حروف میں سے - کو - تک - تلک - پر - کا - کے - کی - نے - والا میں سے کوئی حرف آئے - تو واحد میں اُس اور جمع میں اُن سے بدل جائیگی - لیکن لفظ نے کے ساتھ ضمیر واحد دو طرح سے آتی ہے - اُس نے ، اُن نے - اور جمع میں انھوں نے کہتے ہیں - بعض اہل قواعد نے ان حروف کا نام حروف مغیرہ رکھا ہے - ہمارے نزدیک حروف عاملہ کہنا زیادہ موزون ہے - اس لئے ہم آگے ان کو حروف عاملہ سے تعبیر کریں گے - اور یاد رکھو کہ ہر حرف جداگانہ کو حرف عامل کہنا چاہیے - یعنی میں حرف عامل ہے - اور سے حرف عامل ہے۔

فائدہ - جب ضمیر واحد حاضر اور واحد متکلم یعنی تو اور میں کے بعد حروف عاملہ میں سے میں - سے - کو - تک - تلک - پر - آئے یا ان ضمیروں کے بعد ان کی صفت میں کوئی حرف عامل حائل ہو تو ان کی شکل مثل ضمیر مفعول کے ہو گی - جیسے تجھ میں - مجھ میں - مجھ خاکسار نے - تجھ شوخ مزاج نے - شعر

مجھ میں اک عیب بڑا ہے کہ وفادار ہوں میں
تم میں دو وصف ہیں بد خو بھی ہو - خود کام بھی ہو

فائدہ - مقام تعظیم میں ضمیر مفرد استعمال نہیں کی جاتی -

بلکہ جمع کی جاتی ہے اور چونکہ تم میں چنداں تعظیم نہیں۔ اس لیے اُس کی جگہ آپ کا لفظ بولا جاتا ہے۔ اور صیغہ بھی بجائے حاضر کے جمع غائب کا استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسے آپ فرماتے ہیں یا آپ فرمائیں ٭

آیئے اور لایئے گا وغیرہ کے ساتھ بھی آپ کا لفظ بولا جاتا ہے۔ جیسا کہ بحث فعل امر میں بیان کیا گیا ٭

اضمار قبل الذکر

جس چیز کی طرف ضمیر پھرتی ہے۔ اسے مرجع کہتے ہیں۔ مرجع ضمیر سے پہلے آتا ہے۔ مگر نظم میں کبھی ضمیر کو مرجع سے پہلے لے آتے ہیں۔ اسی کا نام اضمار قبل الذکر ہے۔ آتش

بتیاں اس کی بنا کر میں کروں روشن چراغ
باد سے اُڑ کر بجھا دے گر مرا دامن چراغ

اس شعر میں اسم ضمیر کا مرجع دامن ہے۔ جو دوسرے مصرع میں ہے ٭

(۳) اسمِ اشارہ

معرفے کی تیسری قسم

اسم اشارہ وہ اسم ہے۔ جس سے کسی شخص یا چیز کی طرف اشارہ کریں۔ جس شخص یا چیز کی طرف اشارہ کرتے ہیں اُسے مشارٌ الیہ کہتے ہیں۔ مشارٌ الیہ ایک اسم نکرہ ہوتا ہے جو اشارے کے سبب معین ہو جاتا ہے۔ مشارٌ الیہ پاس یا سامنے ہو تو یہ سے اشارہ

کرتے ہیں - اور دور یا غائب ہو تو وہ سے - یعنی یہ اشارہ قریب کے لیے ہے اور وہ اشارہ بعید کے لیے۔ ان کا استعمال واحد اور جمع میں یکساں ہے - ایک کی طرف بھی یہ یا وہ سے اشارہ کرتے ہیں - ایک سے زیادہ کی طرف بھی - کبھی نظم میں یہ کی جگہ یے اور وہ کی جگہ وو استعمال کرتے ہیں - **مدو جزر اسلام**

نمونے یہ اعیان و اشراف کے ہیں
سلف اُن کے وو بھے خلف ان کے یے ہیں

عبارت میں مشارٌ الیہ کے قرب و بعد کے لحاظ سے یہ اور وہ لاتے ہیں - **ذوق**

وہ کہے صلِّ علےٰ یہ کہے سبحان اللہ
دیکھے مکھڑے پہ جو تیرے مہ و اختر سہرا

اس شعر میں یہ کا مشارٌ الیہ مہ ہے اور وہ کا اختر۔ کیونکہ یہ سے مہ قریب ہے اور وہ سے اختر دور ٭

اسمائے اشارہ میں جب زور دینا مقصود ہوتا ہے۔ تو ہی کا لفظ زیادہ کرتے ہیں - مگر نثر میں وہ ہی یا یہ ہی نہیں کہتے۔ وہ اور یہ کی ہ حذف کر کے وہی اور یہی کہتے ہیں ٭

فاعل "دیکھو وہ تارا کیسا چمک رہا ہے"۔ مفعول "یہ قلم تو میں تم کو نہیں دینے کا"۔ اضافت "اُس جانور کی آواز کیسی دلکش ہے"۔ دیکھو اضافت میں یہ اس سے بدل گیا - اسی طرح یہ - یہی - وہ - وہی فاعل و مفعول میں بھی - اُس - اُن - اُسے - انھیں - اس - ان - اسے - انھیں سے بدل جاتے ہیں - یعنی

فاعل میں جب ماضی مطلق کے ساتھ نے آئے - اور مفعول کے ساتھ جب علامات مفعول کو - سے ہوں ❖

عام قاعدہ یہ ہے کہ جب اسماے اشارہ کے بعد حروف عامل آتے ہیں - تو وہ ضمیر فاعلی غائب کی طرح بدل جاتے ہیں - حروف عامل کے علاوہ وہ اسم بھی جو مکان یا زمانے کے معنوں میں ہیں - جیسے گھر - جگہ - پاس - طرف - رات - دن گھڑی - مہینہ - برس وغیرہ - اور اسی طرح قدر - طرح - وضع شکل - صورت بہت سے الفاظ حروف عامل کا عمل کرتے ہیں - اس قسم کا ہر ایک لفظ تابع عامل کہلاتا ہے ❖

اسم اشارہ اور ضمیر غائب میں یہ فرق ہے - کہ اشارہ کسی عضو مثلاً ہاتھ - آنکھ وغیرہ سے ہوتا ہے - ضمیر کا خیال صرف دل میں ہوتا ہے ❖

(۴) اِسمِ موصُول

ہم نے کسی کو بھیجا ہے

اسم موصول وہ اسم ناتمام ہے کہ جب تک اُس کے ساتھ ایک جملہ مذکور نہ ہو کسی جملے کا جزو تام بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا - یعنی اکیلا نہ فاعل ہو سکتا ہے نہ مفعول نہ مبتدا نہ خبر وغیرہ - اس کے بعد جو جملہ آتا ہے - اُس کو صلہ کہتے ہیں - اور موصول و صلہ دونو مل کر جزو جملہ ہوتے ہیں - جیسے **شعر**

جو کہ ظالم ہے وہ ہرگز پھولتا پھلتا نہیں
سبز ہوتے کھیت دیکھا ہے کبھی شمشیر کا

اس شعر میں "جو کہ" اسم موصول ہے۔ "ظالم" صلہ۔ اسمائے موصولہ کا مفصل بیان علم نحو میں موصول و صلہ کی بحث میں لکھا جائیگا۔

اسمائے نکرہ

اسم نکرہ کی قسمیں یہ ہیں۔ [۱] اسم ذات۔ [۲] اسم کنایہ۔ [۳] اسم استفہام۔ [۴] اسم صفت۔ [۵] مصدر۔ [۶] حاصل مصدر۔ [۷] اسم فاعل۔ [۸] اسم مفعول۔ [۹] اسم معاوضہ۔ [۱۰] اسم حالیہ۔

اِسمِ ذات

جس نام سے ایک چیز کی حقیقت دوسری چیزوں سے الگ سمجھی جائے۔ اور اس سے کوئی وصف مفہوم نہ ہو اُس کو اسم ذات کہتے ہیں۔ جیسے اونٹ۔ ہاتھی گھوڑا۔ آگ۔ پانی۔ ہوا یہ تمام اسم ہر ایک چیز کی حقیقت کو دوسری چیزوں سے الگ کر دیتے ہیں۔

اسم ذات کی قسمیں اسم ذات کی پانچ قسمیں ہیں:-

(۱) **اسم آلہ**۔ وہ اوزار یا ہتھیار جس کے ذریعے فعل صادر ہوں۔ اردو میں وزن اور صیغے کے لحاظ سے اسم آلہ مطلق نہیں۔ مگر اردو کے اہل قواعد۔ چاقو۔ قینچی۔ قلم۔ توپ۔ تلوار وغیرہ کو اسمائے آلہ کہتے ہیں۔

کبھی دوسرے الفاظ میں کچھ تصرف کر کے اسم آلہ بناتے ہیں۔ جیسے دھونکنی۔ پھکنی (جو اصل میں پھونکنی

تھا) بیلن - بیلنی - چھلنی (جو اصل میں چھاننی تھا) - نکیل - گھڑیال - جو اصل میں ناک اور گھڑی تھا - عربی اسمائے آلہ بھی اردو میں استعمال کئے جاتے ہیں - جیسے مقراض - میزان - مسواک - مضراب - مقیاس - مسطر +

(۲) **اسم ظرف** - اسم ظرف اس اسم کو کہتے ہیں - جس کے معنے جگہ یا وقت کے ہوں - یہ دو طرح کا ہوتا ہے - ایک وہ جو مطلق جگہ یا وقت پر دلالت کرے - جیسے گھر - گلی - شہر - ملک - صبح - شام - رات - دن - اس قسم کے اسموں میں سے جو اسم مطلق زمانے پر دلالت کرے - اُسے اسمِ زمان اور جو مطلق مکان پر دلالت کرے - اُسے اسمِ مکان کہتے ہیں +

دوسرے جو کسی خاص چیز کی جگہ پر دلالت کرے - جیسے ٹکسال اور پھلواڑی - ٹکسال اُس جگہ کو کہتے ہیں - جہاں ٹکے - پیسے - روپے - اشرفیاں بنتی ہوں - پھلواڑی اُس جگہ کو کہتے ہیں جہاں پھولوں کے پودے لگے ہوئے ہوں - اس قسم کے اسموں کو اسم ظرف کہتے ہیں - کبھی مصدر بھی اسم ظرف کا فائدہ دیتا ہے - جیسے جھرنا - پانی جھرنے کی جگہ فارسی اور عربی کے بہت سے اسم ظرف اردو میں استعمال کیے جاتے ہیں - جیسے ہندوستان - افغانستان - گلشن - گلزار - زرخیز - حرم سرائے - کتب خانہ - شفاخانہ - عید گاہ - نشستگاہ قلمدان - عطردان وغیرہ - دان اگرچہ فارسی لفظ ہے - مگر کبھی اردو میں بھی اسموں کے آخر میں ظرفیت کے لیے آتا ہے جیسے پاندان - خاصدان - پیکدان - ظرف اگر چھوٹی سی

چیز ہو تو اسم ظرف میں وان پر یائے معروف زیادہ کر دیتے ہیں۔ جیسے چُونے دانی +

ظرف زمان اور ظرف مکان

بعض الفاظ ایسے ہیں کہ وہ نہ وقت کا نام ہیں۔ نہ جگہ کا۔ لیکن اُن میں ظرفیت کے معنے پائے جاتے ہیں۔ جیسے جہاں۔ جس جگہ۔ جہاں جہاں۔ جب۔ جس دم۔ جب جب۔ جس وقت۔ تو جو لفظ وقت پر دلالت کرے۔ اُس کو ظرف زمان کہتے ہیں اور جو جگہ پر دلالت کرے۔ اُسے ظرف مکان +

(۳) **اسم صوت** وہ لفظ ہے۔ جس سے ذی روح یا غیر ذی روح کی آواز بیان کریں۔ جیسے قہ قہ قہ قہ۔ کھلکھلا کر ہنسنے کی آواز۔ قُلقُل قُلقُل قُلقُل صراحی میں سے پانی نکلنے کی آواز۔ چھم چھم چھم چھم مینہ برسنے کی آواز۔ بعض الفاظ ایسے ہیں۔ جن سے کسی چیز کی آواز بیان نہیں کرتے۔ بلکہ جانوروں کے ہانکنے وغیرہ میں بولے جاتے ہیں۔ جیسے دھت دھت۔ بری بری ہاتھی کے ہانکنے اور بٹھانے کے لئے بولتے ہیں۔ ان کو بھی اسم صوت کہتے ہیں +

(۴) **اسم مصغر**۔ جس اسم کے معنوں میں اصلی حالت کی نسبت چھٹائی پائی جائے۔ اُس کو اسم مصغر کہتے ہیں۔ مصغر اسموں کے آخر میں زیادہ تر یائے معروف اور اس سے کم الف ہوتا ہے۔ جیسے پہاڑ۔ پہاڑی۔ پیالا۔ پیالی۔ بالا۔ بالی۔ لوٹا۔ لٹیا۔ ڈبا۔ ڈبیا۔ بیٹی۔ بٹیا۔ ان کے علاوہ چند اور علامتیں بھی ہیں جو بہت کم استعمال کی جاتی ہیں۔

جیسے پلنگ - پلنگڑی - ٹانگ - ٹنگڑی - صحن - صحنچی - کھاٹ - کھٹولا - کونڈا - کنڈالی - ٹٹو - ٹٹوا - مرد - مردوا ؞

(۵) اسم مکبّر - جس لفظ کے معنوں میں اصلی حالت کی نسبت بڑائی پائی جائے - اُس کو اسم مکبّر کہتے ہیں - جیسے بات - بتنگڑ - پگڑی - پگڑ - چھتری - چھتر - بعضے لفظ دوسرے لفظوں سے مل کر بڑائی کے معنے پیدا کرتے ہیں - جس اسم میں بڑائی کے معنے پیدا ہوتے ہیں - وہ اسم مکبّر ہے - اردو میں لفظ بڑا بڑائی کے معنے پیدا کرتا ہے - جیسے بڑا پہلوان - بڑا اُستاد - بڑا بادشاہ وغیرہ ؞

اسم کی دوسری قسم

(۲) اسمائے کنایہ

جب کلام میں کسی کا نام صراحتاً لینا یا کسی تعداد کو کھول کر بیان کرنا نہیں چاہتے - یا کسی مطلب کو مختصر کرنا منظور ہوتا ہے - تو مبہم سے الفاظ استعمال کرتے ہیں - ایسے الفاظ اسمائے کنایہ کہلاتے ہیں - کسی کا صریح نام نہیں لینا ہوتا - تو وہ یا وہ شخص یا امکا ڈھمکا بولتے ہیں - امکا ڈھمکا اردو میں وہی ہے جو فارسی میں فلاں و بہماں ہے - ایسا - تیسا میں تحقیر پائی جاتی ہے ؞

رباعی

جب تک تھے گرہ میں احمقوں کی پیسے
سب کہتے تھے ان کو آپ ایسے ایسے
مفلس جو ہوئے تو پھر کسی نے اے ذوق
پوچھا نہ کہ تھے کون وہ ایسے تیسے

اس رباعی کے شعر اوّل میں ایسے بھی بمقام کنایہ مستعمل ہوتے ہیں۔ "اُس کی ایسی تیسی"۔ فلاں۔ فلاں فلاں۔ اردو میں بھی بولے جاتے ہیں۔ مثلاً فلاں شخص وہاں تھا۔ فلاں نہ تھا۔ یا فلاں فلاں شخص وہاں موجود تھے +

اتنا۔ اتنے وغیرہ تعداد کے اجمال کے لئے آتے ہیں۔ جیسے "اتنا روپیہ کافی نہیں"۔ "اتنے آدمی اس کام کو سر انجام نہیں کر سکتے"+

اسم نکرہ کی اقسام میں سے مصدر۔ حاصل مصدر۔ اسم فاعل۔ اسم مفعول۔ اسم معاوضہ۔ اسم حالیہ کا حال پہلے بیان ہو چکا +

(۳) اسمائے استفہام

تیسری قسم

وہ اسم جو پوچھنے کے موقع پر بولے جاتے ہیں۔ کون۔ کس۔ کتنا۔ کتنے۔ کتنی۔ کے۔ کیا۔ کونسا۔ کونسے۔ کونسی۔ کیسا۔ کیسے۔ کیسی۔ کب۔ کب کب۔ کہاں۔ کہاں کہاں۔ کدھر۔ وہ کون ہے؟ تم سے کس نے کہا؟ یہ مکان کتنا اونچا ہے؟ اس کمشنری میں کتنے ضلعے ہیں؟ اس ضلعے میں کتنی تحصیلیں ہیں؟ یہ عمارت کتنی بلند ہے؟ تم کے بھائی ہو؟ حامد نے کیا کہا؟ یہ کونسا انداز کلام ہے؟ آج کونسی تاریخ ہے؟ وہ کیسا ہے؟ زید کب گیا اور کہاں گیا؟ **شعر**

بند آنکھیں کیے جاتا ہے کدھر تو کہ مجھے

ہے ترا نقشِ قدم چشم نمائی کرتا

کون انسان کے لیے آتا ہے۔ کیا حیوانوں اور چیزوں کے لئے۔ کونسا عام ہے۔ انسان کے لیے بھی آتا ہے۔ اور حیوانوں اور چیزوں کے لیے بھی۔ کے تعداد کے لیے۔ کتنا مقدار کے لیے۔ کتنے اور کتنی تعداد اور مقدار دونوں کے لیئے۔ کیا صفت کے لئے۔ کب اور کب کب ظرفِ زمان کے لیے۔ کہاں کہاں کہاں اور کدھر ظرف مکان کے لیئے۔

(۴) اسمِ صفت

اسم صفت وہ اسم ہے۔ جس سے کوئی چیز کسی خصوصیت کے ساتھ سمجھی جائے۔ جیسے سچا۔ جھوٹا۔ سیدھا۔ اُلٹا۔ ہرا۔ دُکھا۔ بھلا۔ بُرا۔ دیکھو ان الفاظ سے جدا جدا خصوصیتیں مفہوم ہوتی ہیں۔ اہل قواعد نے ان کی چار قسمیں قرار دی ہیں۔ صفت مشبہ۔ صفت نسبتی۔ اسم عدد۔ صفت عددی[۱]۔ مگر ہمارے نزدیک اسم تفضیل اور اسم مبالغہ بھی اسم صفت کی قسمیں ہیں۔ اب سب کا مفصل حال سنو:۔

نمبر ۱۴ سبق پہلا (حاشیہ)

[۱] صفت عددی تو ایک قسم کا عدد ہی ہے۔ اور اسم عدد حقیقت میں اسم صفت نہیں۔ مگر جس طرح صفت کا وجود بغیر موصوف کے نہیں ہوتا۔ اسی طرح عدد بھی بغیر معدود کے پایا نہیں جاتا۔ اسی وجہ سے صفت میں شمار کیا گیا ہے۔

صفتِ مُشبَّہ

اسم صفت کی پہلی قسم

صفت مُشبہ اُس اسم کو کہتے ہیں۔ جس سے وصف ذاتی یعنی وصفی معنے بطریق دوام سمجھے جائیں ۔

صفت مشبہ اور اسم فاعل میں فرق

صفت مشبہ اور اسم فاعل میں اتنا ہی فرق ہے کہ اسم فاعل میں ایک وصف عارضی ہوتا ہے۔ اور صفت مشبہ میں وصف ذاتی ۔ اس فرق کو تم دو تین عربی الفاظ سے خوب سمجھ سکو گے۔ عربی میں عالم اور علیم دونو لفظوں کے معنے ہیں جاننے والا۔ لیکن عالم وہ جاننے والا ہے جس کو کسی کے بتانے سکھانے سے کسی بات کا علم ہُوا ہو۔ اور علیم ایسے جاننے والے کو کہتے ہیں جو بغیر کسی کے بتانے کے جانتا ہو اور جاننے کی صفت اس کی ذات کے ساتھ قائم ہو۔ ان دونوں لفظوں میں عالم اسم فاعل ہے۔ علیم صفت مشبہ اسی طرح سامع و سمیع دونوں کے معنے ہیں سننے والا ۔ لیکن سامع وہ سننے والا ہے کہ ایک شخص کچھ پڑھ رہا یا بول رہا ہو۔ اور وہ سنتا جاتا ہو ۔ مگر اس کو سمیع نہیں کہ سکتے ۔ اس لئے کہ سمیع میں سننے کا وصف سننے والے کی ذات کے ساتھ قائم ہے ۔ اور ایسا شخص خدا کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا ۔ یہی سبب ہے کہ عربی زبان میں خدا کی صفات ہمیشہ صفت مشبہ کے وزن پر آتی ہیں ۔ مگر یہ ضرور نہیں کہ صفت مشبہ کے لئے موصوف بھی قدیم ہو ۔

انسان کو بھی حسین و جمیل وغیرہ کہتے ہیں۔ غرض اسم فاعل میں فعل ایک اختیاری بات ہوتی ہے۔ صفت مشبہہ میں لازم۔ پڑھنے والا کسی کو اُس وقت کہیں گے۔ جب وہ پڑھے۔ لیکن سخی اور بخیل کو ہر وقت سخی اور بخیل کہیں گے۔ خواہ وُہ اُس وقت سخاوت اور بخل کر رہا ہو یا نہ کر رہا ہو ٭

اردو میں صفت مشبہہ بہت کم مشتق ہے۔ جیسے اڑیل۔ ہنسوڑ کہ اڑنا اور ہنسنا سے مشتق ہیں۔ صفت مشبہہ میں مذکر کی علامت اکثر الف آخر میں ہوتا ہے۔ جیسے بھلا۔ بُرا۔ میٹھا۔ کڑوا وغیرہ اور کمتر مقامات میں نہیں ہوتا۔ جیسے اپاہج۔ پھوہڑ۔ اکھڑ۔ بعض الفاظ ایسے ہیں۔ جن کے آخر میں الف ہوتا ہے۔ اور مذکر و مؤنث دونوں پر بولے جاتے ہیں۔ جیسے دُکھیا۔ لڑاکا ٭

کبھی اسم کے آخر میں الف زیادہ کر کے صفت مشبہہ بناتے ہیں۔ جیسے بھوکا۔ پیاسا۔ جھوٹا۔ سچا۔ کبھی حاصل مصدر یا اسم پر حرف نفی لگا کر صفت مشبہہ بنا لیتے ہیں۔ جیسے بے ڈر۔ نڈر۔ ان مول۔ بے مول۔ کبھی عربی الفاظ کے پہلے حرف نفی اور آخر میں الف بڑھا کر جیسے بے فکرا۔ ناشکرا۔ بے وارثا۔ کبھی دو اسموں کی ترکیب سے یہ معنی حاصل ہوتے ہیں۔ جیسے منہ زور۔ کام چور ٭

کبھی اسم جامد اور فعل یا اسم مشتق کی ترکیب سے جیسے منہ پھٹ۔ ناک کٹا (جو مخفف ہو کر نکٹا ہوگیا ہے) دل چلا۔ من چلا ٭

کبھی اسم اور فعل امر فارسی کی ترکیب سے ۔ جیسے سمجھ دار ۔ لوچ دار ۔

کبھی مصدر کے الف کو یاے معروف سے بدل کر جیسے حالی

یوں تو آیا ہے تباہی میں یہ بیڑا سو بار
پر ڈرائی[1] ہے بہت آج بھنور کی صورت

فائدہ ۔ جس اسم صفت کے آخر میں الف یا ہاے مختفی مذکر میں ہو ۔ بحالت تانیث ۔ اُن کی تبدیلی یاے معروف سے ہوگی ۔ جیسے اچھا ۔ اچھی ۔ دیوانہ ۔ دیوانی ۔ بندہ ۔ بندی ۔ اور جس اسم کے آخر میں یاے معروف ہو تو نون سے بدل جائیگی ۔ جیسے سڑی ۔ سڑن ۔ جن اسماے صفت میں یہ علامتیں نہ ہوں ۔ اُن میں کچھ تغیر و تبدل نہیں ہوتا ۔ جیسے لال ۔ سبز ۔ نیک ۔ بد ۔ پھوہڑ وغیرہ ۔

فائدہ ۔ کبھی اسم مفعول بھی صفت مشبہ کے معنی دیتا ہے ۔ جیسے پڑھا ہوا ۔ کبھی دو اسم مفعولوں کی ترکیب اور علامات اسم مفعول کے حذف سے صفت مشبہ بن جاتی ہے جیسے پڑھا لکھا ۔

صفتِ نسبتی

اسم صفت کی دوسری قسم

صفت نسبتی اس اسم کو کہتے ہیں جس کے ساتھ حرف نسبت ہوتا ہے ۔ اور جب کسی شخص یا چیز پر بولا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس

[1] ڈرائی کی جگہ اکثر ڈراؤنی بولا جاتا ہے ۔

شخص یا چیز کو اس اسم سے کچھ نسبت اور تعلق ہے جیسے ہندی پنڈت۔ معلوم ہؤا کہ پنڈت کو ہندوستان سے رہنے کا علاقہ ہے۔ بنارسی دوپٹا۔ معلوم ہؤا کہ دوپٹے کو بنارس میں بننے کی نسبت ہے۔ یہ صفت اسم کے آخر میں اکثر یائے نسبت کے لگانے سے جو معروف ہوتی ہے۔ بنتی ہے +

بعض اسموں کے آخر میں جو تغیر و تبدّل واقع ہوتا ہے۔ اُن میں ان قواعد کا اتباع کیا جاتا ہے جو عربی و فارسی میں مروج ہیں۔ اور زیادہ تر تغیر و تبدّل عربی و فارسی الفاظ ہی میں کیا جاتا ہے +

(۱) جن ناموں کے آخر میں ہ ماقبل مفتوح ہوتی ہے۔ جب اُن میں یائے نسبت لگاتے ہیں تو ہ اکثر حذف جیسے مکہ۔ مکی۔ کوفہ۔ کوفی۔ بنگالہ۔ بنگالی۔ اور کبھی واؤ سے بدل جاتی ہے۔ جیسے آرہ۔ آروی۔ بٹالہ۔ بٹالوی۔ ٹانڈہ۔ ٹانڈوی +

(۲) اگر آخر میں ہ ہو اور تیسرا حرف ی ہو۔ تو دونوں گر جاتے ہیں۔ جیسے مدینہ۔ مدنی۔ ابو حنیفہ۔ حنفی۔ حنفی میں ابو حنیفہ کا ابو بھی حذف ہو گیا۔ اس لیے کہ کنیتوں میں کنیت کے لفظ حذف ہو جاتے ہیں +

(۳) اسمائے نکرہ میں ہائے مختفی ہمزے سے بدل جاتی ہے۔ جیسے سرمہ۔ سرمئی۔ پستہ۔ پستئی +

(۴) اگر آخر میں یائے معروف ہو تو واؤ زیادہ کرتے ہیں۔ جیسے علی۔ علوی۔ نبی۔ نبوی۔ دہلی۔ دہلوی +

مگر بمبئی میں صرف ہمزہ حذف کر کے بمبی کہتے ہیں ۔

(۵) کبھی بلا لحاظ ی کے واؤ زیادہ کرتے ہیں جیسے دم - دموی ۔

(۶) آخر میں الف ہو تو یائے نسبت سے پہلے ہمزہ مکسور بڑھاتے ہیں - جیسے طلا - طلائی - خدا - خدائی - کبھی واؤ زیادہ کرتے ہیں - جیسے صفرا - صفراوی - کبھی الف کو حذف کر کے واؤ زیادہ کرتے ہیں ، جیسے مولا مولوی - دنیا - دنیوی ۔

(۷) اگر آخر میں ایسا الف ہو جو ے کی صورت میں لکھا جاتا ہے تو دونوں طرح جائز ہے - یعنی ہمزے کا زیادہ کرنا اور الف کو حذف کر کے واؤ کا بڑھانا - جیسے مصطفٰے - مصطفائی - مصطفوی - موسٰے - موسائی - موسوی - عیسٰے - عیسائی - عیسوی ۔

(۸) بعض اسما کے آخر سے الف و نون حذف کر دیتے ہیں جیسے بدخشاں بدخشی ۔

بعض میں الف و نون زیادہ کر دیتے ہیں - جیسے ربّ - ربّانی - حق - حقانی - نور - نورانی ۔

(۱۰) لفظ ستان کو (جو فارسی میں ظرفیت کے معنی دیتا ہے) حذف کر دیتے ہیں - جیسے افغانستان سے افغانی ترکستان سے ترکی ۔

(۱۱) بعض الفاظ کی نسبت میں خلاف قیاس تصرف کیا گیا ہے - جیسے صنعا سے صنعائی - رے سے رازی - طے سے طائی - مرو سے مروزی - یمن سے یمانی - آرمینیا سے ارمنی ۔

اسم عدد

اسم عدد اس کو کہتے ہیں - جو چیزوں کی تعداد ظاہر کرے - اور جن چیزوں کی تعداد ظاہر کرے - انسان ہوں یا غیر انسان اُن کو معدود کہتے ہیں - جیسے ایک آدمی - دو گھوڑے - تین کتابیں - چار قلمدان اُن میں ایک - دو - تین - چار - اسم عدد ہیں - اور آدمی - گھوڑے - کتابیں - قلمدان معدود +

ایک کے سوا تمام اسمائے عدد کے معدود عموماً جمع بولے جاتے ہیں - جیسا کہ مثالہائے مذکورہ سے ظاہر ہے +

نثر میں اسم عدد ہمیشہ مقدم اور معدود موخر آتا ہے مگر نظم میں کبھی معدود پہلے اور اسم عدد پیچھے آتا ہے - جیسے **بیت**

کہے ایک جب سُن لے انسان دو
کہ حق نے زباں ایک دی کان دو

فائدہ - پانچ کے ساتھ چھ اور سات اور سو کا لفظ آئے - تو ج کو حذف کرکے پان چھ اور پان سات اور پان سو کہتے ہیں +

فائدہ - استغراق مقصود ہو یعنی سب کی سب چیزیں مراد ہوں تو اِکائیوں میں تین سے لے کر تمام اعداد کے آخر میں واؤ مجہول اور نون غنہ زیادہ کرتے ہیں - جیسے تینوں - چاروں - پانچوں - چھیوں - ساتوں وغیرہ یعنی پورے تین - پورے چار - پورے پانچ وغیرہ - دو کے استغراق

میں لفظ نون بہ واؤ مجہول زیادہ کیا جاتا ہے۔ جیسے شعر
ایک سب آگ ایک سب پانی
دیدہ و دل عذاب ہیں دونوں
بعض اہل زبان نون غنہ نہیں بڑھاتے۔ صرف لفظ نو بڑھا کر دونو کہتے ہیں۔ مگر یہ ہمارے نزدیک صحیح نہیں ۔

عدد کسری

آدھا۔ تہائی۔ چوتھائی۔ پانچواں۔ چھٹا۔ ساتواں۔ آٹھواں وغیرہ عدد کسری کہلاتے ہیں۔ حروف عاملہ کے آنے سے آدھا اور پانچواں وغیرہ کا پچھلا الف یائے مجہول سے بدل جاتا ہے۔ جیسے آدھے میں۔ پانچویں سے۔ چھٹے کا ۔

صفت عددی

اسم صفت کی چوتھی قسم

صفت عددی وہ اسم صفت ہے جس سے کسی چیز کا شمار درجے یا رتبہ میں معلوم ہو۔ اسم عدد اور صفت عددی میں یہ فرق ہے کہ اسم عدد میں مطلق تعداد ہوتی ہے اور صفت عددی میں ترتیب کا لحاظ ہوتا ہے۔ جیسے پہلا۔ دوسرا۔ تیسرا۔ چوتھا۔ پانچواں چھٹا وغیرہ۔ یہ سب صفات عددی ہیں "پانچواں" میں اور "ساتواں" سے لے کر آگے تمام اعداد میں واں لگایا جاتا ہے ۔

فائدہ۔ حرف عامل یا تابع عامل کے آنے سے پہلا۔ دوسرا۔ تیسرا۔ چوتھا۔ چھٹا اور واں کا الف یائے مجہول

سے بدل جاتا ہے۔ جیسے دسویں شخص نے۔ جمع مذکر کی ضمیر بھی یہی عمل کرتی ہے۔ جیسے مصرع

ہم بھی ہیں پانچویں سواروں میں

تانیث کی حالت میں واں کا الف یائے معروف سے بدل جاتا ہے۔ جیسے جون کی بائیسویں تاریخ ٭

اسم تفضیل

اسم صفت کی تاثیر

جو اسم صفت اپنے موصوف میں دوسری چیز کی نسبت ترجیح ظاہر کرے اس کو اسم تفضیل کہتے ہیں۔ مگر نفس صیغہ اور ہیئت کے لحاظ سے اردو میں اسم تفضیل مطلق نہیں۔ عربی اور فارسی کے اسم تفضیل بھی اردو میں مستعمل ہیں۔ جیسے "یہ اس سے کمتر ہے"۔ "وہ اس سے برتر ہے"۔ "حامد محمود سے افضل ہے" ٭

اردو کے اہل قواعد نے جہاں اردو میں اسم تفضیل پیدا کیا ہے۔ وہاں اُس کے تین درجے بھی قرار دئے ہیں۔ مثلاً اچھا۔ بہت اچھا۔ نہایت اچھا ۔ یا بُرا۔ بہت بُرا۔ نہایت بُرا۔ پہلے کو تفضیل نفسی کہا ہے۔ دوسرے کو تفضیل بعض۔ تیسرے کو تفضیل کل۔ جس کو ترجیح دیتے ہیں۔ اُس کو مفضّل کہتے ہیں۔ اور جس پر ترجیح دیتے ہیں۔ اُسے مفضّل علیہ ٭

عربی میں اسم تفضیل افعل کے وزن پر آتا ہے۔ جیسے افضل۔ اکبر۔ فارسی میں تر اور ترین تفضیل کے

لئے آتے ہیں۔ جیسے بہتر۔ بدتر۔ نیک ترین۔ کمترین +

اسم مبالغہ

اسم صفت کی قسم

جو اسم صفت اپنے موصوف کے وصف میں زیادتی ظاہر کرے۔ اس کو اسم مبالغہ کہتے ہیں۔ اسم تفضیل اور اسم مبالغہ میں یہ فرق ہے۔ کہ اُس میں دوسرے کے مقابل وصف میں ترجیح ہوتی ہے۔ اُس میں دوسرے کے مقابلے کا لحاظ نہیں ہوتا۔ بہت بڑا۔ بہت ہی بڑا۔ بڑا ہی۔ نہایت۔ نہایت ہی۔ یہ الفاظ اسم صفت پر واقع ہو کر اسم مبالغہ بنا دیتے ہیں۔ جیسے زید بہت دانشمند ہے۔ بڑا عالم ہے۔ بہت بڑا عالم ہے۔ بڑا ہی عالم ہے۔ نہایت خوش بیان ہے۔ نہایت ہی خوش بیان ہے۔ خوب اور عجب بھی وصف میں زیادتی پیدا کر دیتے ہیں۔ جیسے "حامد خوب تقریر کرنے والا شخص ہے"۔ "زید عجب نالائق ہے"۔ بعض اسمائے صفات میں لفظ پاک بھی مبالغے کے معنے پیدا کرتا ہے۔ جیسے پاک شہدا۔ پاک بے حیا۔ بعض الفاظ پر سخت کا لفظ داخل ہو کر مبالغے کے معنے دیتا ہے۔ جیسے سخت افسوس کی بات ہے۔ سخت تعجب کا مقام ہے +

اسمائے نکرہ کی اقسام میں سے مصدر۔ حاصل مصدر۔ اسم فاعل۔ اسم مفعول۔ اسم معاوضہ۔ اسم حالیہ کا حال پہلے بیان ہو چکا۔ ان کے اعادے کی ضرورت نہیں +

مذکر و مؤنث

اصل میں تو نر مذکر ہے اور مادہ مؤنث۔ مگر جو چیزیں نر اور مادہ نہیں ہیں اہل زبان بولنے میں ان کو بھی مذکر یا مؤنث قرار دے لیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہر زبان کی تذکیر و تانیث میں فرق کرنا بہت مشکل ہوتا ہے اور اُردو میں بالخصوص زیادہ مشکل ہے۔ مثال کے طور پر گھُن اور دُھن کو دیکھو۔ دونوں لفظوں میں حروف کی تعداد اور حرکات و سکنات اور وزن میں کچھ فرق نہیں۔ مگر تذکیر و تانیث کے لحاظ سے ایک دوسری کی ضد ہیں۔ یعنی گھن مذکر بولا جاتا ہے۔ دُھن مؤنث۔ جن چیزوں میں نر اور مادہ ہونے کی قابلیت نہیں۔ لیکن مؤنث کر کے بولی جاتی ہیں۔ اگر ان میں منجملہ علامات تانیث (جن کا ذکر آگے آتا ہے) کوئی علامت ہو۔ تو اُن کو مؤنث قیاسی کہتے ہیں۔ جیسے چھڑی۔ ٹوپی۔ حیا۔ وفا وغیرہ۔ اور اگر کوئی علامت نہ ہو تو مؤنث سماعی۔ جیسے کتاب۔ پنسل۔ میز اور زیادہ تر دقت ایسے ہی الفاظ میں واقع ہوتی ہے۔ جن میں نر اور مادہ ہونے کی قابلیت نہیں ؛

تذکیر و تانیث حقیقی و غیر حقیقی

جو چیزیں روحِ حیوانی رکھتی ہیں۔ یعنی جاندار ہوتی ہیں۔ اُن کی تذکیر و تانیث کو تذکیر و تانیث حقیقی کہتے ہیں۔ اس لئے کہ ان میں نر کے مقابل مادہ اور مادہ کے مقابل نر ہوتا ہے۔ اور جو روح حیوانی نہیں رکھتیں اُن کی تذکیر و تانیث غیر حقیقی کہلاتی

ہے۔ کیونکہ ان میں یہ امر صرف اعتباری ہوتا ہے۔ بعضے جاندار ایسے ہیں کہ بلا امتیاز نر و مادہ مذکر بولے جاتے ہیں جیسے طوطی۔ کوّا۔ ہدہد۔ گِدھ۔ اُلّو۔ طوطا۔ خرگوش اور بعضے بلا امتیاز نر و مادہ مؤنث بولے جاتے ہیں۔ جیسے قمری۔ فاختہ۔ مینا۔ لومڑی۔ چیل۔ بلبل کی تذکیر و تانیث میں اختلاف ہے۔ اکثر اس کو مؤنث بولتے ہیں۔ اور بعضے مذکّر ÷

فائدہ۔ جانداروں کی تانیث کی اگرچہ علامات بھی مقرر ہیں۔ مگر بعض الفاظ میں تذکیر و تانیث بلا لحاظ علامت صرف معنوں سے پہچانی جاتی ہے۔ یعنی جو لفظ مذکّر کے لیے ہوتا ہے۔ اس کو مذکّر بولتے ہیں۔ اور جو مؤنّث کے لیے ہوتا ہے۔ اس کو مؤنّث۔ مثالیں بیان آئندہ میں معلوم ہونگی ÷

انسان کی تانیث اردو میں انسان کی تانیث کی دو صورتیں ہیں ÷

اوّل نر کے لیے اور لفظ اور مادہ کے لیے اس کے مقابل اور لفظ۔ یعنی بہ اختلاف الفاظ و بلا علامت تانیث اور ایسے الفاظ تھوڑے ہیں ÷

مذکّر	مؤنث	مذکّر	مؤنّث
باپ۔ بادا	ماں	بھائی	بہن[1]
آبا	امّاں	میاں	بیوی

[1] بعض نے بھائی کے مقابل بھاوج کو مؤنّث قرار دیا ہے۔ اگر یہ خیال کیا جائے۔ کہ بھاوج بھائی کا جوڑا ہے۔ تو خیر اسے بھی صحیح سمجھ لو ÷

مذکر	مؤنث	مذکر	مونث
خصم	جورو	صاحب	میم
سسرا	ساس	بادشاہ - نواب	بیگم
دولھا	دلھن	راجہ - راے	رانی
داماد	بھو	غلام	لونڈی
مرد	عورت		

دوسرے - علامات تانیث کے لگانے سے تانیث ظاہر ہوتی ہے - اور اس کے قاعدے حسب ذیل ہیں +

(۱) اگر اسم مذکر کے آخر میں الف ہو تو تانیث میں یاے معروف سے بدل جاتا ہے - جیسے بیٹا - بیٹی - چچا - چچی دادا - دادی - نانا - نانی +

(۲) ہاے مختفی آخر میں ہو تو اس کو بھی ی سے بدل دیتے ہیں - جیسے بندہ - بندی +

ذات اور پیشے اور لقب اور قوم و مذہب کے لحاظ سے پریشان قاعدے ہیں +

(۱) کہیں تو مذکر کے الف کو یاے معروف سے بدل دیتے ہیں - جیسے بھٹیارا - بھٹیاری - اور کہیں ن سے جیسے سقا - سقن - جلاہا - جلاہن +

(۲) جس اسم کے آخر میں یاے معروف ہو اُسے اکثر نون سے بدلتے ہیں - جیسے درزی - درزن - دھوبی دھوبن - تیلی - تیلن - موچی - موچن - حلوائی - حلوائن - نائی نائن - فرنگی - فرنگن - یہودی - یہودن - مولوی - مولون اور کبھی ی سے پہلے الف نون زیادہ کرتے ہیں -

جیسے کھتری - کھترانی ÷

(۳) راے مہملہ آخر میں ہو تو اکثر یاے معروف زیادہ کرتے ہیں - جیسے لہار - لہاری - کمھار - کمھاری - چمار - چماری - حلال خور - حلال خوری - اور کبھی نون جیسے سنار - سنارن ÷

(۴) نون آخر میں ہو تو بھی یاے معروف زیادہ کرتے ہیں - جیسے برہمن - برہمنی ÷

(۵) زاے معجمہ آخر میں ہو تو نون ساکن زیادہ کرتے ہیں - جیسے انگریز - انگریزن ÷

(۶) الف نون آخر میں ہو تو کہیں صرف یاے معروف زیادہ کرتے ہیں جیسے پٹھان - پٹھانی - اور کہیں نون اور یاے معروف - جیسے مسلمان - مسلمانی - اور جہاں یہ حروف نہ ہوں - وہاں نی یا آنی زیادہ کرتے ہیں - جیسے نٹ - نٹنی - ڈوم - ڈومنی - شیخ - شیخانی - مغل - مغلانی - سیّد سیدانی[1] - ہندو کی تانیث میں واؤ حذف کرکے ہندنی بولتے ہیں اور اُستاد کی تانیث میں دال حذف کرکے اُستانی ÷

بعضے اسم مذکر اور مونث دونوں کے لئے یکساں بولے جاتے ہیں - جیسے بچہ - نوکر - داروغہ ÷

بعض عربی اور فارسی اور ترکی الفاظ بے امتیاز تذکیر و تانیث اردو میں استعمال کئے جاتے ہیں - جیسے

[1] اس لفظ کا تلفظ بسکون یا بھی ہے جو بحالت تذکیر مشدد تھی۔

میرانیس

سیدانیاں دیتی ہیں محمد کی دوہائی

اعدا میں یہ غل ہے کہ کرو فتح لڑائی

مذکّر	مؤنّث
والد	والدہ
خالو	خالہ
خادم	خادمہ
داماد	عروس
خان	خانم } یہ الفاظ اصل میں ترکی ہیں۔
بیگ	بیگم
بادشاہ	ملکہ
	بادشاہ بیگم }
	بگیم
	بیگم

حیوانات کی تانیث جانوروں میں اکثر علامات تانیث یائے معروف یا نون ساکن یا لفظ نی یا یا ہے۔ اگر مذکّر کے آخر میں الف ہو تو مؤنّث میں یائے معروف سے بدل جاتا ہے۔ جیسے مرغا۔ مرغی۔ بلا۔ بلی۔ گھوڑا۔ گھوڑی۔ مگر چڑیا اور کتیا جو چڑا اور کتّا کی مؤنّث ہیں۔ اس سے مستثنےٰ ہیں۔ اور اگر الف نہ ہو تو علامات مذکورہ میں سے ایک علامت ہوتی ہے۔ جیسے کبوتر۔ کبوتری۔ ناگ۔ ناگن۔ شیر شیرنی۔ بندر۔ بندریا۔

بعض حیوان ایسے ہیں۔ کہ اُن کے مذکّر و مؤنّث کے لئے مختلف الفاظ ہیں۔ جیسے بیل۔ گائے۔ بعضے لفظ مذکر اور مؤنّث دونوں کے لئے یکساں استعمال کئے جاتے ہیں۔ جیسے بچہ۔ پلاّ۔

یہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ کہ بے جان چیزوں کی

بے جان چیزوں کی تذکیر تذکیر غیر حقیقی ہوتی ہے۔ اردو میں تذکیر کی علامت الف اور ہ ہے۔ خواہ وہ الفاظ جن کے آخر میں الف اور ہ ہو۔ عربی اور فارسی ہوں (باستثنا ان عربی الفاظ کے جن کا بیان بے جان چیزوں کی تانیث میں آتا ہے) جیسے سونا۔ لوہا۔ چنا۔ پودا۔ نشانہ۔ دانہ۔

عربی میں ہائے مختفی نہیں ہوتی۔ البتہ چند قسم کی تائیں ہیں۔ جو فارسی اور اردو میں اس ہ کا کام دیتی ہیں جیسے زبدہ۔ ندوہ۔ خلاصہ وغیرہ۔ اس قسم کے تمام الفاظ اردو میں مذکر بولے جاتے ہیں۔ ہاں جن الفاظ میں تائے تانیث ہو۔ اُن کو مونث بولنا چاہئے۔ جیسے زوجہ۔ ملکہ۔ خادمہ۔

اردو میں چند لفظ جن کے آخر میں الف ہے۔ جیسے مالا۔ گھٹا۔ چھالیا۔ ٹھلیا۔ گنگا۔ جمنا مونث بولے جاتے ہیں۔

عربی مصدر جو افعال اور انفعال اور افتعال کے وزن پر آتے ہیں۔ مذکر بولے جاتے ہیں۔ جیسے اکرام۔ احسان۔ انحصار۔ انفعال۔ التوا۔ اہتمام۔ اتفاق وغیرہ۔ مگر اصلاح۔ افراط۔ اسناد۔ ابتدا۔ انتہا۔ احتیاط۔ التجا۔ مستثنےٰ ہیں۔

باب تفعل کے مصدر بھی مذکر بولے جاتے ہیں۔ جیسے تبسم۔ تقرر۔ تصرف۔ تصنع۔ تکلف وغیرہ باستثنا اُن الفاظ کے جن کے آخر میں یائے معروف یا الف مبدل بہ یا ہے۔ جیسے تسلی۔ تمنا کہ اصل میں تمنّی تھا۔ البتہ توجہ کو مونث بولتے ہیں اور یہ شاذ ہے۔

باب تفاعل کے مصدر بھی باب تفعل کے مصدروں

کی طرح مذکر بولے جاتے ہیں - اور جن مصادر کے آخر میں
ی ہوتی ہے وہ مؤنث - فرق صرف اتنا ہے کہ باب تفاعل کے
جس مصدر کے آخر الف مبدل بہ یا آتا ہے - وہ مذکر بولا جاتا
ہے - بخلاف مصادر باب تفعل کے کہ ان کے آخر الف مبدل
بہ یا آئے تو مؤنث بولے جاتے ہیں - جیسا کہ مذکور ہوا +

تجاہل - توارد - تعاقب - تقابل - یہ سب الفاظ مذکر بولے
جاتے ہیں - اور تقاوی - تساوی - مؤنث - تقاضا اور تماشا کہ
اصل میں تقاضی اور تماشی تھا مذکر - مگر تواضع کو جو مؤنث
بولا جاتا ہے شاذ سمجھو +

باب مفاعلہ کے مصادر جبکہ اُن کے آخر کی آواز ہ
کی ہو - جیسے مراسلہ - ملاحظہ - معاینہ - محاورہ - مکالمہ وغیرہ +

اردو کے مصادر بھی جبکہ تنہا بولے جائیں - یا جب
متعدی مصدروں کے ساتھ مفعول مذکر مذکور ہو - تو مذکر
بولے جاتے ہیں +

عربی الفاظ جو فاعلہ کے وزن پر آتے ہیں - اکثر مذکر
بولے جاتے ہیں - جیسے ناطقہ - حافظہ - ہاضمہ - قاعدہ -
واقعہ وغیرہ +

منجملہ حروف تہجی کے یہ اکّیس حرف مذکر بولے
جاتے ہیں - ا - ج - جھا - دھا - ڈھا - س - ش - ص - ض -
ع - غ - ق - ک - گ - ل - لھا - م - مھا - ن - نھا - و[1] -
باقی سب مؤنث

بے جان کی تانیث	(۱) جس لفظ کے آخر یائے معروف

[1] بعض واؤ کو مونث بولتے ہیں +

ہو - اس کو مؤنث کر کے بولتے ہیں جیسے نیکی - بدی - چھُری - چھڑی - سوئی وغیرہ - البتہ موتی - گھی - پانی - دہی - مذکر بولے جاتے ہیں ؛

(۲) جن عربی مصدروں کے اوزان کا بے جان کی تذکیر میں ذکر ہو چکا ہے - اُن کے علاوہ وہ مصادر جن کے آخر الف آتا ہے - جیسے وفا - حیا - قضا - رضا عطا - دُعا وغیرہ ؛

(۳) جن عربی مصدروں کے آخر میں ت ہو - جیسے شہرت - قوت - مقدرت - عزلت - ذلت - حکمت - رخصت وغیرہ ؛

(۴) باب مفاعلہ کے مصادر جبکہ اُن کے آخر کی ت ظاہر کر کے پڑھی جائے - جیسے مکالمت - مراسلت - موافقت - مخالفت - معاشرت - معاونت وغیرہ ؛

(۵) جو عربی مصدر تفعیل کے وزن پر ہوں - عام اس سے کہ وہ اردو میں مصدری معنوں میں مستعمل ہوتے ہوں یا نہ ہوتے ہوں - جیسے تقریر - تحریر - تنبیہ - تصویر - تعلیم - تقدیم - تاخیر - تعجیل - تاثیر - تعزیر وغیرہ مگر تعویذ مستثنےٰ ہے ؛

(۶) فارسی کے حاصل مصدر جن کے آخر میں ش ہو جیسے کوشش - آسائش - آرائش - بخشش - نازش - سفارش - گزارش - آمیزش وغیرہ ؛

ان کے علاوہ اور حاصل مصدر بھی اکثر مؤنث بولے جاتے ہیں - جیسے گفتگو - جستجو - رفتار - گفتار - آمد و رفت -

خرید و فروخت - نشست و برخاست - فروگذاشت -
برداشت - آسودگی - افسردگی - آزردگی وغیرہ ✣
(۷) اردو کے مصدر جبکہ اُن کے ساتھ مفعول مؤنث
مذکور ہو - جیسے کتاب پڑھنی - روٹی کھانی ✣
(۸) اردو کے حاصل مصدر جو بصورت امر آئیں - جیسے
مار - لوٹ - یا جن میں بعد حذف علامت مصدر ن یا ن ت
یا ہ ت یا اوت یا اوٹ یا اءی یا داس یا ی یا ڑی
زیادہ کی جائے یا کچھ اور تصرّف کرنے سے آخر میں س یا
گ یا ل آئے - جیسے جلن - پڑھنت - گھبراہٹ - کھاوت -
لگاوٹ اور ملاوٹ - لڑائی - بکواس - ہنسی - بکری - لٹس -
لاگ - چال مگر چلن مستثنیٰ ہے ✣
(۹) عربی کے اکثر الفاظ جن میں تاے تانیث ہوتی ہے
اور فارسی اور اُردو میں ہ پڑھی جاتی ہے - مونث بولے
جاتے ہیں - جیسے حسینہ - حمیدہ - خادمہ وغیرہ ✣
(۱۰) جس اسم صفت کے آخر میں الف ہو وہ یاے
معروف سے بدل جاتا ہے جیسے اچھا - اچھی - بُرا - بُری ✣
فائدہ - بعض لفظ ایسے ہیں کہ مذکّر اور مونّث دونوں
طرح بولے جاتے ہیں - جیسے طرز - فکر - اپیل - کمیشن - اڈیشن
ہمارے نزدیک پچھلے دونوں لفظوں کو مذکّر ہی بولنا
چاہیئے ✣
فائدہ - کبھی ایک ہی لفظ مختلف معنے دیتا ہے - تو
ایک معنوں کے لحاظ سے مذکّر بولا جاتا ہے - اور دوسرے
کے اعتبار سے مؤنّث - جیسے لب کہ ہونٹ کے معنوں

میں مذکر بولا جاتا ہے۔ مگر مونچھ کو بھی لب کہتے ہیں۔
دیکھو اس بیت میں مؤنث ہو گیا۔ **بیت**

لبیں بڑھ رہی ہوں نہ ڈاڑھی چڑھی ہو
ازار اپنی حد سے نہ آگے بڑھی ہو

یا جیسے کان کہ جب اُس سے جسم کا وہ عضو مراد ہو جس کے ذریعے سے سُنتے ہیں۔ تو مذکر ہے۔ اور جب وہ قطعہ زمین مراد ہو جہاں سے لوہا اور سونا چاندی وغیرہ نکلتا ہے تو مؤنث ہ

فائدہ۔ بعض لفظ ایسے ہیں کہ مذکر اور مؤنث دونوں پر بولے جاتے ہیں۔ جیسے بھاری۔ اینٹ کو بھی بھاری کہتے ہیں۔ پتھر کو بھی ہ

فائدہ۔ بعض عربی الفاظ جو بحالت وحدت مذکر بولے جاتے ہیں۔ جمع کی حالت میں ان کی تذکیر و تانیث میں اختلاف ہے۔ جیسے سوانح۔ اکثر تو یوں بولتے ہیں۔ کہ "اُن کے سوانح عمری میں لکھا ہے" اور بعض یوں کہ "اُن کی سوانح عمری میں لکھا ہے"۔ یہی حال لفظ معلومات کا ہے کہ زیادہ تر مذکر بولا جاتا ہے۔ اور کمتر مؤنث۔ اسی طرح بعض الفاظ جو بحالت وحدت مؤنث بولے جاتے ہیں۔ جمع کی حالت میں ان کی تذکیر و تانیث میں بھی اختلاف ہے۔ جیسے شرائط۔ وجوہ۔ منازل مذکر بولنے والے یوں بولتے ہیں۔ کہ "تمام شرائط پورے ہو گئے"۔ ان کی صداقت کے یہی وُجوہ ہیں"۔ اُس نے سب منازل طے کر لئے"۔ جو مؤنث بولتے۔ وہ یوں

کہتے ہیں۔ کہ "تمام شرائط پوری ہو گئیں"۔ "اُن کی صداقت کی یہی وُجوہ ہیں"۔ "اُس نے سب منازل طے کر لیں"۔

وحدت و جمع

شمار کے رُو سے اسم دو طرح کا ہے۔ واحد اور جمع۔

جو اسم ایک کے لئے بولا جاتا ہے۔ اُسے واحد کہتے ہیں۔ اور جو دو یا دو سے زیادہ کے لئے بولا جاتا ہے۔ اُسے جمع۔ جیسے لڑکا۔ بندہ۔ لڑکے۔ بندے۔ پہلے دو اسموں سے ایک ایک چیز سمجھی جاتی ہے۔ اس لئے وہ واحد ہیں۔ اور پچھلے دو سے ایک سے زیادہ کئی کئی چیزیں سمجھی جاتی ہیں۔ اس لئے وہ جمع ہیں۔

عربی میں دو کے لئے علیحدہ لفظ ہوتا ہے۔ جسے تثنیہ کہتے ہیں۔ فارسی اور اُردو میں تثنیہ نہیں ہے۔ البتہ فریقین اور جانبین اور طرفین اور والدین جو عربی الفاظ ہیں اردو میں مستعمل ہیں۔

جمع کا عام قاعدہ

کسی اسم مذکر یا مؤنث پر خواہ اُس کے آخر میں علامتِ تذکیر و تانیث ہو یا نہ ہو۔ جب حرف عامل یا تابع عامل آئے۔ تو علامت جمع واو مجہول اور نون غنہ ہو گی۔ جیسے مردوں نے۔ لڑکیوں نے۔ کتابوں سے۔ قلموں

سے - اور اگر اسم کے آخر میں الف یا ہ ہو تو علامت جمع تو واو مجہول اور نون غنہ ہی ہو گی - لیکن الف یا ہ حذف ہو جائے گی - جیسے لڑکوں نے - بچوں نے - بندوں نے مگر بعض اسم ایسے ہیں - کہ ان کے آخر سے علامت تذکیر حذف نہیں کی جاتی - اور جمع میں واؤ نون سے پہلے ایک ہمزہ بھی زیادہ کیا جاتا ہے - جیسے راجا[۱] - راجاؤں ۔

ندا کی حالت میں صرف واؤ مجہول علامت جمع ہے - اور الف اور ہ حذف ہو جاتے ہیں - جیسے اَے مردو! اَے لڑکیو! اَے لڑکو! اَے بچو! اَے بندو!

دوسری صورت میں قواعد ذیل ہیں :-

مذکّر کی جمع

جس اسم کے آخر میں الف یا ہ علامت تذکیر ہوں - تو جمع میں یہ علامتیں یائے مجہول سے بدل جائینگی - جیسے لڑکا - لڑکے - کپڑا - کپڑے - بچّہ - بچّے - پلہ - پلے اور اگر آخر میں نون غنّہ اور اُس سے پہلے الف ہو تو جمع میں الف یائے مجہول سے بدل جائیگا - جیسے - سماں - سمیں - اور اگر الف سے پہلے واؤ ہو تو ایک ہمزہ بھی زیادہ کیا جائیگا - جیسے کنواں - کنوئیں - اور اگر علامات مذکورہ آخر میں نہ ہوں تو واحد اور جمع یکساں ہے - یعنی واحد میں

---

[۱] راجا کا لفظ دو طرح لکھا جاتا ہے - راجہ - راجا - پہلی صورت میں بحالت جمع ہ - الف سے بدل جاتی ہے ۔

کچھ تصرّف نہیں کیا جاتا - جیسے مرد آیا - مرد آئے - پتھّر پڑا - پتھّر پڑے ٭

مؤنث کی جمع

جس اسم کے آخر میں علامت تانیث یعنی یائے معروف ہو تو اس کی جمع میں الف اور نون غنّہ زیادہ کیا جائیگا - جیسے لڑکے - لڑکیاں - نیکی - نیکیاں - اور اگر یہ علامت نہ ہو - تو یائے مجہول اور نون غنہ علامتِ جمع ہوگی - جیسے تلوار - تلواریں - تصویر - تصویریں - اور اگر آخر میں الف یا واؤ ہو تو جمع میں یائے مجہول اور نون غنّہ سے پہلے ایک ہمزہ بھی زیادہ کیا جائیگا - جیسے خوشبو - خوشبوئیں - جورو - جوروئیں - بلا - بلائیں - ہوا - ہوائیں - اور اگر اسم کے آخر میں نون غنہ اور اس سے پہلے الف یا واؤ معروف ہو - تو جمع میں نون غنّہ سے پہلے ہمزہ اور یائے مجہول زیادہ کی جائے گی - جیسے ماں - مائیں - جُوں - جُوئیں ٭

یہ قاعدے اسم ذات سے متعلق ہیں - اسم صفت کی جمع مونّث دو طرح سے آتی ہے - ایک پہلی جمع مؤنّث کی طرح یعنی الف اور نون غنّہ کے ساتھ - دوسری صرف نون غنّہ کے ساتھ - جیسے اونچی - اونچیاں اونچیں - اچھّی - اچھّیاں - اچھّیں - ذیل کے نقشے سے ہر ایک قسم کی جمع کا - جس میں اسم فاعل اور اسم مفعول اور اسم حالیہ بھی داخل ہیں - مفصّل حال معلوم ہوگا ٭

اسم کی قسم	واحد	جمع
اسم ذات مذکر	لڑکا	لڑکے - لڑکوں - لڑکو !
ایضاً	بندہ	بندے - بندوں - بندو !
ایضاً	راجہ - راجا	راجے - راجاؤں - راجاؤ !
ایضاً	کنواں	کوئیں - کنوؤں - کنوؤ !
اسم ذات مؤنث	لڑکی	لڑکیاں - لڑکیوں - لڑکیو !
ایضاً	کتاب	کتابیں - کتابوں - کتابو !
صفت مشبہ مذکر	اچھا	اچھے - اچھوں - اچھو !
صفت مشبہ مؤنث	اچھی	اچھیاں - اچھیں - اچھیوں - اچھیو !
اسم فاعل مذکر	مارنے والا	مارنے والے - مارنے والوں - مارنے والو !
اسم فاعل مؤنث	مارنے والی	مارنے والیاں - مارنے والیں - مارنے والیوں - مارنے والیو !
اسم مفعول مذکر	کٹا ہوا	کٹے ہوئے - کٹے ہوؤں - کٹے ہوؤ !
اسم مفعول مؤنث	کٹی ہوئی	کٹی ہوئیں - کٹی ہویوں - کٹی ہویو !
اسم حالیہ مذکر	ہنستا - ہنستا ہوا	ہنستے - ہنستے ہوئے ÷
اسم حالیہ مؤنث	ہنستی - ہنستی ہوئی	ہنستیں - ہنستی ہوئیں ÷

فائدہ - بعض الفاظ کی جمع فارسی کے طور پر بھی اُردو میں

مستعمل ہے - جیسے کروڑہا ؎

فائدہ - عربی جمعیں بھی اُردو میں بہت آتی ہیں - جیسے حکم - احکام - عالم - علما - ناظر - ناظرین - فعل - افعال عمل - اعمال - مخالف - مخالفین - ولی - اولیا - معاملہ - معاملات مشاہدہ - مشاہدات ؎

فائدہ - کبھی جمع کو واحد قرار دیتے ہیں - جیسے وہ بڑا اشراف آدمی ہے - اشراف شریف کی جمع ہے - مگر اُردو میں اکثر واحد یعنی شریف کی جگہ مستعمل ہوتا ہے - اسی طرح احوال حال کی جگہ استعمال کیا جاتا ہے - مولوی حالی کہتے ہیں - ؎

فقیہ اور جاہل ضعیف اور توانا
تاسف کے قابل ہے احوال سب کا

فائدہ - عربی الفاظ جن کے پہلے دو حرف متحرک ہوں - اور تیسرا ساکن ہو - جمع میں ان کا حرف ثانی اکثر ساکن ہو جاتا ہے - جیسے قدموں - نظروں - ناسخ

ہے عجب راہ عدم بھی جو چلا اس راہ میں
اک قدم میں پیش قدموں کے برابر ہو گیا

جمعُ الجمع

کبھی جمع کی جمع کرتے ہیں - اور اُسے جمع الجمع کہتے ہیں - جیسے وجوہات اور لوازمات - پہلا لفظ وجوہ کی جمع ہے - دوسرا لوازم کی - وجوہ وجہ کی جمع ہے اور لوازم لازمہ کی ؎

اشرافوں کو جمع اور جمع الجمع دونوں ہی کہہ سکتے ہیں۔ یعنی اشراف کو واحد قرار دیا جائے۔ تو جمع اور اگر جمع سمجھا جائے۔ تو جمع الجمع۔ مگر حقیقت میں جمع الجمع ہے؛

اسم جمع

بعض اسم ایسے ہیں کہ لفظاً واحد ہیں اور معنےً جمع۔ یعنی اُن میں جمع کی کوئی علامت نہیں۔ لیکن جمع کے معنے دیتے ہیں۔ جیسے لوگ۔ فوج۔ لشکر۔ بھیڑ۔ گروہ۔ انبوہ۔ خلقت۔ قافلہ۔ جماعت۔ ایسے لفظوں کو اسم جمع کہتے ہیں؛

فائدہ۔ لوگ کے ساتھ جب حروف عامل آتے ہیں۔ تو لوگوں ہو جاتا ہے۔ جیسے "لوگوں نے کہا"؛

تنبیہ۔ لفظ ہنود جو ہندی یا ہندو کی جمع ہے۔ بہت سے لوگ اس کے ساتھ اہل کا لفظ ملا کر اہلِ ہنود کہتے ہیں۔ یہ صحیح نہیں۔ عام قاعدہ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جو لفظ کسی مبتدا یا اسم کی خبر ہو سکے۔ اس پر اہل کا لفظ کبھی نہیں آتا۔ یوں تو کہہ سکتے ہیں۔ کہ عبداللہ اہلِ اسلام ہے۔ لیکن یوں نہیں کہہ سکتے۔ کہ رام داس اہلِ ہندو ہے۔ زید عاقل ہے۔ یہ کہنا صحیح ہے۔ لیکن زید اہلِ عاقل ہے۔ بالکل غلط ہے۔ پس جب ہندو پر اہل کا لفظ نہیں آتا تو ہنود پر کہ اس کی جمع ہے کیوں آئے؛

الفاظِ تنکیر

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ نکرہ غیر معیّن شے کو کہتے ہیں - جن الفاظ سے غیر معین شے کو بولتے ہیں - وہ یہ ہیں - کوئی - کوئی سا - کچھ - کسی - جیسے کوئی آدمی - کوئی شخص - کوئی چیز - کوئی سا حصّہ - کوئی سی بات - کچھ کام - کچھ مطلب - کسی دانا نے کہا ہے ؛

کوئی اور کوئی سا عام ہیں - ذی روح اور غیر ذی روح دونوں کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں - کچھ خاص ہے - صرف غیر ذی رُوح کے لئے آیا ہے ؛

جب ان کے بعد حروف عامل یا تابع عامل آئیں تو ان کی تبدیلی کسی سے ہو جاتی ہے - جیسے "کسی سے کچھ امید نہ رکھو" "کسی چیز کا افسوس نہ کرو" مگر بعض اوقات کوئی بدستور رہتا ہے - اور حروفِ عاملہ اس میں کچھ عمل نہیں کرتے - جیسے شعر

آنا ہے تو آجا کہ کوئی دم کی ہے مہلت
پھر دیکھیے آنا بھی ہے دم یا نہیں آتا

اِسم واحد کے حرفِ اخیر کی تبدیلی

جب اسم کے آخر الف یا ہٰ ماقبل مفتوح ہو - اور اُس کے آخر میں حروفِ عامل یا تابع عامل میں سے کوئی حرف آئے تو الف اور ہ یائے مجہول سے بدل جاتے ہیں - جیسے بندے نے - بھتیجے سے - معاملے سے

لڑکے نے ۔ اچھّے کو ۔ بُرے کو ۔ کہنے سے ۔ سُننے سے ۔
جو الف بصورت یا لکھا جائے ۔ اُس پر بھی یہی قاعدہ
عمل کرتا ہے ۔ جیسے دعوے سے ۔ فتوے ہیں ۔ مگر چند
اقسام کے الفاظ اس قاعدے سے مستثنےٰ ہیں ؞

(۱) اعلام ۔ جیسے خدا ۔ زکریا ۔ یحییٰ ۔ موسےٰ ۔ عیسےٰ ۔ مسیحا ؞
(۲) فارسی اسم فاعل سماعی ۔ جیسے دانا ۔ بینا ؞
(۳) جو الفاظ رشتوں سے تعلّق رکھتے ہیں ۔ جیسے ابا ۔ چچا ۔ دادا ۔ نانا ۔ پھوپا وغیرہ ۔ غیر زبانوں کے الفاظ کا بھی یہی حال ہے ۔ جیسے ماتا ۔ پتا ؞
(۴) بعض کتابوں کے نام جیسے کریما ۔ شمس بازغہ ؞
(۵) بعض شہروں کے نام جیسے بلیا ۔ متھرا ۔ کالکا ۔ گیا وغیرہ ؞
(۶) وہ مصدر جس میں کسی امر متعلّق کا ذکر ہو ۔ جیسے جانا کی ماضی گیا ہے ۔ اور بکنا کا متعدی بیچنا ہے ؞
(۷) بعض عربی مصدر جیسے اِدعا ۔ التجا ۔ انقا ۔ اقتضا ۔ ایما وغیرہ ؞
(۸) عربی اسم مفعول جیسے مُدعا ۔ مقتضا وغیرہ ؞
(۹) عربی اسم تفضیل ۔ جیسے ادنےٰ ۔ اعلےٰ ۔ اقصےٰ ؞
(۱۰) وہ الفاظ جو مؤنّث بولے جاتے ہیں ۔ جیسے ماما ۔ انّا ۔ آیا ۔ دوا ۔ دایہ ۔ فاختہ ۔ مینا ۔ ہوا ۔ دُعا کہتے ہیں ۔ "نہ دوا نے کچھ اثر کیا ۔ نہ دعا نے"۔ "ملکہ معظمہ کی فیاضیوں کی کیا تعریف ہو سکتی ہے" ؞

(۱۱) وہ الفاظ جو عبارت میں بترکیب فارسی واقع ہوں۔ جیسے **مقتول**

آہ و گریہ سے مجھے حاصل ہے سیر خشک و تر
ہوں کبھی دریا میں اے وحشت کبھی جنگل میں ہوں

(۱۲) کبھی ایسے الفاظ کو حروفِ عامل کے آنے سے بدل بھی دیتے ہیں۔ جیسے مرزا رجب علی بیگ سرور کہتے ہیں:۔

کل تلک تھا جس مکاں پر شمع رویوں کا ہجوم
چھانتے ہیں اب وہاں پر خاکِ پروانے کو ہم

جس غزل کا یہ شعر ہے اس کا قافیہ افسانے اور سلجھانے ہے۔

(۱۳) چند اور الفاظ جن کے لئے کوئی قاعدہ مقرر نہیں کیا جا سکتا۔ جیسے راجا۔ عنقا۔ ہما۔ دریا۔ صحرا۔

جس اسم میں ہ سے پہلے ایسی ی ہو۔ جس کے پہلے الف ہو تو ی ہمزے سے بدل جاتی ہے۔ جیسے "ہدائے میں لکھا ہے"۔ "سرمائے کی ضرورت ہے"۔ "وہ کرائے کے مکان میں رہتے ہیں"۔

فائدہ۔ جن الفاظ میں حروف عامل کے آنے سے تغیر ہو جاتا ہے۔ وہ منصرف کہلاتے ہیں۔ اور جن میں تغیر نہیں ہوتا وہ غیر منصرف۔ تو جتنے الفاظ مستثنیات میں ذکر کئے گئے ہیں سب غیر منصرف ہیں۔

فائدہ - بعض الفاظ جن کے آخر میں عین ما قبل مفتوح آتا ہے - جیسے مجمع - موقع - مطبع - مصرع - جب ان کے ساتھ حروف عامل آتے ہیں یا یہ الفاظ جمع کے مقام پر استعمال کیے جاتے ہیں - تو اُن کے تلفظ میں یہ تبدیلی ہو جاتی ہے - کہ عین کا پہلا حرف مکسور بولا جاتا ہے - جیسے بھرے مجمع میں ایسے موقع پر - مصطفائی مطبع کا مالک ۔

مولوی محمدؐ حسین صاحب آزاد مثنوی ابر کرم میں لکھتے ہیں - بیت

روشن سب اس میں عہد بعید و قریب ہیں
شاہانِ ما سلف کے مرقع عجیب ہیں

یہاں مرقع جمع کے محل میں استعمال ہوا - اور پڑھنے میں مُرقع آیا ۔

بعض لوگ مقامات مذکورہ میں ایسے الفاظ کے آخر میں یائے مجہول زیادہ کر دیتے ہیں - یہ صحیح نہیں - اس لئے کہ اہلِ زبان مجمعے اور مطبعے اور مرقعے اور مصرعے نہیں بولتے - اور الفاظ لکھے اُسی طرح جاتے ہیں - جس طرح بولے جاتے ہیں ۔

نحو کی تعریف

نحو وہ علم ہے۔ جس سے اجزاے کلام کو ترکیب دینے اور جُدا جُدا کرنے کا ڈھنگ آتا اور کلمات کے ربط اور باہمی تعلّق کا حال معلوم ہوتا ہے۔ اور جس غلطی سے مطلب میں خلل واقع ہو۔ اس سے کلام کو بچاتا ہے ٭

کلام جب دو یا دو سے زیادہ کلمات ترکیب پائیں تو اُس کو کلام کہتے ہیں ٭

کلام کی قسمیں

کلام کی دو قسمیں ہیں۔ ناقص۔ تام۔ کلام ناقص وہ مرکب ہے۔ جس سے سُننے والے کو پورا فائدہ حاصل نہ ہو۔ یعنی خاطر جمع نہ ہو۔ جیسے زید کی کتاب۔ خالد کا سبق

سفید کپڑا - ایک سو بیس - ان کلمات سے سامع فائدہ تام حاصل نہیں کر سکتا - اور پورے مطلب کے بیان کا منتظر رہتا ہے - ایسے کلام کو مرکب ناقص بھی کہتے ہیں اور وہ ہمیشہ جزو جملہ ہوتا ہے ✣

کلام تام وہ مرکب ہے - جس کے سننے سے پورا فائدہ حاصل ہو - جیسے مصرع

توفیق کار نیک ہمیں اے کریم دے

اس مثال میں شاعر خدا سے کار نیک کی توفیق طلب کرتا ہے - اور سننے والا اس کلام کو سُن کر بیانِ مزید کا منتظر نہیں رہتا ✣

مرکّب ناقص کا بیان

اس کی کئی قسمیں ہیں - مرکب اضافی - مرکب توصیفی - مرکب عددی - مرکب عطفی - مرکب ظرفی - مرکب امتزاجی - بدل و مبدل منہ - عطف بیان - تابع مہمل - تابع موضوع تاکید و موکد - تمیز و ممیز - اسم فاعل ترکیبی - اسم مفعول ترکیبی - اسم صفت ترکیبی - اسم مکبّر جو مرکّب ہو - اسم مبالغہ - اسم تفضیل - اشارہ اور مشارٌ الیہ - سب کا مفصل بیان سنو ✣

(۱) مرکّب اضافی

جب دو اسم آپس میں ملتے ہیں - تو ان میں ایک ادھورا سا تعلق پیدا ہو جاتا ہے - اس ناتمام لگاؤ کا نام

اضافت ہے۔ جس اسم کا دوسرے کے ساتھ تعلق ظاہر کیا جائے۔ اُس کو مضاف کہتے ہیں۔ اور جس اسم کے ساتھ ظاہر کیا جائے۔ اُس کو مضاف الیہ۔ اور مجموعے کو مرکب اضافی ؁

عربی اور فارسی میں مضاف مقدّم آتا ہے۔ اور مضاف الیہ موخر۔ مگر اردو میں مضاف الیہ کو پہلے اور مضاف کو پیچھے لاتے۔ اور اُس کے خلاف کو خلافِ فصاحت سمجھتے ہیں۔ جیسے غالب

شوریدگی کے ہاتھ سے سر ہے وبال دوش
صحرا میں اے خدا کوئی دیوار بھی نہیں

اس شعر میں شوریدگی مضاف الیہ ہے۔ جو مقدّم ہے اور ہاتھ مضاف ہے جو موخر ہے۔ نظم میں ضرورت شعری کے سبب بسا اوقات مضاف مقدّم اور مضاف الیہ موخر آتا ہے۔ جیسے حالی

قفلِ درِ مراد سب اک بار کھل گئے
چھوڑا جب آرزو نے بھروسا کلید کا

یہاں بھروسا مضاف مقدّم ہے اور کلید مضاف الیہ موخر۔ نثر میں بھی بعض اوقات تقدیم و تاخیر کر دیتے ہیں۔ یعنی مضاف کو پہلے اور مضاف الیہ کو پیچھے لاتے ہیں۔ اور وہاں یہی ترکیب اچھّی معلوم ہوتی ہے۔ جیسے دین دوا ہے بیمار کی۔ تسلّی ہے بیقرار کی۔ متاع ہے خریدار کی۔ بشارت ہے امّید وار کی۔ نجات ہے گنہگار کی۔ یعنی عنایت ہے پروردگار کی ؁

مضاف اور مضاف الیہ کے پہچاننے کی عام علامت یہ ہے - کہ سوال میں جس اسم کے ساتھ کس کا - کس کے کس کی - کن کا - کن کے - کن کی - لگ سکے - وہ مضاف ہے - اور جو اسم اُس کے جواب میں واقع ہو - وہ مضاف الیہ - جیسے عارف کا سبق - یہاں اگر پوچھیں کس کا سبق ؟ تو جواب ہوگا - عارف کا - پس سبق مضاف ہے اور عارف مضاف الیہ - چونکہ اِضافت کی کئی قسمیں ہیں - جن کا بیان آگے آتا ہے - اس لئے بعض اضافتوں میں مضاف کے ساتھ کونسا اور بعض میں کا ہے کا یا کس چیز کا لگتا اور جو اس کے جواب واقع ہو وہ مضاف الیہ ہوتا ہے - جیسے جنوری کا مہینہ یہاں اگر پوچھیں کونسا مہینہ ؟ تو جواب ہوگا جنوری کا - پس مہینہ مضاف ہے - اور جنوری مضاف الیہ - اسی طرح چاندی کی انگوٹھی - اگر پوچھیں کا ہے کی یا کس چیز کی انگوٹھی ؟ تو جواب ہوگا - چاندی کی - پس انگوٹھی مضاف ہے - اور چاندی مضاف الیہ ۔

جب مضاف الیہ منجملہ ان الفاظ کے نہ ہو - جن کے آخر را - ے - ری - نا - نے - نی آتا ہے - تو اُس کے ساتھ ہمیشہ کا یا کے یا کی آتا ہے - اِسی لئے ان الفاظ کو علامت اضافت کہا گیا ہے - مگر یہ ضرور نہیں - کہ جس اسم کے ساتھ یہ لفظ آئیں - وہ مضاف الیہ ہی ہو - کیونکہ بعض اوقات اور الفاظ کے ساتھ زائد بھی آجاتے ہیں - جیسے " علم کے معنے جاننے کے ہیں - یہاں

دوسرا کے زائد ہے - کبھی یہ علامت حذف ہو جاتی ہے جیسے ہاتھ کنگن کو آرسی کیا - یعنی ہاتھ کے کنگن کو +

جب میرا - میرے - میری - تیرا - تیرے - تیری - ہمارا - ہمارے - ہماری - تمھارا - تمھارے - تمھاری - اپنا - اپنے اپنی مضاف الیہ ہوتے ہیں - تو کا - کے - کی میں سے کوئی علامت اضافت نہیں آتی +

اِضافت کا فائدہ یہ ہے کہ مضاف میں کسی نہ کسی طرح کی خصوصیت یا وضاحت پیدا کر دیتی ہے +

اِضافت کی قسمیں

اضافت لفظی اور اضافت معنوی

اضافت دو طرح کی ہوتی ہے - ایک اضافت لفظی - دوسرے اضافت معنوی - اگر مصدر اپنے فاعل یا مفعول کی طرف مضاف ہو یا فاعل کی اضافت اپنے مفعول کی طرف یا مفعول کی اضافت اپنے فاعل کی طرف ہو تو ایسی اضافت کو اضافت لفظی کہتے ہیں - جیسے "زید کا مارنا" - اگر زید کسی کو مارے تو اس کو بھی زید کا مارنا کہتے ہیں - اور اگر کوئی زید کو مارے تو اُس کو بھی زید کا مارنا کہتے ہیں - پہلی صورت میں مصدر کی اضافت اپنے فاعل کی طرف ہے - اور دوسری صورت میں مفعول کی طرف +

مصدر مجہول ہو تو اُس کی اضافت اپنے مفعول قائم مقام فاعل کی طرف ہوتی ہے - جیسے "زید کا مارا جانا" "کتاب کا پڑھنے والا" اس مثال میں فاعل کی اضافت

مفعول کی طرف ہے۔ "خالد کا دیکھا ہوا" اس میں مفعول کی اضافت فاعل کی طرف ہے +

اضافت لفظی کے سوا جو اضافت ہو اُس کو اضافت معنوی کہتے ہیں۔ اور اس کی ضروری قسمیں نو ہیں +

(۱) **اضافت تملیکی**۔ جب مملوک کی اضافت مالک کی طرف یا مالک کی اضافت مملوک کی طرف ہو تو اُس کو اضافت تملیکی کہتے ہیں۔ جیسے ناصر کا گھوڑا۔ ہندوستان کا بادشاہ۔ پہلی مثال میں مضاف یعنی گھوڑا مملوک ہے۔ اور ناصر مالک۔ دوسری مثال میں بادشاہ مالک اور ہندوستان مملوک +

(۲) **اضافت ظرفی**۔ اس میں مضاف مظروف اور مضاف الیہ ظرف ہوتا ہے۔ جیسے کوئیں کا پانی۔ باغ کا پھول۔ یہ مثالیں ظرف مکاں کی ہیں۔ ظرف زماں۔ جیسے صبح کی ہوا۔ دوپہر کی دھوپ۔ کبھی مضاف الیہ مظروف ہوتا ہے۔ اور مضاف ظرف۔ جیسے سونے کی کان چائے کا پیالہ۔ پانی کا گھڑا +

(۳) **اضافتِ تخصیصی**۔ جس میں مضاف اپنے مضاف الیہ کے سبب خصوصیت حاصل کرے۔ اور تملیکی و ظرفی نہ ہو۔ جیسے حامد کا غلام۔ ریل کا اسٹیشن یاد رکھو۔ کہ اس اضافت میں کبھی وہ چیز جو مضاف ہوتی ہے۔ مضاف الیہ کا جز ہوتی ہے۔ جیسے عارف کا ہاتھ۔ عاقل کا پاؤں +

(۴) **اضافت توضیحی**۔ جس میں مضاف الیہ مضاف

کی وضاحت کرے۔ اس اضافت میں مضاف عام ہوتا ہے اور مضاف الیہ خاص۔ اسی وجہ سے مضاف الیہ پر ہمیشہ مضاف کا اطلاق کر سکتے ہیں۔ لیکن ہر جگہ مضاف پر مضاف الیہ کا اطلاق نہیں کر سکتے۔ جیسے مارچ کا مہینہ جمعے کا دن۔ بمبئی کا شہر۔ ان مثالوں میں ہمیشہ مارچ کو مہینہ۔ اور جمعے کو دن اور بمبئی کو شہر کہ سکتے ہیں۔ لیکن ہر مہینے کو مارچ اور ہر دن کو جمعہ اور ہر شہر کو بمبئی نہیں کہ سکتے۔ اس بیان سے اضافت تخصیصی اور توضیحی میں جو فرق ہے وہ تم نے بخوبی سمجھ لیا ہوگا۔

(۵) اضافت بیانی۔ جس میں مضاف اُس چیز سے جو مضاف الیہ ہو بنا ہؤا ہو۔ جیسے کشمیرے کا کوٹ۔ بانات کا چُغہ۔ چاندی کا قلمدان۔ سونے کا جھوُمر۔ اس اضافت میں مضاف الیہ کس چیز کا یا کاہے کا کے جواب میں واقع ہوتا ہے۔ مثلاً جب پوچھیں کہ کس چیز کا یا کاہے کا کوٹ؟ تو جواب ہوگا کشمیرے کا۔

(۶) اضافت تشبیہی۔ تشبیہ کے معنے ہیں ایک چیز کو دوسری کی مانند کہنا۔ اس میں چار چیزوں کا ہونا ضرور ہے۔ اوّل جس کو تشبیہ دیں اُس کو مشبہ کہتے ہیں۔ دوسرے جس سے تشبیہ دیں اُس کا نام مشبہ بہٖ ہے۔ تیسرے جس بات میں تشبیہ دیں اُس کو وجہ شبہ یا وجہ تشبیہ کہتے ہیں۔ اور یہ مضاف و مضاف الیہ یعنی اضافت میں مذکور نہیں ہوتی۔ چوتھے حرف تشبیہ۔ اضافت تشبیہی حقیقت میں ایک جملہ ہوتا ہے۔ جس میں اضافت سے

سبب حرف تشبیہ اور فعل کے ذکر اور وجہ شبہ کی صراحت
کی ضرورت نہیں ہوتی - اور مضاف و مضاف الیہ ہی سے
تینوں باتیں خود بخود معلوم ہو جاتی ہیں - جیسے طعنے کا نیزہ
یعنے طعنہ جو دل میں جا کر لگنے اور زخم کر دینے میں
نیزے کی مانند ہے - اس عبارت میں پانچوں چیزیں موجود ہیں -
طعنہ مشبّہ - نیزہ مشبہ بہٖ - دل میں جا کر لگنا اور زخم کرنا
وجہ تشبیہ - مانند حرفِ تشبیہ - ہےلہ فعل - دیکھو یہاں صرف
اضافت سے وجہ تشبیہ اور حرف تشبیہ اور فعل کی کفایت
ہو گئی - اسی طرح نگاہ کا تیر اور غصے کی آگ وغیرہ ؛
یاد رکھو کہ اضافت تشبیہی میں مشبہ بہ مضاف ہوتا
ہے اور مشبہ مضاف الیہ ؛

(۷) اضافتِ استعارہ - استعارہ لغت میں مانگنے لینے
کو کہتے ہیں - چونکہ اس اضافت میں کسی لفظ کے مفہوم
کو کچھ اور فرض کر لیتے ہیں - اس لئے اس کا نام اضافت
استعارہ رکھا گیا - استعارے میں تین چیزوں کا ہونا ضرور
ہے - اوّل اُس چیز کا جس سے کچھ مانگا جائے - اور
اُسے مُستعار منہ کہتے ہیں - دوسرے اُس چیز کا جس کے
لئے مانگا جائے - اُس کا نام مستعار لہٗ ہے - تیسرے
اُس چیز کا جو مانگی جائے - اُسے مستعار کہتے ہیں ؛
اضافت استعارہ میں مستعار منہ کے لوازمات میں سے
کسی چیز کو مستعار لہٗ کی طرف مضاف کرتے ہیں - جیسے

لہ ہے کو ہم اس کتاب میں فعل ناقص ثابت کرینگے - ہمارے
نزدیک اس کو حرف ربط کہنا صحیح نہیں ؛

دامن صبا نہ چھو سکے جس شہسوار کا
پہنچے کب اُس کا ہاتھ ہمارے غبار کا

اس شعر میں وہ شے جو مستعار منہ ہے انسان ہے کیونکہ اُس سے ہاتھ مانگا گیا ہے۔ جو منجملہ اُس کے لوازمات کے ایک چیز ہے۔ یہی ہاتھ مستعار ہے اور غبار مستعار لہٗ ہے۔ کیونکہ اُس کے لئے ہاتھ فرض کیا گیا ہے۔

(۸) اضافت بہ ادنےٰ تعلّق۔ جب تھوڑے سے تعلّق سے ایک چیز کو دوسری چیز کی طرف منسوب کریں عربی میں اُس کو اضافت بادنےٰ ملابست کہتے ہیں۔ ملابست کا لفظ اردو میں کچھ غیر مانوس سا ہے۔ ہم نے اُس کو تعلّق کے لفظ سے بدل کر اس اضافت کا نام اضافت بہ ادنےٰ تعلّق رکھا ہے۔ مثالیں سنو۔ ہمارا ملک۔ تمھارا شہر۔ اُن کا محلہ۔ حقیقت میں ملک اور شہر اور محلہ کوئی بھی ہم میں سے کسی کا نہیں۔ سب بادشاہ ملک کے ہیں۔ مگر اُن میں رہنے کے تعلّق سے سب کو اپنا بنا لیا۔

(۹) اضافت توصیفی۔۔ یہ اضافت دو طرح کی ہوتی ہے ایک جس میں مضاف موصوف اور مضاف الیہ صفت ہو۔ جیسے بے دودھ کی چائے۔ تڑاقے کی دھوپ۔ فائدے کا کام۔ یہاں چائے اور دھوپ اور کام موصوف ہے اور بے دودھ کی اور تڑاقے کی اور فائدے کا صفت۔

دوسرے جس میں مضاف الیہ موصوف ہوتا ہے اور مضاف صفت۔ اور مضاف و مضاف الیہ دونوں مل کر کسی اور موصوف کی صفت ہوتے ہیں۔ جیسے طبیعت کا

تیز۔ دل کا تنگ۔ یہاں تیز طبیعت کی صفت اور تنگ دل کی صفت ہے۔ مگر ان دونوں کا موصوف وہ شخص ہے جس کو یہ کہ سکیں کہ اُس کی طبیعت تیز اور اُس کا دل تنگ ہے +

کبھی کئی الفاظ عطف کے ساتھ یعنی معطوف و معطوف علیہ ہو کر مضاف ہوتے ہیں۔ کبھی مضاف الیہ کبھی دونوں۔ جیسے سعد کا ذہن اور حافظہ۔ زید اور عمرو کا خط۔ حامد اور محمود کی شکل اور عقل +

کبھی مضاف اور مضاف الیہ مل کر مضاف ہوتے ہیں۔ اور کبھی مضاف الیہ۔ جیسے میرا چاندی کا قلمدان اپنے قول کا پاس +

کبھی مضاف موصوف و صفت سے اور کبھی مضاف الیہ موصوف و صفت سے مرکب ہوتا ہے۔ جیسے خدا کا سچّا حکم۔ اور سچّے خدا کا حکم +

کبھی مضاف محذوف ہو جاتا ہے۔ جیسے مصرع

ایمان کی کہیں گے ایمان ہی ہے سب کچھ

یعنی ایمان کی بات +

کبھی مضاف الیہ محذوف ہو جاتا ہے۔ جیسے شعر

افسوس کہ غفلت میں کٹا عہد جوانی
تھا آب بقا گھر میں مگر ہم نے نہ جانا

یعنی ہمارا عہد جوانی +

نثر میں مضاف و مضاف الیہ بلا فصل آتے ہیں نظم میں ضرورت شعری کے سبب اور لفظ اُن میں فاصل بھی

آجاتے ہیں۔ **آباد**

تھکے پاے تصور اس قدر کی جستجو میں نے
بہت ڈھونڈا پتا ملتا نہیں کچھ تیرے ایواں کا

دوسرے مصرع میں پتا مضاف ہے اور تیرے ایواں یہ ترکیب اضافی مضاف الیہ۔ درمیانی الفاظ ان میں فاصل واقع ہوئے ہیں۔ جب مضاف کے بعد حروف عامل میں سے کوئی حرف آئے۔ تو علاماتِ اضافت کا الف یاے مجہول سے بدل جاتا ہے۔ جیسے مولوی صاحب کے قلمدان میں تمہارے کمس ہیں۔ اپنے گھر سے۔ اسی طرح جب مضاف اور مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ ہوں۔ تو مرکب مضاف الیہ کی علامت اضافت بھی یاے مجہول سے بدل جاتی ہے۔ جیسے زید کے بیٹے کا دوست ✣

فائدہ۔ مضاف و مضاف الیہ کی فارسی ترکیبیں بھی اُردو میں مستعمل ہیں۔ اور اُردو کی نسبت مختصر اور فصیح تر ہوتی ہیں۔ جیسے **مؤلف**

ہیں جہاں موجِ حوادث کے تھپیڑے لاکھوں
کشتیِ عمر کو گردابِ فنا اور بھی

اس شعر میں تین جگہ اضافت ہے۔ موجِ حوادث۔ کشتیِ عمر۔ گردابِ فنا۔ ایسی ترکیبیں بیشتر نظم میں ہوتی ہیں اور بندش کو چست کر دیتی ہیں ✣

فائدہ۔ اُردو لفظ فارسی یا عربی لفظ کی طرف فارسی یا عربی ترکیب سے نہ مضاف ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ نہ اُس کا مضاف الیہ ہو سکتا ہے۔ مت کہنا۔ روٹی

گندم - شیر بھینس - شعلۂ آگ - چاندنی قمر - جنبش چتون - دھوپ الشمس ٭

(۲) - مُرکّب توصیفی

جب دو اسم مل کر ایک موصوف اور دوسرا صفت ہو تو مجموعے کو مرکب توصیفی کہتے - جس طرح صفت کا اطلاق اُس لفظ پر ہوتا ہے - جس سے کسی کی خوبی بیان کیجائے - اسی طرح اُس لفظ پر ہوتا ہے - جس سے بُرائی ظاہر کیجائے - جیسے ہوشمند لڑکی - نیک عورت - شریر لڑکا بخیل مرد - شریر اور بخیل باوجودیکہ بُرائی اور عیب ظاہر کرتے ہیں - مگر علم نحو میں اُن کو صفت ہی کہتے ہیں - یہ نہیں کہ صفت مفرد ہی ہو - بلکہ مرکب بھی ہوتی ہے - جیسے نیک دل مرد - بد مزاج عورت ٭

صفت اور موصوف کی پہچان یہ ہے کہ جس اسم کے ساتھ سوال میں کیسا - کیسے - کیسی لگ سکے وہ موصوف ہے - اور جو اُس کے جواب میں واقع ہو - وہ صفت - جیسے مہربان اُستاد - جب پوچھیں کیسا استاد ؟ تو جواب ہوگا - مہربان - پس اُستاد موصوف ہے اور مہربان صفت - اسی طرح بوڑھا آدمی - جب پُوچھیں کیسا آدمی ؟ تو جواب ہوگا - بوڑھا - پس آدمی موصوف ہے اور بوڑھا صفت ٭

صفت کی تذکیر و تانیث اور وحدت و جمع موصوف کے مطابق ہوتی ہے - مگر جب موصوف جمع مؤنث ہو - تو صفت واحد مؤنث آتی ہے - جیسے اونچا محل - اونچے

درجے - اونچی عمارت - اونچی دیواریں - لیکن جب موصوف کو حذف کر کے صرف صفت استعمال کرتے ہیں - تو صفت کو جمع لاتے ہیں - جیسے شعر

کچھ جو سیدھی بھی بات کہتا ہوں
ٹیڑھیاں وہ مجھے سناتا ہے

یعنی ٹیڑھی باتیں ÷

کبھی موصوف مذکور کو محذوف کر کے صفت کو جمع لاتے ہیں - جیسے بُروں سے بچو - اور نیکوں کی صحبت اختیار کرو - یعنی بُرے لوگوں سے بچو اور نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرو ÷

اگر کسی موصوف محذوف کی کئی صفتیں ہوں - اور اُن پر حرف عامل واقع ہوں - تو واؤ - نون علامت جمع سب سے پچھلی صفت میں لگاتے ہیں - اور پہلی تمام صفتوں کو واحد رہنے دیتے ہیں - جیسے سچے راستباز - ایمانداروں سے خدا خُوش ہوتا ہے - یوں نہیں کہتے کہ سچوں - راستبازوں - ایمانداروں سے خدا خوش ہوتا ہے ÷

(۳) مُرکّب عددی

مرکب عددی دو عددوں سے بنتا ہے - جیسے اکیس بائیس - ستائیس - اٹھائیس وغیرہ - اعداد مرکب میں کسی حرفِ مذکور[1] کا ذریعہ درمیان نہیں ہوتا - بہت سے مرکب عددی ایسے ہیں - کہ اُن کے اجزا جدا جدا نہیں

[1] یہاں مذکور بمقابلہ مقدر یا محذوف ہے ÷

ہو سکتے - یعنی اگر ان کو جدا جدا کیا جائے - تو ہرگز معلوم نہ ہو - کہ یہ اعداد کے لئے وضع کئے گئے ہیں - جیسے بائیس - انچاس وغیرہ ✣

(۴) مرکب عطفی یا معطوف بہ حرف

جب صرف کلمۂ واحد یا کلام ناقص یعنی مرکب اضافی و توصیفی وغیرہ کا عطف[1] کلمۂ واحد یا کلام ناقص پر ہو - تو وہ بھی مرکب ناقص اور کلامِ تام کا جز ہوتا ہے - جیسے زید اور عمرو - احمد کی کتاب اور حامد کا قلم - زید اور احمد کا بیٹا حامد کا بھتیجا اور عمرو - اس طرح کے عطف بعد عطف خواہ کلام میں کتنے ہی ہوں - مفید کلام تام نہیں ہوتے ✣

(۵) مرکب ظرفی

جو مظروف اور ظرف سے مرکب ہو - جیسے قلمدان - پان دان - باورچی خانہ - آتشکدہ - مرکب ظرفی کی بیشتر فارسی ترکیبیں اُردو میں مستعمل ہیں ✣

[1] - عطف اصطلاح میں دوسرے کو کسی بات میں پہلے کے ساتھ شریک ظاہر کرنے کو کہتے ہیں - پہلا معطوف علیہ کہلاتا ہے - دوسرا معطوف - مثلاً زید اور عمرو نے کھانا کھایا - اس فقرے میں یہ ظاہر کیا گیا ہے - کہ زید کے ساتھ عمرو بھی کھانا کھانے میں شریک تھا - تو زید معطوف علیہ ہے اور عمرو معطوف ✣

(۶) مُرکّب اِمتزاجی

جب دو یا دو سے زیادہ لفظ مل کر ایک ہی اسم ہو جائیں۔ تو ایسے مرکب کو مرکب امتزاجی کہتے ہیں۔ جیسے اعظم گڑھ۔ شاہ جہاں پور۔ محمد یوسف ٭

(۷) بدل و مبدل منہ

جب دو لفظ کلام میں اس طرح استعمال کئے جائیں۔ کہ اُن میں سے ایک مقصود بالذات ہو اور دوسرے سے چنداں غرض نہ ہو۔ تو جو مقصود بالذات ہوتا ہے۔ اُس کو بدل کہتے ہیں۔ اور دوسرے کو مبدل منہ۔ مبدل منہ میں ایک طرح کا ابہام ہوتا ہے۔ جس کی بدل توضیح کر دیتا ہے ٭

عربی میں بدل مبدل منہ سے پیچھے آتا ہے۔ اسی لئے توابع میں شمار کیا گیا ہے۔ یعنی مبدل منہ کے پہلے اور بدل کے پیچھے آنے کے سبب مبدل منہ کو متبوع اور بدل کو تابع[۱] کہتے ہیں۔ جیسے زید تمھارا بھائی آیا۔ یہاں زید مبدل منہ متبوع ہے۔ اور تمھارا بھائی بدل تابع۔ مگر اردو میں بدل پہلے بھی آ جاتا ہے۔ جیسے اکبر کا بیٹا

---

[۱] تابع کے معنے ہیں کسی کے پیچھے چلنے والا۔ اصطلاح میں تابع اُس لفظ کو کہتے ہیں۔ جو کسی کلمے کے پیچھے آتا ہے۔ اور جو حالت و کیفیت پہلے کلمے کی ہوتی ہے۔ وہی اُس پچھلے کلمے کی ہوتی ہے پہلے کلمے کو متبوع کہتے ہیں۔ اور پچھلے کو تابع ٭

اصغر بڑا عالم ہے - اس فقرے میں اصغر سے صاف طور پر نہیں معلوم ہوتا تھا - کہ کونسا اصغر مراد ہے - اس لئے اکبر کا بیٹا کہنے کی ضرورت ہوئی - یعنی یہاں اصغر سے کوئی اور اصغر مراد نہیں بلکہ وہ اصغر مراد ہے - جو اکبر کا بیٹا ہے - پس اکبر کا بیٹا جو مقصود بالذات ہے بدل ہے اور اصغر مبدل منہ *

اردو میں بدل کی صرف دو قسمیں ہیں - ایک بدل الکل اور زیادہ تر یہی آتا ہے - دوسرے بدل الغلط - یہ بہت کم آتا ہے - بدل الکل کی مثالیں اوپر بیان ہو چکیں بدل الغلط کے معنے ہیں - غلط سے بدل - اور یہ اُس وقت بولا جاتا ہے - جب پہلے کوئی غلط لفظ منہ نکل جائے - پھر اُس کے ساتھ صحیح لفظ بول دیا جائے - تو صحیح لفظ بدل الغلط ہو گا - اور غلط لفظ مبدل منہ *

(۸) عطفِ بیان

جب دو اسم کلام میں اس طرح بولے جائیں - کہ دوسرا اسم پہلے اسم کی توضیح مزید کرے - تو اس کو عطف بیان کہتے ہیں - یہ ضرور نہیں کہ عطف بیان اپنے مبین[1] سے زیادہ واضح و مشہور ہو - بلکہ دونوں مل کر وضاحت کا رنگ پیدا کر دیتے ہیں - یہی سبب ہے کہ مبین اور عطف بیان میں دونوں اسم مقصود بالذات ہوتے ہیں - بخلاف بدل اور

[1] عطف بیان جس اسم کی توضیح مزید کرے - اُس کو مبین کہتے ہیں *

بدل منہ کے۔ کہ اُن میں صرف بدل مقصود بالذات ہوتا ہے ٭

عطف بیان کئی طرح سے مبین کی توضیح کرتا ہے۔ کبھی عَلم سے کبھی تخلّص سے کبھی خطاب سے کبھی لقب سے کبھی عرف سے کبھی عہدے سے کبھی پیشے سے کبھی نسبت سے۔ جیسے نواب محسن الملک مولوی مہدی علی۔ یہاں نام نے خطاب کو زیادہ واضح کر دیا ہے۔ پس نواب محسن الملک مبین ہے۔ اور مولوی مہدی علی عطف بیان۔ اسی طرح منشی امیر احمد امیر۔ سر سید احمد خاں ایل۔ ایل۔ ڈی۔ کے۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ موسے کلیم اللہ۔ غلام نبی نبیا۔ مفتی صدر الدین خاں صدر الصدور۔ منصور حلاج۔ سعدی شیرازی ٭

(۹) تابع مہمل

مہمل کے معنے بے معنی کے ہیں۔ جیسا کہ اس کتاب کے حصہ اوّل کے آغاز میں لکھا گیا ہے۔ اُردو میں بہت سے لفظوں کے ساتھ ایک زائد لفظ بولا جاتا ہے جو بے معنی ہوتا ہے۔ ایسے لفظ کو تابع مہمل کہتے ہیں۔ جیسے سچ مچ۔ جھوٹ موٹ۔ میل کچیل۔ سودا سلف۔ غلط سلط۔ دانہ دُنکا۔ ان الفاظ میں مچ۔ موٹ۔ کچیل۔ سلف۔ سلط۔ دُنکا تابع مہمل ہیں ٭

تابع مہمل اکثر لفظ کے پہلے حرف کو واؤ سے بدل کر بولا جاتا ہے۔ جیسے کان وان۔ روٹی ووٹی۔ پانی وانی ٭

(۱۰) تابع موضوع

جس طرح بے معنی الفاظ با معنی لفظوں کے ساتھ زائد بولے جاتے ہیں - اسی طرح با معنی الفاظ بھی اُردو میں دوسرے الفاظ کے ساتھ زائد استعمال کیے جاتے ہیں - اور کچھ معنی نہیں دیتے - جیسے رونا دھونا - کرنا کرانا - اصل وصل - چال ڈھال - ان میں دھونا - کرانا - وصل ڈھال - سب با معنی الفاظ ہیں - مگر دوسرے لفظوں کے ساتھ مل کر اپنے معنے نہیں دیتے - ایسے الفاظ کو ہم تابع موضوع کہتے ہیں ؛

کبھی تابع متبوع سے پہلے بھی آ جاتا ہے - جیسے رگڑا جھگڑا - یہاں جھگڑا متبوع ہے اور رگڑا تابع - مگر تابع مقدم ہے ۔اور متبوع مؤخر ؛

(۱۱) تاکید و موکد

تاکید سے کلام پُر زور ہو جاتا ہے - تاکید اسم کی بھی آتی ہے - اور فعل کی بھی - یہاں مقصود اس تاکید سے ہے جس کا موکد[1] اسم ہو - تاکید دو طرح سے آتی ہے - ایک تو سب - سب کے سب - سبھی - تمام - کل - کلہم - سراسر - سراپا - سرتاپا - سربسر - بھر - ہو بہو - بعینہٖ - آپ - خود وغیرہ الفاظ سے - نیز اُن اسمائے اعداد سے جو استغراق کے لئے آتے ہیں (یعنی جن کے آخر واؤ نون آتا ہے) دوسرے

[1] موکد وہ لفظ جس کی تاکید کی جائے ؛

تکرار لفظ سے جیسے چور چور - سانپ سانپ - ہاں ہاں - پچکے پچکے - آہستہ آہستہ - سب مرد - کل عورتیں - عمر بھر - گھر بھر ان میں مرد اور عورتیں اور عمر اور گھر موکد ہیں - اور سب اور کل اور بھر تاکید[1] +

(۱۲) تمیز و ممیز اور عدد و معدود

جو لفظ یا الفاظ کسی اسم مفرد یا جملے سے شک و ابہام کو دور کریں - ان کو تمیز یا ممیز کہتے ہیں - اور جن سے دور کریں اُن کو ممیّز یا مبہم جیسے پانچ گھوڑے - آٹھ من چاول - یہاں گھوڑے اور چاول تمیز یا ممیزّ ہیں - جو پانچ اور آٹھ من سے رفع ابہام کرتے ہیں - کیونکہ پانچ اور آٹھ من سے معلوم نہیں ہوتا تھا - کہ کونسی چیز پانچ یا آٹھ من ہے - گھوڑے اور چاول کے کہنے سے ان کی صراحت ہوگئی - زید بکر سے علم میں فائق ہے - ظاہر ہے - کہ فائق ہونے کی بہت سی باتیں ہیں - عقل - حسن لیاقت - ہمت - شجاعت - دولت - علم وغیرہ - اگر صرف زید بکر سے فائق کہا جاتا تو ابہام رہتا کہ کس چیز میں فائق ہے - علم میں کہنے سے یہ ابہام جاتا رہا +

جو تمیز اُن الفاظ سے ابہام کو دور کرتی ہے - جو شمار اور ناپ تول یعنی عدد یا وزن یا پیمانے یا گز گت یا مسافت کے لیئے آتے ہیں - اُس کو معدود کہتے ہیں - اور ممیّز کو عدد - جیسے نوّے روپے - دو سیر مکھن - چار شیشی عطر -

[1] تاکید کا بیان مزید حروف تاکید میں لکھا جائیگا +

دس گز ململ - سو[illegible] رستہ ٭

(۱۳) اسم فاعل ترکیبی (۱۴) اسم مفعول ترکیبی

(۱۵) اسم صفت ترکیبی (۱۶) اسم مکبّر جو مرکب ہو

(۱۷) اسم مبالغہ (۱۸) اسم تفضیل ٭

یہ سب مرکب بھی مرکب ناقص ہیں - ان کا مفصّل حال علم صرف میں بیان ہو چکا ٭

(۱۹) اِشارہ اور مُشارٌ الیہ

اسم اشارہ اپنے مشارٌ الیہ کے ساتھ مل کر کلام تام نہیں ہوتا - جیسے "یہ آم نہایت شیریں ہے" یہاں یہ اور آم دونوں لفظ کلام غیر تام ہے ٭

مُرکّب تام

مرکب تام وہی کلام تام ہے - جس کی تعریف پہلے گزر چکی - اور جس کو مرکب مفید اور جملہ بھی کہتے ہیں ٭

جملہ کم سے کم دو لفظوں سے مرکّب ہوتا ہے - جہاں صرف ایک لفظ دیکھو وہاں دوسرے کو محذوف سمجھو - جیسے آؤ - جاؤ - کھاؤ - پیو - پڑھو - لکھو - یہ اگرچہ ایک ایک لفظ ہیں - مگر لفظ تم جو اُن کا فاعل ہے اور جس کے بغیر فعل وقوع میں نہیں آ سکتا - محذوف ہے - اصل میں ہے

تم آؤ - تم جاؤ - تم کھاؤ - تم پیو - تم پڑھو - تم لکھو +

جملے کی قسمیں

جملہ دو قسم کا ہوتا ہے - ایک وہ جس کو سچّا یا جھوٹا کہہ سکیں - اور اُس کو جملۂ خبریہ کہتے ہیں + دوسرے وہ جس کو سچّا یا جھوٹا نہ کہہ سکیں - اس کا نام جملۂ انشائیہ ہے - اور اس کی بارہ قسمیں ہیں +

(۱) **امر** جیسے آؤ - (۲) **نہی** جیسے مت کرو - (۳) **استفہام** جیسے **مومن**

شعلہائے تپ دل آگ لگاتے کیوں ہو؟
گر ہو دل سوز مرے مجھ کو جلاتے کیوں ہو؟

(۴) **تعجب - حالی**

شیخ اللہ رے تیری عیّاری
کس توجّہ سے پڑھ رہا ہے نماز

(۵) **تحسین - ذوق**

نہ اک آہ کی زخم سو سو اُٹھائے
تجھے آفریں ذوق صد آفریں ہے

(۶) **انبساط - شعر**

واہ وا کیا معتدل ہے باغ عالم کی ہوا
مثل نبض صاحب صحت ہے ہر موج صبا

(۷) **ندا - غالب**

دل ناداں! تجھے ہوا کیا ہے؟
آخر اس درد کی دوا کیا ہے؟

(۸) ندبہ و تاسّف - انیس

مٹی میں مل گیا یہ چمن وا مصیبتا
ان گوری گردنوں میں رسن وا مصیبتا

مصرع - اُٹھ گئی دنیا سے رسمِ دوستداری ہائے ہائے

(۹) قسم - شعر

جو آپ در سے اُٹھا نہ دیتے کہیں نہ کرتا میں جبہہ سائی
اگرچہ یہ سرنوشت میں تھا تمھارے سر کی قسم نہ ہوتا

(۱۰) عرض - جیسے "کھیل کود میں وقت ضائع کرنا اچھا نہیں"

(۱۱) تمنّا - غالب

میں بھی مُنہ میں زبان رکھتا ہوں
کاش پوچھو کہ مدعا کیا ہے

(۱۲) تنبیہ - "خبردار! پھر ایسی حرکت نہ کرنا"

جملۂ خبریہ کی قسمیں جملۂ خبریہ دو طرح کا ہوتا ہے - فعلیہ اور اسمیہ - جملہ انشائیہ اکثر فعلیہ ہوتا ہے - اور کبھی اسمیہ - جیسا کہ مثالہائے مذکورہ سے معلوم ہوا -

اب جملۂ فعلیہ اور جملۂ اسمیہ کا مفصل حال سنو - مگر پہلے جملۂ اسمیہ کا حال لکھا جاتا ہے -

جملۂ اسمیہ

کوئی سا جملہ ہو اُس کے اجزا میں ایک ایسا علاقہ ہوتا ہے - جو کلام کو پورا کر دیتا ہے - یعنی سننے والا اس سے فائدہ تام حاصل کرتا ہے اور بیان مزید کا منتظر

نہیں رہتا۔ ایسے علاقے کا نام اسناد ہے۔ اور جس چیز کا علاقہ ہوتا ہے۔ اُسے مسند اور جس چیز سے علاقہ ہوتا ہے۔ اُس کو مسند الیہ کہتے ہیں +

مسند الیہ ہمیشہ اسم ہوتا ہے۔ اور مسند اسم بھی ہوتا ہے۔ فعل بھی۔ مگر دونوں میں سے کوئی حرف کبھی نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ حرف میں مسند الیہ یا مسند ہونے کی صلاحیت ہی نہیں۔ جس جملے میں مسند الیہ یا مسند دونوں اسم ہوں وہ جملہ اسمیہ ہے +

اسم اور خبر

عربی میں جملہ اسمیہ دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک وہ جس میں فعل مطلق نہیں ہوتا۔ اور وہ کم سے کم دو اسموں کا ہوتا ہے۔ جیسے زیدٌ قائمٌ (زید کھڑا ہے) دوسرے وہ جس میں فعل تو ہوتا ہے۔ مگر فعل ناقص جیسے کانَ زیدٌ قائماً (زید کھڑا تھا) پہلی قسم کے جملے میں وہ مسند الیہ کو مبتدا کہتے ہیں۔ اور مسند کو خبر۔ اور دوسری قسم کے جملے میں مسند الیہ کو اسم اور مسند کو خبر۔ مگر فارسی اور اُردو میں پہلی طرح کا جملہ نہیں ہوتا۔ یعنی صرف دو اسموں سے جملہ نہیں بنتا۔ فارسی میں جملہ اسمیہ میں مسند الیہ اور مسند کے علاوہ ایک اور لفظ است یا ہست ضرور ہوتا ہے۔ مذکور ہو یا محذوف۔ جیسے "زید عالم است"۔ "منّت مر خدائے را عزّ و جل"۔ پہلے فقرے میں است مذکور ہے۔ دوسرے میں محذوف۔ اسی طرح اردو میں ہے ضرور ہوتا

ہے۔ مذکور ہو یا محذوف جیسے "زید دانا ہے"۔ شعر
نہ معاصی میں تلخی خجلت نہ عبادت میں چاشنی حضور
ان مثالوں میں تم نے دیکھ لیا۔ کہ جہاں عربی میں
فقط دو لفظوں سے کام چلا تھا وہاں فارسی اور اردو
میں تین سے کام چلا ہے۔ فارسی اور اردو کے عام نحویوں
نے نحاۃ عربی کی تقلید سے ایسے جملوں میں مسند الیہ کو مبتدا
اور مسند کو خبر کہا ہے۔ اور است یا ہست یا ہے کو حرفِ
ربط قرار دیا ہے۔ مگر ہمارے نزدیک یہ حرف ربط نہیں ہیں۔
فعل ہیں۔ است کو تو فارسی کے بعض محققوں نے استن
کی ماضی لکھا ہے اور ماضی ہے تو فعل ہے۔ ہے بے شک
کسی سے مشتق نہیں۔ اس لئے ہم نے اس کو اسم فعل
لکھا ہے۔ مگر جس طرح ہے مشتق نہیں اسی طرح تھا بھی
مشتق نہیں۔ لیکن تھا کو اہل قواعد فعل ناقص
کہتے ہیں۔ حرف ربط نہیں کہتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تھا عربی
کے ایک فعل ناقص یعنی کانَ کا ترجمہ ہے۔ حالانکہ اُردو
میں تھا اور ہے میں غیر مشتق ہونے کے اعتبار سے کچھ
بھی فرق نہیں۔ فرق اگر ہے تو زمانے کا ہے۔ کہ ہے میں
بالفعل کا زمانہ پایا جاتا ہے۔ اور تھا میں گزرا ہوا۔ جو
لوگ ہے کو حرف ربط قرار دیتے ہیں۔ وہ "محمود عالم ہے"
میں محمود کو مبتدا اور عالم کو خبر کہتے ہیں۔ مگر ہم پوچھتے
ہیں۔ کہ "محمود عالم تھا" میں محمود کو مبتدا اور عالم کو خبر
کیوں نہیں کہتے؟ ہم حیران ہیں کہ اگر ہے کو حرف ربط
کہیں تو ہے اور تھا میں مابہ الامتیاز کیا قرار دیں۔ پس

جس طرح تھا فعل ہے - اور فعل بھی ناقص - اسی طرح ہے بھی فعل ہے اور وہ بھی ناقص ÷

اب یہ بحث رہی کہ ہے کے مسند الیہ کو مبتدا کہیں یا اسم - سو یہ بات بیان کر دینی ضروری ہے کہ عربی کے اہل قواعد مبتدا کو اس لیے مبتدا کہتے ہیں - کہ وہ جملۂ اسمیہ کے شروع میں آتا ہے - اگر جملۂ فعلیہ میں فاعل بھی پہلے آتا تو مبتدا کو مبتدا کہنے کی کوئی وجہ نہ تھی - مگر اردو میں تو فاعل بھی پہلے آتا ہے - اور جملۂ اسمیہ میں مسند الیہ کے مبتدا ہونے کی کچھ خصوصیت نہیں - اس لیئے اُردو میں مسند الیہ کو صرف اس سبب سے کہ وہ جملے کے آغاز میں آتا ہے مبتدا کہنے میں ہم کو تامل ہے - اور ہمارے نزدیک اس کو اسم کہنا مناسب و زیبا ہے - پس ہم اُس کو دوسرے افعال ناقصہ کے مسند الیہوں کی طرح اسم ہی کہینگے ÷

اسم ہمیشہ ایسا ہونا چاہیئے - جس میں کچھ خصوصیت ہو - عام اس سے کہ معرفہ ہو یا نکرہ اور ضرور ہے - کہ خبر کی نسبت خاص ہو - جیسے "زید انسان ہے" - یہاں زید اسم ہے جو انسان کی نسبت خاص ہے ÷

اسم عموماً پہلے آتا ہے اور پہلے ہی آنا چاہیے - مگر کبھی خبر مقدم ہو جاتی ہے - جیسے حالی

چشمۂ زندگی ہے ذکرِ جمیل خضر و آب بقا سے کیا مطلب

یہاں ذکر جمیل اسم ہے اور چشمۂ زندگی خبر - نہ بالعکس ÷

کبھی اسم حذف ہو جاتا ہے - جیسے اس شعر میں محذوف ہے - ذوق

بلبل ہوں صحن باغ سے دُور اور شکستہ پر
پروانہ ہوں چراغ سے دور اور شکستہ پر

کبھی خبر حذف ہو جاتی ہے۔ مثلاً پوچھا جائے۔ کہ خلاق عالم کون ہے؟ جواب دینے والا کہے۔ خدا +

کبھی ہے (فعل ناقص) حذف ہو جاتا ہے۔ جیسے شعر

رنگِ عشرت باغ عالم میں نظر آتا نہیں
گل کو گلچیں کا خطر بلبل کو غم صیاد کا

دوسرے مصرع میں ہے دو جگہ محذوف ہے۔ اصل میں یوں ہے۔ کہ گل کو گلچیں کا خطر ہے اور بلبل کو صیاد کا غم ہے +

کبھی اسم اور خبر دونوں حذف ہو جاتے ہیں۔ جیسے کوئی پوچھے۔ تمھارے پاس قلم ہے؟ مخاطب کہے۔ ہے +

کبھی اسم اور خبر اور ہے تینوں حذف ہو جاتے ہیں۔ مثلاً کوئی مسافر کسی شہر میں وارد ہوتا ہے۔ تو پوچھتا ہے۔ یہاں کوئی سرائے ہے؟ جواب دینے والا کہتا ہے ہاں +

وحدت و جمع میں اسم و خبر کا حال موصوف و صفت کی طرح ہے۔ یعنی اسم واحد ہوتا ہے۔ تو خبر بھی واحد ہوتی ہے اور جمع ہوتا ہے تو جمع۔ مگر جب اسم جمع مونث ہو تو خبر واحد آتی ہے۔ جیسے "لڑکا پڑھا ہوا ہے"۔ "لڑکے پڑھے ہوئے ہیں"۔ "لڑکی پڑھی ہوئی ہے"۔ "لڑکیاں پڑھی ہوئی ہیں" +

ہے کلام میں اسم اور خبر دونوں کے پیچھے آتا ہے۔

مگر نظم میں اس کی پابندی نہیں - جیسے بحر

ضروری ہے دریا دلی بہر نام
کبھی ناؤ خشکی میں چلتی نہیں

یہ نہیں سمجھنا چاہئے - کہ ہے کا اسم مبتدا نہیں رہا - تو اردو میں مبتدا کوئی چیز نہیں - نہیں موصول و صلہ مل کر ہمیشہ مبتدا ہوتے ہیں - جیسا کہ تم آگے دیکھو گے - اس کے علاوہ اور کلمات بھی ترکیب میں مبتدا واقع ہوتے ہیں - مثلاً **بیت**

فقیہ اور جاہل ضعیف اور توانا
تاسّف کے قابل ہے احوال سب کا

اس بیت میں پہلا مصرع بترکیب عطفی مبتدا ہے - اور دوسرا خبر *

ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ افعال ناقصہ کا حال اسم اور خبر کے ساتھ ہی لکھ دیں *

افعال ناقصہ

اس کتاب کے حصّہ اول میں بیان ہو چکا ہے - کہ افعال ناقصہ میں جب تک فاعل کے علاوہ کوئی اور اسم ان کے ساتھ نہ ملے کلام سے مطلب حاصل نہیں ہوتا یوں سمجھو کہ افعال ناقصہ میں دو اسم درکار ہوتے ہیں - ایک کو اسم کہتے ہیں دوسرے کو خبر - اسم مسند الیہ ہوتا ہے اور خبر مسند - اور فعل ناقص اسم اور خبر کے ساتھ مل کر جملہ اسمیہ ہوتا ہے - تم کو یاد ہوگا ہم نے

ہونا - بننا - پڑنا - رہنا - نکلنا (بمعنی ظاہر ہونا) لگنا - ہو جانا - بن جانا اور ان کے ہم معنی مصادر کے مشتقات اور تمام اسم فعلوں یعنی ہے کے ہیں اور تھا کے چاروں صیغوں اور سہی کو افعال ناقصہ لکھا ہے - اردو کے قواعد کی مروّجہ کتابوں میں سہی کا تو کہیں ذکر ہی نہیں - البتہ ہے کو حرف ربط لکھا ہے - مگر ہم نے اسم اور خبر کی فصل میں ہے کو فعل ناقص ثابت کیا ہے - اور اُس کے مسند الیہ اور مسند کو اسم اور خبر قرار دیا ہے ؛

بعض اوقات افعال مذکورہ میں سے کوئی فعل صرف ایک ہی اسم پر پورا ہو جاتا ہے - اس صورت میں اس کو فعل ناقص نہیں کہتے فعل تام کہتے ہیں - جیسے کام بن گیا - کام ہو گیا ؛ **شعر**

صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے
عمر یوں ہی تمام ہوتی ہے

اس شعر میں فعل تام اور ناقص دونوں کی مثالیں ہیں - پہلے مصرع میں ہوتی ہے فعل تام ہے - کیونکہ صبح اور شام پر پورا ہو گیا ہے - اور دوسرے میں فعل ناقص ہے - کیونکہ تمام کے سوا کلام پورا نہیں ہوتا - پہلے مصرع میں صبح اور شام فاعل ہے - دوسرے میں عمر اسم اور تمام خبر ہے - **شعر**

ایک آفت سے تو مر مر کے ہوا تھا جینا
پڑ گئی اور یہ کیسی مرے اللہ نئی

یہاں پڑ گئی فعل تام ہے۔ سہی بھی اسی صورت میں فعل ناقص ہوتا ہے۔ جب اسم اور خبر کے بغیر کلام پورا نہ ہو۔ بعض اوقات سہی کلام میں زائد بھی آ جاتا ہے۔ جیسے "دیکھو تو سہی"۔ "سنو تو سہی"۔ یہاں سہی صرف تاکید کا فائدہ دیتا ہے۔ اور مطلب اس کے سوا بھی پورا ہو جاتا ہے *

فعل ناقص کے اسم و خبر میں وحدت و جمع کے لحاظ سے مطابقت کا حال پہلے بیان ہو چکا ہے۔ لیکن جب اسم مذکر اور خبر مؤنث یا اسم مؤنث اور خبر مذکر ہو۔ تو اس وقت اختلاف ہے کہ فعل ناقص کی تذکیر و تانیث بہ لحاظ اسم کے ہوگی یا خبر کے۔ اگرچہ درست دونوں طرح ہے۔ لیکن غالب یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اسم کی رعایت بیشتر کی جاتی ہے۔ جیسے "پکائی تھی کھیر ہو گیا دلیا"۔ یہاں ہو گیا فعل ناقص ہے۔ کھیر اُس کا اسم اور دلیا خبر۔ خبر کے لحاظ سے فعل مذکر آیا ہے * مصرع

آنکھ کی پتلی جو تھی جادو کا پتلا ہو گیا

یہاں بھی خبر کی رعایت سے فعل ناقص مذکر ہے *

اسم کی رعایت کی مثالیں بھی سنو۔ **ذوق**

ظلمتِ عصیاں سے میری بن گیا شب روزِ حشر
آفتاب اک نیزے پر دُم دار تارا ہو گیا

اس شعر میں بن گیا فعل ناقص ہے۔ روزِ حشر اس کا اسم اور شب خبر۔ بہ لحاظ اسم کے فعل ناقص مذکر لایا گیا۔ **غالب**

باغ میں مجھ کو نہ لے جا ورنہ میرے حال پر
ہر گل تر ایک چشم خوں فشاں ہو جائے گا

ہو جائیگا فعل ناقص ہے۔ ہر گل و تر اُس کا اسم اور چشم خوں فشاں خبر۔ اسم کی رعایت سے فعل ناقص مذکر ہے۔ گویا

وصف قاتل کا کرونگا میں وہاں زخم سے
ٹوٹ کر گر رہ گیا خنجر زباں ہو جائیگا

ہو گیا فعل ناقص ہے۔ خنجر اس کا اسم اور زبان خبر۔ اسم کے لحاظ سے فعل ناقص مذکر ہے۔ **مومن**

چھوڑا نہ کچھ بھی سینے میں طغیانِ اشک نے
اپنی ہی فوج ہو گئی لشکر غنیم کا

ہو گئی فعل ناقص ہے۔ اپنی ہی فوج اس کا اسم اور لشکر غنیم کا خبر۔ اسم کے لحاظ سے فعل ناقص مؤنث آیا ہے۔

جملۂ فعلیہ

جملہ فعلیہ وہ ہے جو کم سے کم فعل اور فاعل سے بنا ہو۔ اس جملے میں فاعل مسند الیہ ہوتا ہے اور فعل مسند۔ فعل اور فاعل اور مفعول کی تعریفیں حصّہ اوّل میں گزر چکی ہیں۔

فعل لازم ہو تو فاعل پر تمام ہو کر پورا جملہ ہو جاتا ہے۔ جیسے "زید بیٹھا"۔ بیٹھا فعل۔ زید فاعل۔ فعل اور فاعل مل کر جملۂ فعلیہ ہوا۔ اسی طرح "عمرو سویا"۔ سویا

فعل - عمرو فاعل - فعل اور فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہؤا - اور اگر فعل متعدی ہو - تو مفعول کا ہونا بھی ضرور ہے - جیسے "ناظر نے سبق پڑھا" - پڑھا فعل ناظر فاعل نے علامت فاعل سبق مفعول - فعل اپنے فاعل اور مفعول کے ساتھ مل کر جملہ فعلیہ ہؤا ؛

جن جملوں میں افعال متعدی کے دو مفعول آتے ہیں ان میں مفعول اول کو مفعول بہٖ یا پہلا مفعول اور مفعول ثانی کو دوسرا مفعول کہتے ہیں ؛

فاعل کبھی اسم ظاہر ہوتا ہے - کبھی ضمیر - جیسے "احمد آیا" - اس نے کھانا کھایا" - ضمیر اگر فعل میں مخفی ہو - تو اُس کو ضمیر مستتر کہتے ہیں - اور اگر ظاہر ہو تو ضمیر بارز - ضمیر بارز کی مثال اوپر دیکھ چکے ہو - ضمیر مستتر جیسے **شعر**

سکن اس بحر فنا میں کر نہ مانند حباب
ڈال پانی پر نہ بنیاد مکاں بے فائدہ

نہ کر اور نہ ڈال میں تو ضمیر مستتر ہے - جو ان کا فاعل ہے - اور اگر ایک فعل کے کئی فاعل اس طرح کے ہوں کہ ایک ان میں سے غائب ہو - دوسرا حاضر یا دونوں غائب ہوں یا ایک حاضر ہو - دوسرا متکلم - یا ایک متکلم ہو دوسرا غائب تو دونوں کے غائب ہونے کی صورت میں جمع غائب کا صیغہ بولتے ہیں - جیسے حامد اور محمود آئے - اور اگر ایک غائب اور ایک حاضر ہو تو جمع حاضر کا صیغہ استعمال کرتے ہیں - جیسے تم اور حمید کھانا کھاؤ -

اور اگر ایک غائب اور ایک متکلم یا ایک حاضر اور دوسرا متکلم ہو تو جمع متکلم کا صیغہ بولتے ہیں۔ جیسے میں اور وہ آئیں گے۔ اور ہم اور تم چلیں گے۔ غرض غائب کے مقابلے میں حاضر کو ترجیح ہے۔ اور حاضر اور غائب دونوں کے مقابلے میں متکلم کو ۔

اردو میں فاعل مفعول سے اور مفعول فعل سے مقدم آتا ہے۔ جیسے "زید نے عمرو کو نصیحت کی"۔ نصیحت کی فعل مرکب زید فاعل نے علامت فاعل۔ عمرو مفعول۔ کو علامت مفعول۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول کے ساتھ مل کر جملۂ فعلیہ ہوا۔ نثر میں یہ ترتیب ضرور ہے۔ اور اس کے خلاف خلاف فصاحت۔ مگر نظم میں آگے پیچھے بھی ہو جاتے ہیں۔ جیسے مومن

گھا گیا جی غم نہاں افسوس
گھل گئی غم کے مارے جاں افسوس

مصرع اول میں ساری ترتیب بدل گئی ہے۔ یعنی فعل جو سب سے پیچھے آنا چاہئے تھا۔ سب سے پہلے ہے۔ اور فاعل جو سب سے پہلے چاہئے تھا۔ سب سے پیچھے ہے۔ مفعول ایسی جگہ واقع ہوا ہے۔ کہ اس پر فاعل ہونے کا مغالطہ ہوتا ہے۔ مگر شاعر کا مطلب یہ ہے کہ غم نہاں جی کو کھا گیا ہے۔ اور اسی غم کے سبب جان گھل گئی ہے۔ اس لیے جی جو مفعول ہے فاعل نہیں ہو سکتا ۔

جب قرینہ پایا جائے تو فعل یا فاعل یا دونوں کا حذف جائز ہے۔ جیسے کوئی پوچھے کون غل کرتا ہے؟ تم

کہو حامد - یہاں فعل حذف ہو گیا - یا یوں پوچھے کہ کیا حامد غل کرتا ہے؟ تم کہو ہاں - یہاں فعل اور فاعل دونوں حذف ہو گئے - بعض اور مقام بھی ہیں - جہاں فاعل اکثر حذف ہو جاتا ہے - مثلاً "کہتے ہیں کہ کسی ملک میں ایک نہایت انصاف پرور اور کرم گستر بادشاہ تھا" یہاں کہتے ہیں کا فاعل محذوف ہے - یعنی حکایت کرنے والے - اسی طرح مفعول بھی محذوف ہو جاتا ہے - مثلاً زید عمرو کو مارے - تم عمرو سے پوچھو - کہ تم کو کس نے مارا؟ وہ کہے زید نے - یہاں مفعول محذوف ہو گیا - اور مفعول کے علاوہ فعل بھی - یعنی مجھ کو زید نے مارا +

بعض مقامات میں صرف ایک جز جملے کا بولا جاتا ہے - اور مقدرات کے لحاظ سے وہ جز جملۂ فعلیہ بھی بن سکتا ہے اور جملہ اسمیہ بھی - جیسے کہیں سانپ پڑا ہو - یا دفعۃً وہ کہیں سے سر نکالے - تو کہتے ہیں - سانپ - سانپ - یا کہیں چور نمودار ہو تو کہتے ہیں چور چور - یا جنگل میں شیر قریب آتا ہوا نظر آئے تو کہتے ہیں شیر شیر - یہاں تین طرح کے محذوفات نکالے جا سکتے ہیں - ایک یہ کہ سانپ نکلا - سانپ نکلا - چور آیا چور آیا - شیر آیا شیر آیا - اس صورت میں نکلا فعل اور سانپ فاعل ہے - اسی طرح آیا فعل اور چور اور شیر فاعل ہے - دوسرے یہ کہ سانپ کو مارو - سانپ کو مارو - چور کو پکڑو - چور کو پکڑو - شیر کو روکو - شیر کو روکو - اس صورت میں مارو اور پکڑو اور روکو فعل ہیں - اور تم ضمیر مستتر فاعل اور سانپ اور چور اور شیر مفعول -

ان دونوں صورتوں میں جملہ فعلیہ ہوگا۔ تیسرے یہ کہ سانپ بیٹھا ہؤا یا نکلا ہؤا ہے۔ سانپ بیٹھا ہؤا یا نکلا ہؤا ہے۔ چور آیا ہؤا ہے۔ چور آیا ہؤا ہے۔ شبیر آیا ہوا ہے۔ شبیر آیا ہؤا ہے۔ اس صورت میں ہے فعل ناقص ہے۔ اور سانپ اور چور اور شبیر اسم۔ اور بیٹھا ہؤا یا نکلا ہؤا یا آیا ہؤا خبر۔ فعل ناقص اسم اور خبر کے ساتھ مل کر جملہ اسمیہ ہؤا +

ایسے الفاظ اکثر جلدی اور گھبراہٹ یا خوف کے مقام میں منہ سے نکلتے ہیں۔ اور تاکید کے سبب مکرر ہو جاتے ہیں۔ غرض ان سے یہ ہوتی ہے کہ سننے والا تھوڑے لفظ سن کر جلد متوجہ ہو اور تدارک کرے +

قاعدہ۔ فاعل کی علامت یہ ہے کہ جب فعل کے ساتھ کون یا کس نے ملا کر پوچھیں تو وہ جواب میں واقع ہو۔ جیسے احمد آیا۔ جب پوچھیں۔ کون آیا؟ تو جواب ہوگا احمد۔ پس احمد فاعل ہے۔ ایسا ہی حامد نے دیکھا۔ جب پوچھیں کس نے دیکھا؟ تو جواب ہوگا حامد نے۔ پس حامد فاعل ہے +

مفعول مالم یسم فاعلہٗ یا مفعول قائم مقام فاعل

جب فعل مجہول ہوتا ہے تو مفعول کی طرف مسند ہوتا ہے۔ یعنی مفعول قائم مقام فاعل ہوتا ہے۔ عربی میں اس مفعول کو مفعول مالم یسم فاعلہٗ کہتے ہیں۔ ہمارے نزدیک اردو میں اگر اس کو مفعول قائم مقام فاعل کہا جائے۔ تو اختصار کی وجہ سے زیادہ موزون ہے +

تم کو یاد ہوگا۔ ہم نے حصّۂ اوّل میں لکھا ہے۔ کہ

زبان اردو میں مجہول دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک لفظی۔ ایک معنوی دونوں قسموں کے مفعول قائم مقام فاعل کی مثالیں دیکھو۔ زید مارا گیا۔ مارا گیا فعل مجہول لفظی۔ زید مفعول قائم مقام فاعل۔ **مرزا غالب**

نہ لٹتا دن کو تو کب رات کو یوں بے خبر سوتا
رہا کھٹکا نہ چوری کا دعا دیتا ہوں رہزن کو

نہ لٹتا فعل مجہول معنوی۔ ہیں ضمیر مستتر قائم مقام فاعل ہے

جس طرح کبھی فعل معروف اور کبھی اس کا فاعل اور کبھی دونوں حذف ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح کبھی فعل مجہول اور کبھی اُس کا مفعول قائم مقام فاعل اور کبھی دونوں حذف ہو جاتے ہیں۔ جیسے کوئی پوچھے "کون مارا گیا" یا کون پٹا" تم کہو غافل۔ یہاں فعل حذف ہو گیا۔ یا کوئی پوچھے غافل کو کیا ہوا۔ تم کہو مارا گیا یا پٹا۔ یہاں مفعول قائم مقام فاعل محذوف ہو گیا یا تم پوچھو غافل مارا گیا یا پٹا؟ کوئی کہے ہاں۔ یہاں فعل مجہول اور مفعول قائم مقام فاعل دونوں حذف ہو گئے۔ فعل متعدی بیک مفعول کے مجہول میں مفعول قائم مقام فاعل کے ساتھ لفظ "کو" کبھی نہیں آتا۔ مثلاً یوں نہیں کہتے کہ اس کو لایا گیا۔ یا مارا گیا بلکہ یوں کہتے ہیں کہ وہ لایا گیا یا مارا گیا۔ البتہ افعال مرکب میں کو آ بھی جاتا ہے۔ مثلاً "دیکھنا یہ ہے کہ اس قاعدے کو کیونکر عمل میں لایا جائے"۔ یا "اس کو بڑی بیرحمی سے قتل کیا گیا" ہے

جو افعال متعدّی بدو مفعول ہوتے ہیں اور وہ صرف مجہول لفظی ہوتے ہیں۔ ان میں دوسرا مفعول مفعول قائم مقام فاعل ہوتا ہے۔ جیسے "زید کو سبق پڑھایا گیا"۔ "عمرو کو کھانا کھلایا گیا"۔ پہلے جملے میں سبق مفعول قائم مقام فاعل ہے۔ دوسرے میں کھانا۔ مگر افعال قلوب میں پہلا ہی مفعول قائم مقام فاعل ہوتا ہے۔ اور افعال قلوب وہ ہیں جو دل سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور اکثر متعدی بدو مفعول ہُوا کرتے ہیں۔ جیسے میں نے زید کو فاضل جانا یا سمجھا۔ یا خیال کیا۔ جب مجہول بنائیں گے تو کہیں گے زید فاضل جانا گیا یا سمجھا گیا یا خیال کیا گیا۔ علے ہذا القیاس +

مفعول بہٖ

جس لفظ پر فعل واقع ہو اُس کو مفعول بہٖ کہتے ہیں۔ مفعول بہٖ نثر میں فاعل کے بعد اور فعل سے پہلے آتا ہے اور یہی اَفصح ہے۔ جیسے زید نے عمرو کو دیکھا۔ مگر نظم میں آگے پیچھے بھی آجاتا ہے۔ جیسے **ذوق**

بد خصلتوں کو کرتا ہے بالا نشیں فلک
اونچی ہے آشیانۂ زاغ و زغن کی شاخ

کرتا ہے فعل۔ فلک فاعل۔ بد خصلتوں مفعول +

مفعول بہٖ کی عام نشانی یہ ہے۔ کہ جب فعل کے ساتھ کس کو یا کیا ملا کر پوچھیں تو وہ جواب میں واقع ہو۔ جیسے ناظر نے حاضر کو دیکھا۔ اگر پوچھیں کس کو دیکھا۔ تو جواب ہو گا حاضر کو۔ پس حاضر مفعول بہٖ ہے۔

حمید نے چاقو خریدا۔ جب پوچھیں کیا خریدا تو جواب ہو گا چاقو۔ پس چاقو مفعول بہٖ ہے +

بعض افعال متعدّی کا صرف ایک مفعول آتا ہے۔ جیسے زید نے کھانا کھایا۔ بعض کے دو مفعول آتے ہیں۔ جیسے زید نے عمر کو کھانا کھلایا۔ دوسرے مفعول کو مفعول ثانی کہتے ہیں۔ کبھی ایک فعل کے کئی کئی مفعول آتے ہیں۔

ظفر ہمیشہ کنج تنہائی میں ہم مونس سمجھتے ہیں
الم کو یاس کو حسرت کو بے تابی کو حرماں کو

اگر ان میں حرف عطف محذوف سمجھا جائے۔ تو تمام مفاعیل بہ ترکیب عطفی ایک مفعول کا حکم رکھینگے +

اسم ظاہر مفعول ہو تو اُس کے ساتھ علامت مفعول کو آتی ہے۔ بعض افعال کے مفعولوں کے ساتھ کو کے سوا اور علامتیں لگائی جاتی ہیں۔ مثلاً کہنا۔ محبت کرنا۔ الفت کرنا۔ دعا کرنا۔ التجا کرنا۔ التماس کرنا۔ عرض کرنا۔ درگزرنا یا درگزر کرنا وغیرہ۔ ان کے مفعولوں کے ساتھ سے علامت مفعول آتی ہے۔ کرم کرنا۔ فضل کرنا۔ رحم کرنا۔ شفقت کرنا۔ خفا ہونا۔ غصّے ہونا۔ لعنت کرنا وغیرہ کے ساتھ پر آتا ہے۔ جیسے "حامد نے محمود سےلہ کہا"۔ "بکر خالد سے بہت محبّت یا الفت کرتا ہے"۔ "میں نے خدا سے دعا کی"۔ "زید نے عمرو سے التجا یا التماس یا عرض کی"۔ "اے غفار ہمارے گناہوں سے درگزر یا درگزر کر"۔ "خدا اُس پر رحم کرے یا کرم کرے یا فضل کرے"۔ "ماں باپ اپنی اولاد پر بہت شفقت کرتے ہیں"۔ "زید

لہ۔ بعض صورتوں میں سے کی جگہ کو بھی بولتے ہیں +

پر نفاست ہو۔" "تم اُس پر غصے کیوں ہوتے ہو؟"
"شیطان پر سب لعنت کرتے ہیں"۔

ضمائر کی حالت مفعولیت					
ہمیں	مجھے	تجھے	تمہیں	انہیں	اُسے
ہم کو	مجھ کو	تجھ کو	تم کو	اُن کو	اُس کو
ہمارے تئیں	میرے تئیں	تیرے تئیں	تمہارے تئیں	اُن کے تئیں	اُس کے تئیں

بعض صورتوں میں کو علامتِ مفعول مفعول کے ساتھ نہیں آتی۔ یعنی

(۱) فعل متعدی بدو مفعول ہو تو دوسرے مفعول کے ساتھ یہ علامت نہیں آتی۔ جیسے "حامد کو سبق پڑھا دو"۔ یہاں سبق دوسرا مفعول ہے اور علامت مفعول نہیں رکھتا۔

(۲) مصدر مفعول ہو عام اس سے کہ اردو کا مصدر ہو۔ یا کسی اور زبان کا۔ جیسے "زید نے کھانا کھایا"۔ "عمرو نے تماشا دیکھا"۔

(۳) مفعول غیر ذی روح یا غیر ذی عقل ہو۔ اور صرف ایک ہی ہو۔ تو عموماً علامتِ مفعول سے خالی ہوتا ہے۔ جیسے "حامد نے کتاب پڑھی"۔ "محمود نے گھوڑا خریدا"۔

فائدہ۔ کس۔ جس۔ اس۔ اُس۔ مجھ۔ تجھ کے ساتھ یائے مجہول اور ہم کے ساتھ یائے مجہول اور نون غنہ علامات مفعول آتی ہیں۔ اور تم۔ کن۔ جن۔ ان۔ اُن۔ میں

یائے مجہول اور نون غنہ کے علاوہ م مھا ستے اور ن ہنا سے بدل جاتا ہے۔ جیسے کسے جسے اسے اُسے مجھے تجھے ہمیں تمہیں۔ کنہیں۔ جنہیں۔ اِنہیں۔ اُنہیں۔ مفعول بہٖ کے علاوہ دو اور مفعول ہیں۔ مفعول لہٗ اور مفعول مطلق۔

مفعول لہٗ وہ لفظ ہے جو فعل کے سبب یا غرض پر دلالت کرے۔ اردو میں جس طریق سے الفاظ فعل کا سبب یا غرض واقع ہوتے ہیں۔ اس کی کئی صورتیں ہیں:-

(۱) زید حیا کے سبب آنکھ نیچی رکھتا ہے۔ یہاں آنکھ نیچی رکھنے کا سبب حیا ہے (۲) زید نے عمرو کو ادب سکھانے کو یا ادب سکھانے کے لیے مارا۔ یہاں مارنے کی غرض ادب سکھانا ہے (۳) حامد محمود کی تعظیم کو یا تعظیم کے لیے اُٹھا۔ یہاں اُٹھنے کا سبب یا غرض تعظیم ہے۔(۴) ہادی مدرسے پڑھنے گیا۔ یہاں مدرسے جانے کا سبب یا غرض پڑھنا ہے۔

صورت اوّل کے سوا دوسری اور تیسری اور چوتھی صورت میں سکھانا (جو شبہ[1] فعل ہے مع اپنے مفعول ادب کے) اور محمود کی تعظیم بہ ترکیب اضافی اور پڑھنا سب

---

[1] جو اسم فعل کی طرح فاعل اور مفعول یا متعلقات کو چاہیں۔ اُن کو شبہ فعل کہتے ہیں۔ شبہ فعل کا مفصل بیان جملہ معترضہ کے بعد آئیگا۔ یہاں اس قدر لکھ دینا کافی ہے۔ کہ مصدر۔ اسم فاعل اسم مفعول۔ اسم صفت۔ اسم حالیہ۔ شبہ فعل ہیں۔ مثال میں سکھانے کا مفعول ادب ہے۔ اس لیے ہم نے اس کو بجائے مصدر کے شبہ فعل کہا ہے۔

مفعول لہٗ ہیں۔ مصرع

کاٹنے دوڑتی ہے ماہیِ بے آب مجھے

ترکیب۔ دوڑتی ہے فعل۔ ماہی بے آب بہ ترکیب توصیفی اُس کا فاعل۔ کاٹنے شبہ فعل۔ مجھے اس کا مفعول شبہ فعل مع اپنے مفعول کے مفعول لہٗ دوڑتی ہے کا۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول کے ساتھ مل کر جملۂ فعلیہ ہؤا +

مفعولِ مطلق

کبھی فعل کے ساتھ مصدر یا حاصل مصدر لاتے۔ اور اُس کو مفعول مطلق کہتے ہیں۔ اُردو میں فعل کا مصدر کسی خصوصیت کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسے شعر

ظفر ہم اپنا رونا روئیں جا کر سامنے کس کے

رہا کون اپنے آنسو پونچھنے والا ہے رونے میں

حاصل مصدر کبھی تاکید کے لیے آتا ہے۔ اور کبھی تعداد اور کبھی وضع کے لیے جیسے وہ خوب چال چلا۔ زید ایک دوڑ دوڑا۔ آتش

تری تقلید سے کبک دری نے ٹھوکریں کھائیں

چلا جب جانور انساں کی چال اس کا چلن بگڑا

ظرفِ مکان

ظرفِ مکان دو طرح کا ہوتا ہے۔ محدود اور غیر محدود۔ محدود جیسے صراحی۔ جھجر۔ آبخورہ۔ گلاس۔ آفتابہ۔ دیگچی۔ مکان۔ گھر۔ محل۔ دریا وغیرہ + غیر محدود جیسے آگے۔ پیچھے۔ دائیں۔

بائیں - ادھر - اُدھر - نیچے - اوپر - ارد گرد - اندر - باہر وغیرہ ظرف محدود کے ساتھ اکثر پر یا میں یا سے یا کو استعمال کیا جاتا ہے - غیر محدود کے ساتھ عموماً کوئی لفظ نہیں آتا ؛

ظرف زمان

یہ بھی محدود اور غیر محدود ہوتا ہے - محدود جیسے صبح - شام - رات - دن - مہینا - برس - گھڑی - گھنٹہ - آج - کل وغیرہ غیر محدود جیسے ہمیشہ - جب نہ تب - آئے دن - زمانہ - وقت کبھی - کبھی کبھی - ظرف زمان محدود کے ساتھ اکثر کو یا میں آتا ہے - غیر محدود کے ساتھ کم آتا ہے ؛

ظرف مکان اور ظرف زمان ہمیشہ متعلق فعل یا شبہ فعل ہوتے ہیں ؛

جار و مجرور

عربی زبان میں چند حروف جو سے - میں - پر - مانند - تک - واسطے - ساتھ - سوا وغیرہ کے معنے دیتے ہیں حروف جر کہلاتے ہیں - اس لیے کہ جر کسرہ کو کہتے ہیں - اور جن الفاظ پر وہ حروف داخل ہوتے ہیں - ان کے حرف اخیر کو مکسور کر دیتے ہیں - فارسی اور اردو میں جو حروف حروف جر کہلاتے ہیں - ان کا یہ عمل نہیں - مگر ان وجوہ سے جو ہم نے مصباح القواعد میں لکھ دی ہیں - ہم بھی جار و مجرور کو جار و مجرور ہی کہینگے ؛

جار و مجرور مل کر ہمیشہ متعلق فعل یا شبہ فعل ہوتے

ہیں۔ جیسے میں نے زید کو اپنی آنکھ سے دیکھا"۔ اس مثال
میں اپنی آنکھ سے جو جار و مجرور ہے۔ متعلق دیکھا کے
ہے جو فعل ہے۔" زید گھر میں بیٹھا کتاب پڑھ رہا ہے"۔
اس جملے میں گھر میں یعنی جار مجرور متعلق بیٹھا کے
ہے۔ جو اسم حالیہ یعنی شبہ فعل ہے۔

حال اور ذوالحال

جو لفظ فاعل یا مفعول کی ہیئت یا حالت ظاہر کرے
اس کو حال کہتے ہیں۔ اور جس کی ہیئت یا حالت ظاہر
ہو۔ اُس کو ذوالحال۔ اردو میں کئی طرح کے لفظ ہیں۔
جو حال کا فائدہ دیتے ہیں۔ اسم حالیہ تو حال ہی کے
لیے موضوع ہُوا ہے۔ جیسے" زید ہنستا جاتا تھا"۔ کبھی
اسم مفعول سے یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ جیسے" خالد
گھر میں بیٹھا ہوا کام کر رہا ہے"۔ کبھی اسم صفت سے
یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ جیسے" حامد خوش خوش پھر رہا
ہے"۔ حال کی تذکیر و تانیث اور وحدت و جمع بہ استثنائے
اسم صفت ذوالحال کے لحاظ سے ہوتی ہے۔

مستثنٰی اور مستثنٰی منہ

جس چیز کو دوسری چیز سے جدا کرتے ہیں۔ اُس
کو مستثنٰی کہتے ہیں۔ اور جس سے جدا کرتے ہیں۔ اُس
کو مستثنٰی منہ۔ اور جو لفظ مستثنٰی کو مستثنٰی منہ سے علٰحدہ
کرتا ہے۔ اس کو حرف استثنا۔ جیسے احمد کے سوا سب

آئے - ترکیب - آئے فعل - سب مستثنےٰ منہ - سوا حرف استثنا - احمد مستثنےٰ - مستثنےٰ اور مستثنےٰ منہ مل کر فاعل فعل فاعل کے ساتھ مل کر جملۂ فعلیہ ہوا +

قسم اور مقسم بہٖ

قسم اور مقسم بہٖ قائم مقام جملۂ فعلیہ ہوتے ہیں - جب کہتے ہیں "خدا کی قسم" - تو اُس کے یہ معنے ہوتے ہیں - کہ میں خدا کی قسم کھاتا ہوں - کھاتا ہوں فعل - میں فاعل کلمہ قسم مضاف - خدا مقسم بہٖ مضاف الیہ - مضاف اور مضاف الیہ مل کر مفعول - فعل اپنے فاعل اور مفعول کے ساتھ مل کر جملۂ فعلیہ ہوا +

ندا اور منادےٰ

حرف ندا اور منادےٰ بھی جملہ فعلیہ کے قائم مقام ہوتے ہیں - حرف ندا تو فعل اور فاعل کا کام دیتا ہے - اور منادےٰ مفعول بہٖ کی جگہ آتا ہے - جب کوئی کہتا ہے "اے خدا" تو اُس کا یہ مطلب ہوتا ہے - کہ میں خدا کو پکارتا ہوں - دیکھو - اَے نے میں پکارتا ہوں کے معنے دئے جو فعل با فاعل ہے - اور خدا اُس کا مفعول بہٖ ہے - فعل اپنے فاعل اور مفعول کے ساتھ مل کر جملۂ فعلیہ ہوا +

بسا اوقات ایسی چیزوں کو بھی منادےٰ ٹھیرا لیتے ہیں - جو ندا کے قابل نہیں - جیسے شعر

ہے پہنچنا اپنا چوٹی تک محال
اے طلب! نکلا بہت اونچا پہاڑ

کبھی اسم موصول کو منادےٰ ٹھیراتے ہیں۔ مگر صرف نظم میں جیسے شعر

اے وہ کوئی جو آج پیے ہے شراب عیش
خاطر میں رکھیو کل کے بھی رنج و خمار کو

کبھی غیظ و غضب کے موقع پر غصّے کے لفظ بولتے اور ان پر حرفِ ندا زیادہ کرتے ہیں۔ جیسے اے لعنتِ خدا! اے پھٹے منہ۔ ایسے موقع پر منادےٰ کوئی نہیں ہوتا۔ گفتگو میں حرف ندا بہت کم لاتے ہیں۔ اور منادےٰ قریب ہو تو بھی اکثر بلا حرف ندا پکارتے ہیں۔ دیکھو ماں اپنے سوتے ہوئے بچے کو جگانے کے لئے پکارتی اور کہتی ہے بیت

بس اُٹھ بیٹھو بیٹا بہت سو چکے
بہت وقت بیکار تم کھو چکے

منادےٰ جمع ہو تو اکثر حروف ندا نہیں لاتے۔ جیسے

شعر

عزیزو! کہاں تک یہ آتش مزاجی
تمہیں جلد تر خاک ہونا پڑے گا

ندبہ و مندوب

کسی کو یاد کرکے رونے یا تاسف کرنے کو ندبہ کہتے ہیں اور جس اسم پر حروف ندبہ داخل ہوں وہ مندوب کہلاتا ہے۔ ندبہ و مندوب ندا و منادےٰ کی طرح جملہ فعلیہ کے قائم مقام ہوتے ہیں۔ جیسے "ہائے زید"۔ "وائے نصیب"

اس کے یہ معنے ہیں - کہ میں زید کو روتا ہوں اور نصیب کا افسوس کرتا ہوں - کبھی مندوب مذکور نہیں ہوتا - جیسے **ذوق**

کون وقت اے وائے گزرا جی کو گھبراتے ہوئے
موت آتی ہے اجل کو یاں تلک آتے ہوئے

مبین - بیان اور جملۂ بیانیہ

بسا اوقات کلام میں ایسا لفظ آتا ہے - جس کا بیان ایک جملے میں کیا جاتا ہے - اس لفظ کو مبین کہتے ہیں - اور اس جملے کو اُس کا بیان - اور چونکہ وہ جملہ بیان مبین واقع ہوتا ہے - اس لیے اُس کو جملۂ بیانیہ کہتے ہیں - جملۂ بیانیہ کبھی فعلیہ ہوتا ہے - کبھی اسمیہ - اور اس کے شروع میں اکثر ایک کاف آتا ہے - جس کو کاف بیانیہ کہتے ہیں - **حالی**

زمیں روکھ بن پھول پھل ریت پربت
یہ فریاد سب کر رہے ہیں بہ حسرت
کہ کل فخر تھا جن سے اہل جہاں کو
لگا اُن سے عیب آج ہندوستاں کو

دوسری بیت میں فریاد کا بیان ہے - یعنی فریاد مبین ہے - اور بیت ثانی جملہ بیانیہ ہو کر بیان - ترکیب میں مبین بیان سے مل کر کر رہے ہیں کا مفعول ہے +

کبھی مبین محذوف ہوتا ہے - جیسے **مصرع**

ہوتی آئی ہے کہ اچھوں کو بُرا کہتے ہیں

یعنی یہ بات کہ اچھوں کو بُرا کہتے ہیں ہوتی آئی ہے +
مگر یاد رکھو کہ جو جملہ بیانیہ کہنا اور فرمانا اور ارشاد کرنا
اور ارشاد فرمانا اور بولنا کے مشتقات کے ساتھ آتا ہے۔
اس کو مقولہ کہتے ہیں۔ جیسے "زید نے بکر سے کہا
کھانا کھا لو"۔ کہا فعل۔ زید فاعل۔ نے علامت فاعل۔ بکر
مفعول۔ سے علامت مفعول۔ کھالو فعل۔ تم ضمیر مستتر فاعل (یا
کھالو فعل با فاعل) کھانا مفعول۔ فعل فاعل اور مفعول کے
ساتھ مل کر مقولہ ہؤا۔ فعل فاعل اور مفعول اور مقولے
کے ساتھ مل کر جملۂ فعلیہ ہؤا۔ مگر ہمارے نزدیک اردو میں
اگر مقولے کو بھی بیان ہی کہا جائے تو کچھ قباحت نہیں۔
کیونکہ مقولہ حقیقت میں بیان ہی ہوتا ہے +

جملۂ دعائیہ

وہ جملہ ہے۔ جس میں دعا پائی جائے۔ جیسے "خدا تم
کو سعادت مند کرے"۔ کرے فعل۔ خدا فاعل۔ تم مفعول اوّل
کو علامت مفعول۔ سعادتمند مفعول ثانی۔ فعل اپنے فاعل
اور دونوں مفعولوں کے ساتھ مل کر جملۂ فعلیہ دعائیہ ہؤا +
یہ ضرور نہیں کہ جملۂ دعائیہ میں دعائے نیک ہو۔ بلکہ
اگر دعائے بد ہو تو بھی اُسے جملۂ دعائیہ کہتے ہیں۔ جیسے آباد

باغ سے اُس نے اُجاڑا آشیان عندلیب
خشک دستِ ظلم ہو یا رب! کہیں صیاد کا

مصرع ثانی میں صیاد کا دست ظلم خشک ہو بد دعا
ہے اور جملہ جملۂ دعائیہ +

ترکیب - اُجاڑا فعل - اُس ضمیر بارز جو صیاد کی طرف پھرتی ہے فاعل - نے علامت فاعل - آشیان مضاف - عندلیب مضاف الیہ - مضاف اور مضاف الیہ مل کر مفعول - سے حرف جر - باغ مجرور - جار و مجرور متعلق فعل - فعل فاعل مفعول اور متعلق کے ساتھ مل کر جملہ فعلیہ ہوا - یا رب ندا و منادے قائم مقام جملہ فعلیہ ہو فعل ناقص - دست ظلم - مضاف اور مضاف الیہ مل کر مضاف - صیاد مضاف الیہ - کا علامت اضافت - مضاف اور مضاف الیہ مل کر اسم ہوا - خشک خبر - کہیں ظرف زمان متعلق فعل - فعل ناقص اسم اور خبر کے ساتھ مل کر جملہ اسمیہ ہو کر جواب ہوا ندا کا - ندا جواب کے ساتھ مل کر جملہ فعلیہ دعائیۃ ہوا ؛

جملۂ معترضہ

کبھی ایک بات پوری نہیں کرتے کہ بیچ میں ایک اور جملہ بول دیتے ہیں - اور وہ ایسا جملہ ہوتا ہے کہ اگر نہ بھی بولیں تو کلام میں خلل نہیں پڑتا - ایسے جملے کو جملۂ معترضہ کہتے ہیں - جیسے "زید خدا بہشت نصیب کرے بہت نیک آدمی تھا" - یہاں خدا بہشت نصیب کرے جملۂ معترضہ ہے ؛

جملۂ معترضہ اکثر جملے کی دو جزوں کے بیچ میں آتا ہے - کبھی آخر میں واقع ہوتا ہے - اور اصل میں اُس کی جگہ جملے کے درمیان ہوتی ہے - جیسے مرزا غالب

رہا گر کوئی تا قیامت سلامت   تو آخر کو مرنا ہے حضرت سلامت

یہاں حضرت سلامت جملۂ معترضہ ہے - اور اصل میں عبارت یوں ہے - کہ اگر کوئی قیامت تک سلامت رہا - تو اے حضرت آپ سلامت رہیں - یا خدا آپ کو سلامت رکھے - ایک روز مرنا ضرور ہے ؞

شبہ فعل

شبہ فعل کا ذکر کہیں کہیں پہلے بھی آیا ہے - مگر بطور اجمال - یہاں کسی قدر تفصیل سے بیان کرتے ہیں ؞

جس طرح فعل - فاعل اور مفعول اور متعلقات کو چاہتا ہے - اسی طرح کبھی مصدر - اسم فاعل - اسم مفعول - اسم صفت - اسم حالیہ بھی فاعل اور مفعول وغیرہ کو چاہتے ہیں - اس صورت میں اُن کو شبہ فعل یا مشابہ فعل کہتے ہیں - کیونکہ فاعل اور مفعول وغیرہ کے چاہنے میں یہ بھی فعل کا حکم رکھتے ہیں - سب کی مثالیں سنو ؞

مصدر "بُری صحبت میں بیٹھنا نہایت مضر ہے"- ہے فعل ناقص - بیٹھنا (مصدر) شبہ فعل - میں جار - صحبت موصوف بُری صفت - موصوف و صفت مل کر مجرور - جار و مجرور متعلق شبہ فعل - شبہ فعل اپنے متعلق کے ساتھ مل کر اسم ہوُا - نہایت مضر خبر - فعل ناقص اسم اور خبر کے ساتھ مل کر جملۂ اسمیہ ہوُا ؞

اسم فاعل مصرع

چین تجھ کو بھی نہ ہو ہم کو ستانے والے !

یعنی اے ہم کو ستانے والے تجھ کو بھی چین نہ ہو۔ ستانے والے (اسم فاعل) شبہ فعل ۔ ہم مفعول ۔ کو علامت مفعول +

اسم مفعول "زبان سے نکلی ہوئی بات پر اختیار نہیں رہتا" ۔ نہیں رہتا فعل منفی ۔ اختیار فاعل ۔ پر جار ۔ بات موصوف ۔ نکلی ہوئی (اسم مفعول) شبہ فعل ۔ زبان سے جار مجرور متعلق شبہ فعل ۔ شبہ فعل اپنے متعلق کے ساتھ مل کر صفت ۔ صفت موصوف مل کر مجرور ۔ جار ۔ جار مجرور متعلق فعل ۔ فعل اپنے فاعل اور متعلق کے ساتھ مل کر جملۂ فعلیہ ہوا +

اسم صفت "زید خالد پر مہربان ہے"۔ یہاں خالد پر جار و مجرور مہربان کے متعلق ہے +

اسم حالیہ "میں نے زید کو آنسو پونچھتے دیکھا" پونچھتے (اسم حالیہ) شبہ فعل ہے ۔ اور آنسو اس کا مفعول +

اس فقرے کی ترکیب یوں ہے ۔ دیکھا فعل ۔ میں فاعل نے علامت فاعل ۔ زید مفعول ذوالحال ۔ کو علامت مفعول ۔ پونچھتے شبہ فعل ۔ آنسو مفعول ۔ شبہ فعل اپنے مفعول کے ساتھ مل کر حال ۔ حال اور ذوالحال مل کر مفعول ۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول کے ساتھ مل کر جملۂ فعلیہ ہوا +

مرکب جملے

بعض جملے ایسے ہوتے ہیں کہ دو جملوں سے مل کر بنتے ہیں یا دوسرے جملے کو پہلے جملے سے کسی طرح کا تعلق ہوتا ہے ۔ ایسے جملوں کو مرکب جملے کہتے ہیں ۔ ان

کی ضروری قسمیں یہ ہیں ۔

جملۂ معطوفہ یا عاطفہ

جملۂ معطوفہ یا عاطفہ وہ جملہ ہے - جس میں حرف عطف ہو۔ مذکور ہو یا محذوف - حرف عطف سے پہلے جملے کو معطوف علیہ کہتے ہیں - اور پچھلے کو معطوف - جیسے "زید آیا اور عمرو گیا"۔ آیا فعل زید فاعل - فعل فاعل کے ساتھ مل کر جملۂ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ - گیا فعل - عمرو فاعل - فعل فاعل کے ساتھ مل کر جملۂ فعلیہ ہو کر معطوف - معطوف علیہ اور معطوف مل کر جملۂ معطوفہ یا عاطفہ ہوا ۔

فائدہ - اگر معطوف علیہ اور معطوف مفرد ہوں اور دونوں کسی اسم کی خبر ہوں تو فعل ناقص (ہے) مفرد آئیگا - جیسے خدا علیم و خبیر ہے - اور اگر اسم کا عطف اسم پر یا فاعل کا فاعل پر یا مفعول قائم مقام فاعل کا مفعول قائم مقام فاعل پر ہو - تو اُن کے ذوی العقول ہونے کی صورت میں خبر اور فعل کو جمع لائینگے - جیسے حامد اور محمود ذہین لڑکے ہیں - رام داس اور شام لال آئے - زید اور عمرو پالے گئے - اور اگر غیر ذوی العقول ہوں - تو فعل مفرد آتا ہے - مگر فعل اور خبر کی تذکیر و تانیث بہ لحاظ معطوف کے ہوگی - جیسے میز پر کاغذ اور قلمدان رکھا ہے - قلم اور دوات رکھی ہے - تلوار اور نیزہ لیا ہے - گاڑی اور یکہ چلا - گھوڑا اور سانڈنی چلی - روٹی اور سالن کھایا - سالن اور روٹی کھائی ۔

اور اگر کوئی لفظ جمعیت کی تائید کے لیئے آئے - تو
فعل اور خبر دونوں کو جمع بولنا ضرور ہے - جیسے نیزہ اور
تلوار دونوں دے دیئے - دوات اور قلم دونوں رکھے ہیں -
پچھلا فقرہ فعل اور خبر دونوں کی مثال ہو سکتی ہے - اور
اگر جمعیت میں تذکیر و تانیث کا اختلاف ہو - تب بھی
معطوف کا لحاظ ہوگا - جیسے ایک کٹورا اور دو رکابیاں
رکھی ہیں - سب کچھوے اور کشتیاں بہ گئیں - اور اگر عطف
بذریعہ حرف تردید کے ہو تو اگر معطوف اور معطوف علیہ
مفرد اور مطابق ہوں - تو خبر یا فعل مفرد آئیگا - جیسے
زید یا عمرو آیا تھا - یا نرگس یا سوسن آئی تھی - باقی
اختلاف کی صورتوں میں وہی حال ہوگا جو بیان ہوا -
جیسے کوئی عورت یا مرد آیا تھا ٭

تنبیہ - معطوف علیہ اور معطوف دونوں جملے منفی ہوں -
اور اس قسم کا کلام ہو کہ نہ زید آیا نہ عمرو - یا نہ تو زید
آیا - نہ عمرو - یا نہ زید ہی آیا نہ عمرو - تو جملۂ معطوف میں
حرف نفی کے ساتھ ہی لگانا اور نہ ہی کہنا غلط ہے ٭

جملۂ شرطیہ

جس میں پہلا جملہ شرط ہو اور دوسرا جزا - شرط
کے جملے کے آغاز میں شرط کا حرف اور جزا کے جملے کے
شروع میں جزا کا حرف آتا ہے - جیسے **غالب**

گو میں رہا رہین ستمہائے روزگار
لیکن ترے خیال سے غافل نہیں رہا

پہلا مصرع شرط ہے اور دوسرا جزا۔ پہلے کے آغاز میں گو حرف شرط موجود ہے اور دوسرے کے شروع میں لیکن حرف جزا۔ ترکیب میں شرط کے جملے کو شرط۔ اور جزا کے جملے کو جزا کہتے ہیں۔ شرط جزا کے ساتھ مل کر جملۂ شرطیہ ہوتا ہے ٭

کبھی شرط کا حرف حذف ہو جاتا ہے۔ جیسے شعر

جنگل میں جا بسیں تو عدو خار خار ہے
گھر میں رہیں تو گھر کی زمیں آسماں ہے اب

کبھی حرف جزا بھی حذف ہو جاتا ہے۔ اس بند کے پہلے مصرع اور تیسرے شعر کو دیکھو ٭

جو سقے نہ ہوں جی سے جائیں گزر سب
ہو میلا جہاں گم ہوں دھوبی اگر سب
بنے دم پہ گر شہر چھوڑیں نفر سب
جو تھڑ جائیں مہتر تو گندے ہوں گھر سب
یہ گر جائیں ہجرت جو شاعر ہمارے
کہیں مل کے خس کم جہاں پاک سارے

یعنی اگر سقے نہ ہوں۔ تو سب لوگ جی سے گزر جائیں۔ اور اگر ہمارے شاعر ہجرت کر جائیں۔ تو سب مل کے کہیں کہ خس کم جہاں پاک ٭

شرط عموماً جزا پر مقدم ہوتی ہے۔ لیکن کبھی جزا کو شرط سے پہلے لاتے ہیں۔ مگر اس صورت میں حرف جزا واجب الحذف ہوتا ہے۔ بہ استثنا تب کے جیسا کہ حروف جزا کی بحث میں بیان ہو گا۔ خواجہ حالی کہتے ہیں:-

شعر
اٹھے وقت تم دائیں بائیں نہ جھانکو
سدا اپنی گاڑی کو گر آپ ہانکو

شرط اور جزا کے حروف کا مفصل حال حروف کی فصل میں لکھا جائیگا - نہیں - نہیں تو - ورنہ - وگرنہ - یہ ایسے الفاظ شرط ہیں - جن میں فعل کی نفی پائی جاتی ہے - اور کلام ماسبق کے خلاف مطلب ظاہر کرتے ہیں - اور چونکہ پورے جملے کے معنے دیتے ہیں - اس لئے قائم مقام جملۂ شرطیہ ہوتے ہیں - جیسے " علم پڑھو ورنہ ذلیل رہوگے " ٭

ترکیب - پڑھو فعل - تم ضمیر مستتر فاعل - علم مفعول - فعل فاعل اور مفعول کے ساتھ مل کر جملۂ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ ہوا - ورنہ (جس کے یہ معنی ہیں) " اور اگر علم نہ پڑھوگے " قائم مقام جملہ شرط - رہوگے فعل ناقص تم ضمیر مستتر اسم - ذلیل خبر - فعل ناقص اسم اور خبر کے ساتھ مل کر جملۂ اسمیہ ہو کر جزا ہوئی شرط کی - شرط جزا کے ساتھ مل کر جملۂ شرطیہ ہو کر معطوف ہوا - معطوف علیہ مع معطوف جملۂ عاطفہ ہوا ٭

جملۂ معلّلہ

جس میں دوسرا جملہ پہلے کی علت یعنی سبب واقع ہو - پہلے جملے کو معلول کہتے ہیں دوسرے کو علت علمی

عجب نہیں کہ رہے نیک و بد میں کچھ نہ تمیز
کہ جو بدی ہے وہ سانچے میں ڈھلتی جاتی ہے

کبھی حرف علت حذف ہو جاتا ہے - جیسے شعر

کرو علم سے اکتساب شرافت   نجابت سے ہے یہ شرافت زیادہ

ترکیب - کرو فعل - تم ضمیر مستتر فاعل - اکتساب شرافت بہ ترکیب اضافی مفعول - علم سے جار مجرور متعلق فعل - فعل فاعل اور مفعول اور متعلق کے ساتھ مل کر جملۂ فعلیہ ہو کر معلول ہؤا - کیونکہ حرف علت محذوف - ہے فعل ناقص - یہ اسم اشارہ - شرافت مشارٌ الیہ - اشارہ اور مشارٌ الیہ مل کر اسم - زیادہ خبر - نجابت سے جار مجرور متعلق خبر فعل ناقص - اسم اور خبر کے ساتھ مل کر جملہ اسمیہ ہو کر علت ہوئی معلول کی - معلول اور علت مل کر جملہ معللہ ہوا ◆

جملۂ ندائیہ

جملہ ندائیہ وہ ہے - جس میں ندا اور منادےٰ آئیں - اس جملے میں ندا اور منادےٰ کے علاوہ ایک اور جملہ آتا ہے جس کو جواب ندا کہتے ہیں - (جواب ندا اس بات کو کہتے ہیں - جس کے لئے پکاریں) جواب ندا کبھی جملۂ فعلیہ ہوتا ہے - کبھی اسمیہ - جیسے "اے خدا رحم کر" ◆

ترکیب - اے حرف ندا - خدا منادےٰ - ندا اور منادےٰ مل کر قائم مقام جملۂ فعلیہ ہو کر ندا ہوئی - کر فعل تو ضمیر مستتر فاعل - رحم مفعول - فعل اپنے فاعل اور مفعول کے ساتھ مل کر جملۂ فعلیہ ہو کر جواب ہوا ندا کا - ندا اپنے جواب کے ساتھ مل کر جملۂ ندائیہ ہوا ◆

جملہ اسمیہ کی مثال "اے خدا! ہم تیرے فضل و کرم کے امیدوار ہیں" ◆

ترکیب - اے خدا - ندا و منادے قائم مقام جملۂ فعلیہ ہو کر ندا - ہیں فعل ناقص - ہم اسم - امیدوار مضاف - فضل و کرم بہ ترکیب عطفی مضاف - تیرے مضاف الیہ - مضاف و مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ امیدوار مضاف کا - مضاف اور مضاف الیہ مل کر خبر - فعل ناقص اسم اور خبر کے ساتھ مل کر جملہ اسمیہ ہو کر جواب ہؤا ندا کا - ندا اپنے جواب کے ساتھ مل کر جملۂ ندائیہ ہؤا ٭

جملۂ قسمیہ

جس میں قسم اور مقسم بہٖ ہوں - جس طرح جملہ ندائیہ میں ایک جملہ جواب ندا ہوتا ہے - اسی طرح جملۂ قسمیہ میں ایک جملہ جواب[۱] قسم ہوتا ہے - جیسے "خدا کی قسم یہ کام میں نے نہیں کیا" ٭

ترکیب - قسم کلمۂ قسم مضاف - خدا مقسم بہٖ - کی علامت اضافت - قسم اور مقسم بہٖ مل کر قسم ہوئی - نہیں کیا فعل منفی - میں فاعل - نے علامت فاعل - یہ اسم اشارہ - کام مشارٌ الیہ - اشارہ اور مشارٌ الیہ مل کر مفعول - فعل فاعل اور مفعول کے ساتھ مل کر جملہ فعلیہ ہو کر جواب ہؤا قسم کا - قسم جواب کے ساتھ مل کر جملۂ قسمیہ ہؤا ٭

کبھی قسم پورا جملہ ہوتا ہے اور اس صورت میں جواب قسم کے شروع میں ایک کاف زائد آتا ہے - جیسے "میں

---

[۱] وہ بات جس کے لئے قسم کھائیں ٭

خدا کی قسم کھاتا ہوں۔ کہ میں نے زید کو نہیں مارا ٭

جملۂ مندوبہ

جس میں ندبہ اور مندوب ہوں۔ یہ جملہ بھی جملۂ ندائیہ کی طرح کا ہے۔ اور اس میں ایک جملہ جواب ندبہ ہوتا ہے۔ جیسے" ہائے زید تو ہمیں داغ مفارقت کیوں دے گیا" ٭

ترکیب۔ ہائے حرف ندبہ۔ زید مندوب۔ ندبہ و مندوب مل کر قائم مقام جملہ فعلیہ ہو کر ندبہ ہوا۔ دے گیا فعل۔ تو فاعل۔ ہمیں مفعول اوّل۔ داغ مفارقت بہ ترکیب اضافی مفعول ثانی۔ کیوں حرف استفہام۔ فعل فاعل اور مفعولوں کے ساتھ مل کر جملۂ فعلیہ ہو کر جواب ندبہ ہوا۔ ندبہ اور جواب مل کر جملۂ مندوبہ ہوا ٭

موصول و صلہ

موصول اور صلے کا بیان جملہ اسمیہ کی فصل میں ہونا چاہیئے تھا۔ اس لئے کہ موصول و صلہ مل کر ہمیشہ مبتدا ہوتے ہیں اور ان کے بعد کا جملہ خبر ہوتا ہے۔ مگر چونکہ صلہ اور خبر جملۂ فعلیہ بھی ہوتا ہے۔ اور ترکیب بیان کرنے کے لئے جملہ فعلیہ کا بیان پہلے ضرور تھا۔ اس لیے ان کا بیان مؤخر کر دیا گیا ٭

جو۔ جو جو۔ جو کہ۔ وہ جو۔ وہ کہ۔ جو کوئی۔ جونسا۔ جس کو۔ جس جس کو۔ جن کو۔ جن جن کو۔ جسے۔ جنہیں۔ جس نے جس جس نے جنھوں نے۔ جو شخص۔ جو جو شخص۔ جو

چیز - جو جو چیز - جونسی چیز - جون جونسی چیز - جو کچھ - جو کچھ بھی - جہاں[1] - جہاں جہاں - جب - جب جب - جس وقت جس دم - جوں جوں - جدھر - جیسا - جیسا جیسا - جیسے - جیسے جیسے - جیسی - جیسی جیسی - جتنا - جتنے - جتنی - یہ سب اسمائے موصول ہیں - اور چونکہ اسمائے موصول کے ضمن میں شرط کے معنی بھی پائے جاتے ہیں - اس لئے بعض اسماء کی خبر میں جزا کا حرف بھی آتا ہے - مثلاً جیسا کے مقابل ویسا - جہاں کے مقابل وہاں - جدھر کے مقابل ادھر - جتنا کے مقابل اتنا - **ذوق**

بد نہ بولے زیر گردوں گر کوئی میری سُنے
ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سُنے

"جیسا کروگے ویسا پاؤگے" - **مصرع**

جدھر دیکھتا ہوں اُدھر تُو ہی تُو ہے

"جتنا گُڑ ڈالوگے اُتنا میٹھا ہوگا" - **مصرع**

جہاں دیکھا وہاں تجھ کو ہی پایا

پہلے جونسا کے مقابل وونسا اور جوں جوں کے مقابلووں ووں بولتے تھے - اب متروک ہے - لیکن جوں جوں کے مقابل توں توں اب بھی بولتے ہیں مگر کم - جو کے مقابل سو بھی بولا جاتا ہے - جیسے **شعر**

قسمت میں جو لکھا تھا سو دیکھا ہے اب تلک
اور آگے دیکھیے ابھی کیا کیا ہیں دیکھنے

---

[1] جہاں - جہاں جہاں - جب - جب جب - جوں جوں - حروف شرط بھی ہیں اور ہم اُن کو حروف شرط میں بھی لکھیں گے +

نتھرتے ہیں جو یاں وہ گدلاتے بھی ہیں
چمکتے ہیں جو یاں وہ گہناتے بھی ہیں

ترکیب - جو اسم موصول - نتھرتے ہیں فعل - وہ ضمیر مستتر راجع بسوے موصول فاعل - یاں ظرف مکان متعلق فعل - فعل فاعل اور متعلق کے ساتھ مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا - موصول صلہ مل کر مبتدا - گدلاتے ہیں فعل وہ فاعل - بھی تاکید - فعل فاعل کے ساتھ مل کر جملۂ فعلیہ ہو کر خبر - مبتدا خبر کے ساتھ مل کر جملہ اسمیہ ہوا - اسی طرح دوسرے مصرع کی ترکیب ہے ۔

فصل حروف

حرف کی تعریف پہلے گزر چکی - کہ وہ اکیلا کچھ معنی نہیں دیتا - مگر حقیقت میں وہ بڑے کام اور بڑے فائدے کی چیز ہے - اور سچ تو یہ ہے کہ حرف کے بغیر اسم اور فعل دونوں بیکار ہیں - یہ نہ ہو تو کلام بے لطف بلکہ بے معنی ہو جائے ۔

جر کے حروف

وہ حرف جو اسم کو فعل یا شبہ فعل سے ملاتے ہیں - سے - کا - تک - تلک - اوپر - پر - پہ - میں - بیچ - اندر - درمیان ساتھ - سمیت - واسطے - لیے - کو (بمعنی واسطے) - بے - بن - جز - بجز - بغیر - سوا - بدون - جوں - طرح - مانند - علاوہ - کے ۔

سے ابتدا کے لیے آتا ہے - جیسے صبح سے شام تک

دلّی سے کلکتے تک ؎

(۲) تبعیض کے لیے - جیسے "زید شریف قوم میں سے ہے"۔

(۳) سببیت کے لئے جیسے مقتول

لاغری سے نہیں میرا کوئی جز نام نشاں
مثل عنقا دہن خلق میں افسانہ ہوں

(۴) استعانت کے لیے - جیسے "تلوار سے ملک فتح کیا"۔ "چاقو سے قلم بنایا" ؎

(۵) تعدیہ کے لیے - جیسے "میں نے حامد سے کتاب لکھوائی" ؎

(۶) بجائے علامت مفعول (کو) جیسے "میں نے زید سے کہا" ؎

(۷) ساتھ کے معنوں میں - جیسے "روٹی سالن سے کھائی" "حامد نے محمود سے بہت اچھا سلوک کیا" ؎

(۸) بیان کے لئے جیسے "احمد کو کھانے پینے پیسے کپڑے سے کچھ کمی نہیں" ؎

(۹) تفضیل کے لیے جیسے "زید خالد سے عالم ہے" ؎

(۱۰) علحدگی اور دوری کے لیے - جیسے مصرع

تیر نکلا جو کماں سے تو گریزاں نکلا

کا بعضیت کے لیے جیسے "یہ بھی اُنھیں میں کا ہے" یعنی اُنھیں میں سے ہے ؎

تب - تک - تلک - انتہا کے لیے - جیسے بارہ بجے سے دو بجے تک "۔ لاہور سے پشاور تک "۔ کبھی بجائے علامت مفعول ؎

شیفتہ ایسے کریم ہم ہیں کہ دیتے ہیں بے طلب
پہنچا دو یہ پیام اجل جاں طلب تلک

تلک نثر میں نہیں آتا - صرف نظم میں آتا ہے ؛
اوپر - پر - پہ[1] بلندی کے معنوں میں آتے ہیں - عام اس سے کہ حقیقی ہو یا مجازی - جیسے زید بالاخانے کے اوپر ہے - مصرع

لوٹا کیا میں کانٹوں کے اوپر تمام رات

"زید گھوڑے پر سوار ہے" "خدا کے ہم پر بے شمار احسان ہیں" ؛
میں - بیچ - اندر - درمیان ظرفیت کے لیئے آتے ہیں - جیسے مسجد میں - گھر کے بیچ - مکان کے اندر - کمرے کے درمیان ؛
ساتھ اور سمیت معیت کا فائدہ دیتے ہیں - جیسے "ہم بھی تمہارے ساتھ چلیں گے" - مؤلف

قاصد کو خط سمیت کیا پرزے پرزے ہائے
کیا جانے لکھ دیا اُسے کیا اضطراب میں

اوپر - بیچ - اندر - درمیان - ساتھ - حقیقت میں اسم ظرف ہیں اور علاماتِ اضافت کے ساتھ مستعمل ہیں - بیچ سے جب وسط حقیقی مراد ہو - تو بیچوں بیچ کہتے ہیں - واسطے اور لیے بھی اضافت کے ساتھ استعمال کیے جاتے ہیں - لیے ہمیشہ مجرور سے مؤخر آتا ہے - مانند طرح کے معنوں میں آتا ہے - علاوہ شمول اور شرکت کے لیے بھی آتا ہے - علحدگی کے لیئے بھی - جیسے "زید کے علاوہ خالد بھی تھا" یعنی زید بھی تھا اور خالد بھی تھا - "اس چیز کی قیمت محصول

[1] پر کا مخفف ہے - ر حذف کر کے اظہار حرکت کے لیے ہائے مختفی بڑھا دی گئی ہے اور بولنے میں پہ کسرے سے آتا ہے ؛

کے علاوہ ایک روپیہ ہے"۔

کبھی حرف جر حذف ہو جاتا ہے۔ جیسے مومن

جان و دل پر لشکر آرائی بھی جوش یاس کی
مفت اس بلوے میں شب خونِ تمنا ہو گیا

یعنی مفت میں۔

تنبیہ - یاد رکھنا چاہیے۔ کہ عربی حروف جر فارسی یا اردو الفاظ پر نہیں آ سکتے۔

عطف کے حرف

جو دو کلموں یا دو جملوں کو باہم ملائیں۔ یا ایک حکم میں شامل کریں۔ اور۔ و۔ پھر۔ کہ۔ کے۔ اور اور و صرف وصل کلمات کے لئے آتے ہیں۔ جیسے "زید اور عمرو آئے"۔ یہاں اور کے لفظ نے عمرو کو زید کے ساتھ ملا دیا۔ "حامد شب و روز پڑھتا رہتا ہے"۔ یہاں و نے روز کو شب کے ساتھ ملا دیا۔

و اردو کے دو لفظوں کو کبھی نہیں ملاتا۔ البتہ نظم میں کبھی دو جملوں کے درمیان آ جاتا ہے۔ جیسے **فرد**

عزیزو! مست سخن ہو و یا کہ سوتے ہو
اُٹھو اُٹھو کہ بس اب سر پہ آفتاب آیا

پھر میں ترتیب بھی پائی جاتی ہے۔ جیسے "زید آیا۔ پھر عمرو آیا"۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ زید پہلے آیا عمرو اس کے بعد۔ "زید کھانا کھا کر یا کھا کے مدرسے گیا"۔ یعنی کھانا کھایا اور مدرسے گیا"۔

اضراب کے حرف

کبھی ایک بات سے ترقی دے کر اسفل کو اعلےٰ یا اعلےٰ کو اسفل بناتے ہیں - اور ایسے مقام ہیں دو جملے استعمال کرنے اور دونوں کے بیچ میں بلکہ لگاتے ہیں - اس کا نام حرف اضراب ہے - جیسے "زید آدمی نہیں بلکہ فرشتہ ہے"۔ "عمرو انسان نہیں بلکہ حیوان ہے" پہلی مثال میں اسفل کو اعلےٰ اور دوسری میں اعلےٰ کو اسفل بنایا گیا ہے *

کبھی ترقی دے کر دوسری صفت یا چیز کو شامل کرتے ہیں - جیسے "زید عالم ہی نہیں - بلکہ عابد بھی ہے" - یا مثلاً "زید آیا ہے بلکہ عمرو بھی" *

تردید کے حرف

جو رد کے مقام پر بولے جاتے ہیں - یا - یا تو - خواہ - چاہو - کہ *

یا اکثر دو چیزوں کے اجتماع کو رد کرنے اور دو میں سے ایک کی تعیین کے لیے آتا ہے - جیسے "زید تندرست ہے یا بیمار" - "وہ نیک ہے یا بد" - "یہ لو یا یہ لو" کبھی دو کے حصر کے لیے آتا ہے - جیسے "میں ہوں یا خدا" - یعنی میں اور خدا دونوں ہیں تیسرا کوئی نہیں *

خواہ دو جملوں پر آتا ہے خواہ دوسرے میں خواہ ہو یا یا - لیکن ان کے بعد ایک اور جملہ بطور نتیجہ ضرور ہوتا ہے - جیسے "خواہ مانو یا نہ مانو ہم سمجھائیں گے ضرور" -

چاہو کا حال خواہ کا سا ہے۔ "چاہو یہ لو چاہو یہ" کہ اکثر نظم میں آتا ہے۔ **غالب**

حیران ہوں دل کو روؤں کہ پیٹوں جگر کو میں
مقدور ہو تو ساتھ رکھوں نوحہ گر کو میں

استدراک کے حرف

جب پہلے جملے میں کسی طرح کا شبہہ واقع ہو۔ تو دوسرے جملے پر جو الفاظ لا کر اُس شبہے کو دور کرتے ہیں وہ حرف استدراک ہیں۔ مگر۔ مگر ہاں۔ پر۔ پہ۔ لیکن۔ ولیکن۔ ولے۔ لیک۔ الا۔ سو۔ البتہ +

ولیکن حقیقت میں لیکن مع واو عطف ہے۔ مگر فارسی اور اردو میں ایک کلمہ ہو کر مستعمل ہے۔ اور صرف نظم میں آتا ہے۔ **مؤلف**

ہاں جاہ و حشم ہم بھی تو رکھتے تھے ولیکن
اک خواب تھا جو ہم نے کبھی دیکھ لیا ہے

ہ

سرمایۂ امید ہے کیا پاس ہمارے
اک آہ ہے سینے میں سو نومید اثر سے

"میں نے یوں نہیں کہا تھا۔ البتہ یوں کہا تھا" +

استثنا کے حرف

جو الفاظ ایک چیز کو دوسری چیز سے علحدہ کریں۔ وہ حرف استثنا ہیں۔ سوا۔ جز۔ بجز۔ "حامد کے سوا سب

آ گئے۔ جز فارسی لفظ ہے اور نظم سے مخصوص ہے۔ شعر

کس سے فریاد ان بتوں کی کروں
جز خدا کون سننے والا ہے

سودا

سعادت مند ہو کر جی کہ بعد از مرگ عالم میں
ہما کے بال کا مصرف بجز افسر نہیں دیکھا

اضافت کے حرف

جن سے دو کلموں میں لگاؤ پایا جائے۔ کا۔ کے۔ کی۔ ان کا مفصل بیان مضاف و مضاف الیہ کی بحث میں ہو چکا۔ ہمارے نزدیک ان کو حرف اضافت کی جگہ علامات اضافت کہنا چاہیئے۔ اس لیے کہ جس طرح را۔ رے۔ ری اور نا۔ نے۔ نی اضافت کی علامتیں ہیں۔ اسی طرح یہ ہیں۔ اور معلوم ہے۔ کہ حرف ہمیشہ ایک جداگانہ لفظ ہوتا ہے۔ اور یہ الفاظ سے علیحدہ نہیں ہوتیں +

نفی کے حرف

نون مفتوح جو ہائے مختفی کے ساتھ مل کر نہ ہو جاتا ہے نے۔ نہیں۔ مت۔ الفِ مفتوح۔ ان۔ نون مکسور۔ کاف مضموم۔ بائے موحدہ مفتوح۔ پر۔ بے۔ نا۔ حاشا و کلاّ +

نے فارسی لفظ ہے۔ اردو میں صرف نظم میں آتا ہے۔ اور جس جملے میں یہ آتا ہے۔ اُس کے ساتھ ہمیشہ ایک اور جملہ ہوتا ہے۔ جس میں نہ حرف نفی آتا ہے۔ شعر

نے تیر کمان میں ہے نہ صیاد کمیں میں
گوشے میں قفس کے مجھے آرام بہت ہے

"زید نے کچھ نہیں کہا"۔ "خدا کے سوا کسی سے مت ڈر"۔ "موت کا وقت اٹل ہے"۔ "وہ ان پڑھ ہے"۔ "بڑا ہی نڈر ہے"۔ "ننھا کیا کر سکتا ہے"۔ "کڈھب بات ہے"۔ "زید بدیسی ہے"۔ "بیچارہ پردیس میں ہے"۔ "وہ بے علم اور نالائق ہے"۔

حاشا و کلاّ میں نفی کی تاکید ہوتی ہے۔ جیسے "کیا خالد مکر و فریب سے کام لیتا ہے؟ حاشا و کلاّ (یعنی ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں)۔

حرفِ بیان

کہ۔ یہ وہی کاف بیانیہ ہے۔ جس کا حال مبین اور بیان کے بیان میں مذکور ہوا۔ یہ کاف سر جملہ آتا ہے۔ اور بے اس کے کلام پھیکا سا ہوتا ہے۔

علّت کے حرف

وہ حرف جو کسی امر کا سبب ظاہر کریں۔ کیونکہ۔ اس لیے کہ۔ اس واسطے کہ۔ کہ۔ تاکہ۔ کہ تا۔ تا۔ کہ تا کی مثال سنو۔ ذوق

اسی باعث سے دایہ طفل کو افیون دیتی ہے
کہ تا ہو جائے لذت آشنا "تلخی" دوراں سے

جن جملوں پر حروف علّت واقع ہوتے ہیں۔ وہ علت کہلاتے ہیں۔ اور پہلے جملے معلول۔ جیسا کہ جملہ معللہ کے

بیان میں تم پڑھ چکے ہو +

شرط کے حرف

جس کام پر کسی کام کو موقوف کرتے ہیں۔ تو موقوف علیہ کے آغاز میں جو حرف لاتے ہیں وہ حرف شرط ہیں۔ جیسے "اگر علم پڑھوگے تو عزت پاؤگے"۔ اس فقرے میں عزت پانے کو علم پڑھنے پر موقوف کیا گیا ہے - اور اُس کے شروع میں اگر حرف شرط ہے۔ جس جملے پر حرف شرط آتا ہے وہ شرط کہلاتا ہے۔ اور دوسرا جملہ جزا +

اگر۔ گر۔ جو۔ جب۔ جب جب۔ جس وقت۔ جس دم۔ جہاں۔ جہاں جہاں۔ چونکہ۔ جو کہ۔ جبکہ۔ جو نہیں۔ جوں جوں۔ اگرچہ۔ ہرچند۔ ہرچند کہ۔ گو۔ گو کہ۔ بسکہ۔ از بسکہ۔ بس از بس۔ جب تک۔ جس وقت تک۔ تا وقتے کہ۔ تا۔ تاکہ۔ از آنجا۔ ہرگاہ۔ خواہ۔ کیوں نہ۔ نہیں۔ نہیں تو۔ وگرنہ۔ ورنہ۔ یہ سب حروف شرط ہیں +

"جو" جب۔ اگر اور چونکہ تینوں کے معنوں میں آتا ہے شعر

اس جبر پر تو ذوق بشر کا یہ حال ہے
کیا جانے کیا کرے جو خدا اختیار دے

از آنجا۔ اور ہرگاہ نثر میں آتے ہیں۔ اور چونکہ کے معنوں میں +

تا صرف نظم میں آتا ہے اور جب تک کے معنوں میں۔ ذوق ایک قصیدۂ دعائیہ میں کہتے ہیں۔

بخار بحر سے تا ابر ہو اور ابر میں پانی

رواں پانی سے تا دریا ہو اور دریا کو طغیانی
زمین میں تا ہو کان اور کان میں ہو جوہر کانی
چنے جوہر ہو قیمت اور قیمت میں فراوانی
تری شمشیر جوہر دار میں نصرت کا جوہر ہو
ترے قبضے میں بحر پُر گہر ہو کان پُر زر ہو

جزا کے حرف

وہ حرف جو جزا کے جملے پر آتے ہیں*
تو ۔ تب ۔ سو ۔ لیکن ۔ و لیکن ۔ و لے ۔ مگر ۔ پر ۔ پہ ۔ الّا ۔ تو ۔
(بفتح تا) تو بھی ۔ پھر ۔ تو پھر ۔ پھر بھی ۔ تاہم ۔ اس لئے ۔
اس واسطے ۔ اسی لیے ۔ اسی واسطے*
تو ۔ اگر ۔ گر ۔ جو ۔ جب ۔ جبکہ کی جزا میں آتا ہے ۔
تب اکثر جب کی جزا میں ۔ **غالب**
رگ و پے میں جب اترے زہر غم تب دیکھیے کیا ہو
ابھی تو تلخی کام و دہن کی آزمایش ہے
سو جو کی جزا میں آتا ہے ۔ جیسے **شعر**
اڑائے طرز نالے کے جو اک دن تیرے مرغوں سے
سو اب تک دیکھ لے منقار طوطی سرخ ہے خوں سے
لیکن ۔ و لیکن ۔ و لے ۔ مگر ۔ پر ۔ پہ ۔ الّا ۔ تو بھی ۔ پھر بھی ۔
یہ حروف اگرچہ ۔ گرچہ ۔ ہرچند ۔ گو ۔ گوکہ کی جزا میں آتے
ہیں ۔ جیسا کہ اکثر حروف کی مثالیں حروف شرط میں بیان
ہوئیں ۔ تو بھی کی مثال سنو ۔ مفتی صدر الدین خان آزردہ
مرگ بھی ہمارا دل بے تاب نہ ٹھیرا

کشتہ بھی ہُوا تو بھی یہ سیماب نہ ٹھیرا

تو اگر کی جزا میں آتا ہے۔ جیسے "اگر کوئی بادشاہ ہُوا تو کیا۔ اور اگر گدا ہُوا تو کیا"۔ "کہ تو ڈر۔ نہ کر تو خدا کے غضب سے ڈر" ٭

جزا مقدم ہو۔ تو حرف شرط واجب الحذف ہو جاتا ہے۔ جیسے **غالب**

نہ سُنو گر بُرا کہے کوئی ۔۔۔ نہ کہو گر بُرا کرے کوئی
روک دو گر غلط چلے کوئی ۔۔۔ ڈھانپ لو گر خطا کرے کوئی

مگر تب مستثنیٰ ہے۔ جیسے **شعر**

تب نازِ گرانمایگی اشک بجا ہے ۔۔۔ جب لختِ جگر دیدۂ خونبار میں آوے

اس واسطے۔ اسی واسطے۔ اس لیے۔ اسی لیے۔ چونکہ کی جزا میں آتے ہیں ٭

شمول و شرکت کے حرف

بھی۔ نیز۔ "زید بھی آیا۔ اور عمرو بھی"۔ "نیز یہ امر قابل ذکر ہے"۔ کبھی ایک جملے میں نیز اور بھی دونوں آجاتے ہیں ایسے جملے میں عطف کا واؤ اکثر حذف ہو جاتا ہے ٭

حصر و خصوصیت کے حرف

ہی۔ صرف۔ محض۔ اکیلا۔ فقط۔ نرا۔ تنہا۔ بس۔ یہی۔ خالی۔ نواب سید محمد خاں رند ٭

پابند یہ مرغ جاں تنہا نہ قفس کا ہے
پھندا بھی تو گردن میں اک تارِ نفس کا ہے

رہتا سخن سے نام قیامت تلک ہے ذوق
اولاد سے تو ہے یہی دو پشت چار پشت

فائدہ - نثر میں ہی فاعل اور علامت فاعل اور مفعول اور علامت مفعول اور مجرور اور جار کے بیچ میں آتا ہے - جیسے زید ہی نے کہا تھا - عمرو ہی کو مارا تھا - حامد ہی سے کہنا ؎

تنبیہ - کبھی دو جملوں میں ہی اس طرح استعمال کرتے ہیں - "نہ حامد ہی آیا نہ محمود"۔ ایسے موقع پر ہی تاکید کے لئے آتا ہے - ناواقف لوگ دوسرے جملے میں حرف نفی کے ساتھ ہی بھی زیادہ کر دیتے ہیں - اور کہتے ہیں "نہ حامد آیا نہ ہی محمود"- یہ غلط ہے ؎

کلماتِ قسم

قسم - الف - ب - واو - سوگند - "خدا کی قسم میں نے زید کو نہیں مارا - **مصرع**

حقا کہ خداوند ہے تو لوح و قلم کا

"بخدا میں نے کچھ نہیں کہا"۔ "واللہ یہی سچ ہے" ؎

مصرع

تجھ کو سوگند اپنے ست جگ کی تنا ایمان سے

تاکید کے حرف

وہ حرف جن میں کلام میں زور آتا ہے ؎

ضرور - ضرور - بالضرور - مقرر - ہرگز - کبھی - زنہار -

بھول کر۔ کانوں کان ۔ مطلق ۔ مطلقاً ۔ اصلا ۔ سب ۔ سب کے سب ۔ سبھی ۔ تمام ۔ کل ۔ کالھم ۔ سراسر ۔ سر تا پا ۔ سر بسر بھر ۔ آپ ۔ خود ۔

ان میں سے ہرگز ۔ کبھی ۔ زنہار ۔ بھول کر ۔ کانوں کان ۔ مطلق ۔ مطلقاً ۔ اصلا صرف نفی کی تاکید کے لئے آتے ہیں ۔ شعر

میری سنو اگر نہیں سمع قبول کر
غفلت کبھی نہ کیجیو زنہار بھول کر

دوسرے مصرع میں تین تاکیدیں ہیں ۔ کبھی تاکید اوّل ہے ۔ زنہار تاکید ثانی ۔ بھول کر تاکید ثالث ۔ آپ اور خود ضمائر کی تاکید کے لئے آتے ہیں ۔

تنبیہ کے الفاظ

جو دھمکانے اور خبردار کرنے کے موقع پر بولے جاتے ہیں ۔ ہیں ۔ ہاں ۔ ہوں ۔ دیکھ ۔ دیکھو ۔ دیکھنا ۔ سن ۔ سنو ۔ سنو جی ۔ سنو تو سہی ۔ خبردار ۔

'ہیں یہ کیا کیا' ۔ 'ہوں یہ کیا کرتے ہو' ۔ **غالب**

ہاں کھائیو مت فریب ہستی
ہر چند کہیں کہ ہے ۔ نہیں ہے

حالی

کل کبک سے چمن میں یہ کہتا تھا ایک زاغ
دیکھ اس خرام ناز پہ اتنا نہ کر دماغ

'دیکھنا کسی کو خبر نہ ہو' ۔ **مصرع**

کرو نہ اہل وفا پر جفا سنو تو سہی

مثال کے حرف

وہ حرف جو کسی ایسے جملے پر آئیں جو بطور مثال کسی امر کے بیان کیا جائے - مثلاً - جیسے - ان کی مثالیں تم اس کتاب میں جا بجا دیکھتے ہو - اس لئے کسی اور مثال کے لکھنے کی ضرورت نہیں ✣

تشبیہ کے حرف

جن الفاظ سے ایک چیز کا دوسری چیز جیسا ہونا ظاہر ہو - وہ تشبیہ کے حرف ہیں - سا - کا سا - ایسا - ویسا - جیسا (جو جمع اور مؤنث میں سے - سی - کے سے - کی سی - ایسے - ایسی - ویسے - ویسی - جیسے - جیسی ہوتے ہیں) - جوں - مانند - طرح - گویا - یوں - اس طرح سے - بعینہٖ - ہو بہو - عین بین - **غالب**

کوئی مجھ سا نہیں زمانے میں
شاعر نغز گو و خوش گفتار

ہ

روئے بہ پھوٹ پھوٹ کے پاؤں کے آبلے
نالہ سا ایک سوئے بیابان بہ گیا

پہلے شعر میں سا مانند کے معنوں میں آیا ہے - دوسرے میں گویا کے ✣ ایک ہمرنگ مجنون کہتا ہے -

شعر

کھنچی دیکھی جو کل تصویر مجنوں

تو گویا بیٹھے ہیں بس ہو بہو ہم

حامد بعینہٖ یا ہو بہو یا عین مین محمود ہے +

استفہام کے حرف

جو پوچھنے کے موقع پر بولے جاتے ہیں۔ کیا۔ آیا۔ کیوں۔ کاہے کو۔ کیونکر۔ کیسے۔ کس طرح۔ کس طرح سے۔ کہاں۔ کہاں کہاں۔ کدھر۔ کس طرف۔ کس واسطے کس لیے۔ بھلا وغیرہ۔ کیا نثر میں ہمیشہ ابتداے کلام میں آتا ہے۔ جیسے "کیا تم نے زید کو مارا"؟ کاہے کو کیوں کے معنوں میں آتا ہے۔ شعر

باہم سلوک تھا تو اُٹھاتے تھے نرم گرم

کاہے کو میر کوئی دبے جب بگڑ گئی

مقدار کے حرف

مقدار کے حرف جو اندازہ و مقدار کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔ جیسے 'اتنا سبق پڑھو جتنا یاد کر سکو'۔ یہاں اتنا اور جتنا حروف مقدار ہیں۔ اتنا۔ اُتنا۔ کتنا۔ جتنا۔ جو جمع اور مؤنث میں اتنے۔ اتنی۔ اُتنے۔ اُتنی۔ کتنے۔ کتنی۔ جتنے۔ جتنی ہو جاتے ہیں۔ ان میں سے کتنا۔ کتنی۔ کلمات استفہام بھی ہیں۔ جو استفہام مقداری یا عددی کے موقع پر بولے جاتے ہیں +

اس قدر۔ اُس قدر۔ کس قدر۔ جس قدر۔ اسی قدر۔ کسی قدر بھی الفاظ مقدار ہیں۔ منقول

اس قدر دل سے کیا نقشِ دوئی کو میں نے محو
میں دم نظارہ یکتا دیدۂ احول میں ہوں

حروفِ ندا

جو پکارنے کے لیے بولے جاتے ہیں ÷ اے - یا - او - ہوت - ارے - بے - ابے - ارے او - ابے او - رے - اجی - الف ÷

او بیشتر مقام تحقیر میں بولا جاتا ہے - اور کسی صفت کے ساتھ - جیسے 'او بے رحم' - 'او نالائق' ÷

ہوت میاں یا اجی کے ساتھ آتا ہے - جیسے 'میاں ہوت' - 'اجی ہوت' - اس لفظ کو خواص استعمال نہیں کرتے شعر میں مطلق نہیں آتا ÷

ارے یا تو کم رتبہ شخص کے لیے بولا جاتا ہے - یا بے تکلف دوستوں میں - جیسے 'ارے احمق' - 'ارے میاں' - فصحا اس لفظ کو کم بولتے ہیں ÷

بے اور ابے خوار اور ذلیل شخص کے حق میں بولے جاتے ہیں - جیسے 'سن بے' - 'ابے پاجی' ÷

ارے او - ابے او بھی مقام تحقیر میں استعمال کیے جاتے ہیں - اجی اکثر بزرگ آدمی کے حق میں بولتے ہیں ÷

الف لفظ کے آخر آتا ہے - اور بیشتر اس کا استعمال نظم میں ہے - ناسخ

کون کرتا ہے بتوں کے آگے سجدہ زاہدا
سر کو دے دے مار کر توڑینگے بت خانے کو ہم

فائدہ۔ ہوت اور الف کے سوا تمام حروفِ ندا منادے سے پہلے آتے ہیں ٭

جواب یا ایجاب کے حرف

کوئی پکارے۔ تو اُس کے جواب میں یا کسی بات کے اقرار کرنے میں جو لفظ بولے جائیں۔ وہ جواب یا ایجاب کے حرف ہیں ٭

ہاں۔ جی۔ بھلا۔ اچھا۔ بہت اچھا۔ ٹھیک۔ واقعی۔ درست۔ بجا۔ کیوں نہیں ٭

ہاں اور جی ندائے قریب کے جواب میں بولے جاتے ہیں۔ بھلا ندائے بعید کے جواب میں۔ مقام ادب میں ہاں کے پہلے جی لگاتے اور جی ہاں کہتے ہیں۔ ہاں سوال کے جواب میں بھی آتا ہے۔ اچھا اور بہت اچھا امر یا نہی کے قبول میں۔ ٹھیک۔ واقعی۔ درست۔ بجا۔ متکلم کی تصدیق کے لیے۔ **بیت**

ہر اک بول پر اُن کے مجلس فدا ہے
ہر اک بات پر واں درست اور بجا ہے

ندبہ و تاسف کے حرف

جو افسوس کے مقام پر بولے جائیں۔ ہائے۔ ہائے ہائے۔ ہائے رے۔ وائے۔ اے وائے۔ ہے ہے۔ آہ۔ افسوس۔ حیف۔ دریغ۔ دریغا۔ ہیہات وامصیبتا۔ واحسرتا ٭

ظرفیت کے حروف

وہ حروف جو مقام ظرفیت میں بولے جائیں +

ہاں - یہاں - وہاں - یاں[1] - واں[2] - کہاں - کہاں کہاں - جہاں - جہاں جہاں - یہیں[3] - وہیں[4] - کہیں - ادھر - اُدھر - جدھر کدھر ظرف مکان کے لئے آتے ہیں - اور اب - جب کب - تب - ابھی - ابھی ابھی - جبھی - تبھی - کبھی - کبھی کبھی ظرف زمان کے لئے +

ان میں سے کہاں - کہاں کہاں - کدھر - کب - زیادہ تر استفہام کے لئے آتے ہیں - اور بعض حرف جیسے جہاں - جہاں جہاں - جدھر اور جب حرفِ موصول و حرفِ شرط وغیرہ بھی ہیں - جیسا کہ بیان ہو چکا +

کبھی اور کبھی کبھی کے ہم معنی فارسی الفاظ گاہے اور گاہے گاہے بھی اردو میں مستعمل ہیں +

اِس جگہ - اُس جگہ - کس جگہ - کس کس جگہ - جس جگہ - جس جس جگہ - اِسی جگہ - اُسی جگہ - کسی جگہ - اِس طرف - اُس طرف - اِسی طرف - اُسی طرف - جس طرف - کِس طرف - کسی طرف - اِس وقت - اُس وقت - اِسی وقت - اُسی وقت وغیرہ بھی الفاظ ظرفیت ہیں +

[1-2] یہ الفاظ صرف نظم میں آتے ہیں +

[3-4] یہیں اور وہیں اصل میں یہاں ہی اور وہاں ہی ہے +

حرفِ تفسیر و تشریح

جس سے کسی لفظ کے معنے یا کسی کلام کا مطلب کھول کر بیان کریں۔ یعنی ٭ اسراف یعنی فضول خرچی نہایت مذموم ہے ٭

حروف تفریع

جب کلام سابق سے کوئی امر مستنبط کریں۔ یا نتیجہ نکالیں۔ تو جو حرف کلام مستنبط یا جملۂ نتیجہ پر لاتے ہیں۔ وہ حروف تفریع ہیں ٭

تو۔ پس۔ پس فارسی لفظ ہے۔ اور جس طرح فارسی میں مستعمل ہے۔ اسی طرح اردو میں بولا جاتا ہے ٭

تو اس سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ۔ پس ثابت ہوا کہ ...... ٭

تسلسل کلام کے حرف

وہ حرف جن سے کلام ما بعد کو کلام ما سبق سے مسلسل و مربوط کریں ٭

تو۔ سو۔ یہ حرف اکثر لمبی لمبی عبارتوں میں آتے ہیں ٭

شک و ظن کے حرف

جن سے کسی بات کے ہونے یا نہ ہونے میں

شک ظاہر کریں ؛
شاید - مگر ؛

ظن غالب کے حرف

وہ حرف جن سے ایسا شک پایا جائے - جو یقین کے قریب ہو ؛

غالباً - ہو نہ ہو ؛

'ہو نہ ہو' کا لفظ تحقیق کے معنوں میں بھی بولا جاتا ہے - اس لئے ہم اس کو کلمات تحقیق میں بھی لکھیں گے ؛

تنبیہ - بعض لوگ غالباً کے قیاس پر اغلباً کہتے ہیں - یہ غلط ہے - کیونکہ عربی کا کوئی لفظ جو افعل کے وزن پر ہو - منوّن نہیں ہو سکتا ؛

کلمات تحقیق و یقین

بے شک - بلا شک - بے گماں - یقیناً - قطعاً - ہو نہ ہو - ضرور - لاجرم - تحقیق - مقرر - البتّہ - لامحالہ ؛

'بے شک خدا نیکوکاروں کو نیک بدلا دیگا' - **بیت**

کی خدا نے جو یہ زبان عطا
ہے بلا شک عطیۂ عظمےٰ

'تمہارا قول یقیناً صحیح ہے' - 'میں نے قطعاً نہیں کہا' - 'یہ بشر تو نہیں - ہو نہ ہو ایک معزز فرشتہ ہے' (ترجمۃ القرآن مولوی نذیر احمد) - **شعر**

تم بھروسا نہ رکھو غیروں پر
دھوکا دیں گے یہ مقرر تم کو

تحقیق اور مقرر اور البتّہ کا استعمال عام بول چال میں کم ہو جاتا ہے ٭

حروفِ مفاجات

جن حروف سے کسی امر کا ناگہاں اور ایک بارگی اور اتفاقاً ہونا ظاہر ہو۔ وہ حروفِ مفاجات ہیں ٭
ناگہاں۔ ناگاہ۔ اچانک۔ دفعۃً۔ یک لخت۔ ایک دم سے۔ ایک بار۔ ایک بارگی۔ اتفاقاً۔ یکایک۔ یک بہ یک کہ۔ جو وغیرہ ٭

تمنّا کے حرف

وہ حرف جو آرزو کے موقع پر بولے جائیں۔ کاش۔ اے کاش۔ کاشکے ٭
یہ حروف۔ ماضی اور مضارع دونوں طرح کے فعلوں پر آتے ہیں۔ **غالب**

نہ کرتا کاش نالہ مجھ کو کیا معلوم تھا ہمدم
کہ ہوگا باعثِ افزائش دردِ دروں وہ بھی

میر تقی

کاش اُس کے رو برو نہ کریں مجھ کو حشر میں
کتنے مرے سوال ہیں جن کا نہیں جواب

تحسین و آفرین کے حرف

وہ حرف جو تعریف کے مقام پر منہ سے نکلتے ہیں
تحسین و آفرین کے حرف کہلاتے ہیں +
آفرین - شاباش - خوب - بہت خوب - بارک اللہ - جزاک اللہ
واہ - واہ وا - کیا کہنا ہے - سبحان اللہ - ماشاءاللہ - چشم بد
دور - واہ رے - اللہ اللہ رے - بل بے - احسنت -
مرحبا - حبذا - ہف نظر - زہے - نام خدا - صل علے +
بدر منیر کا مصنف خاتمۂ کتاب میں کہتا ہے - بیت

غرض جس نے اس کو سنا یوں کہا
حسن آفرین مرحبا

کسی کا عمدہ کلام سنتے یا اس کو پسند کرتے ہیں -
تو کہتے ہیں - خوب - بہت خوب - بارک اللہ - جزاک اللہ -
واہ وا کیا کہنا ہے - سبحان اللہ +
کوئی خوشنما چیز یا پاکیزہ شکل دیکھتے ہیں - تو کہتے
ہیں - 'سبحان اللہ' - ماشاءاللہ' - 'چشم بد دور' - 'ماشاءاللہ - چشم
بد دور دفع نظر بد کے لیئے کہتے ہیں - حالی

ہؤا علم و دیں جس سے تاراج سارا
وہ ہے ہف نظر علم انشا ہمارا

نفرین کے حرف

جو پھٹکار کے موقع پر بولے جاتے ہیں - لعنت - اے
لعنت خدا - پھٹے منہ - تف - خدا کی مار - تھو - دُر دُر -

پھٹ پھٹ - زوف ٭

نفرت کے حرف

جو بیزاری اور ناپسندیدگی کے اظہار اور دھتکار کے موقع پر بولے جاتے ہیں ٭
چھی - ہشت - چل پرے ہٹ - دُر - دُر دُر - دُور ہو - دُور - تھُو - تھُو - استغفراللہ - لا حول ولا قوۃ الا باللہ ٭

رنج و بیتابی کے حرف

جو تکلیف اور گھبراہٹ کی حالت میں مُنہ سے نکلیں آہ - اُف - اُف اُف ٭

تزئین کلام کے حرف

جو کلام کی زینت اور خوبصورتی کے لیئے بولے جاتے ہیں - بھلا - بارے - آخر - ہاں - اچھا - بس - تو - بھی - نہ - سہی - لے - لو - آؤ وغیرہ - بھلا کچھ تو فرمائیے' ٭ مومن

دھو دیا اشک ندامت نے گناہوں کو مرے
تر ہُوا دامن تو بارے پاک دامن ہو گیا

غالب

حد چاہیئے سزا میں عقوبت کے واسطے
آخر گنہگار ہوں کافر نہیں ہوں میں

۵

کیا فرض ہے کہ سب کو ملے ایک سا جواب

آؤ نہ ہم بھی سیر کریں کوہ طور کی

توبہ اور امان و پناہ کے حرف

توبہ - توبہ توبہ - الٰہی توبہ - الاماں - الامان الامان - معاذ اللہ - معاذ اللہ معاذ اللہ - عیاذاً باللہ - اعوذ باللہ - نعوذ باللہ ؂

ظفر

کیا غارت ہزاروں کو ظفر دنیا کی اُلفت نے
بُری آفت ہے یہ دنیا معاذ اللہ معاذ اللہ

کلمۂ قدوم

جو کسی کے آنے کے وقت مسرت میں بطور دعا بولا جاتا ہے - خیر مقدم ؂

کلمات خلاصۂ کلام

وہ الفاظ جن سے ظاہر ہو کہ متکلم کلام سابق کا خلاصہ بیان کرتا ہے ؂

غرض - الغرض - القصہ - قصہ کوتاہ - قصہ مختصر - المختصر - سخن کوتاہ - داغ

بیگانہ دیکھا ہر اک یگانہ دیکھا
اپنے مطلب کا سب زمانہ دیکھا
جس کو دیکھا غرض غرض کا اپنی
دنیا کا عجیب کارخانہ دیکھا

حروفِ تعجّب

جو کسی عجیب چیز کو دیکھ کر خوشی کی حالت میں زبان سے نکلتے یا تعجب کے موقع پر بولے جاتے ہیں ۔

اللہ - اللہ اللہ - اللہ رے - اللہ اللہ رے - اللہ اکبر - اللہ غنی - او ہو - اے ہے - آہا - تعالے اللہ - سبحان اللہ - صلّ علےٰ - بل بے - اُف رے - اُف ری - اُفو - لا حول ولا قوۃ الّا باللہ - حاشا و کلّا ۔

شعر

اللہ کس قدر رہِ مقصود دُور ہے
پیکِ خیال راہ میں تھک تھک کے رہ گیا

ذوق

اے شہ دادگر اے خسروِ انصاف پرست
اللہ اللہ رے عدالت کا تری نظم و نسق

سہ

نام کو اللہ اکبر کیا ترے توقیر ہے
داخل ہر بانگ ہے شامل بہر تکبیر ہے

جب کسی چیز کی افراط پر تعجب ظاہر کرنا ہوتا ہے تو اللہ غنی بولتے ہیں - **شعر**

بدگمانی کی کوئی حد بھی ہے اللہُ غنی
میرا دم دینا سمجھتے ہیں وہ دم دینے کو
اوہو حامد کے مزاج میں اس قدر تغیّر ہو گیا

ہے ۔

'اے ہے اُستانی جی تم اپنے مُنہ سے کیسی بات کہتی ہو' ۔

'ایک دن اتفاق سے حضرت بی صاحب کے بڑے نواسے نے اُس (کتاب) کو میرے جزدان میں دیکھ کر کہا آہا میاں سلیم تم تو بڑے چھپے رستم نکلے' (توبۃ النصوح) ۔

مصرع

رُخ تعالے اللہ زلف صل علے

'سبحان اللہ باغ ہستی کی عجب بہار ہے' ۔ ذوق

بل بے استغنا کہ وہ تو آتے آتے رہ گئے
اُف ری بیتابی کہ یاں تو دم ہی نکلا جائے ہے

قطعہ

خاک کے پتلے نے دیکھ کیا ہی مچایا ہے شور
فرش سے لے عرش تک کر رہا ہے اپنا زور
سینے میں قلزم کو لے قطرے کا قطرہ رہا
بل بے سمائی تری اُف رے سمندر کے چور

'اُفو نفشہ ہے کہ شیطان کی آنت ہے' ۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ' ۔ 'کیا دھوکا ہُوا' ۔ حاشا و کلا' یہ تو بڑا بھاری بہتان ہے' ۔

ل تعجب دو طرح ۔ ایک اچھی جگہ ۔ ایک بُری جگہ ۔ عرب دونوں جگہ سبحان اللہ بولتے ہیں ۔ اُردو کے اہل زبان جیسا کہ مولوی نذیر احمد صاحب لکھتے ہیں ۔ تعجب کے مقام پر اچھی جگہ سبحان اللہ بولتے ہیں ۔ اور بُری جگہ حاشا و کلا ۔

حروفِ انبساط

جو فرط لذّت یا خوشی میں زبان پر آتے ہیں ÷

اہاہا - اہوہو - واہ وا - سبحان اللہ - اہاہاہا - اہوہوہو ÷

اہاہا کیا بہار ہے' - اہوہو کیا ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے - ذوق

واہ وا کیا معتدل ہے باغِ عالم کی ہوا
مثل نبض صاحب صحت ہے ہر موج صبا
"سبحان اللہ باغ کیا ہے بہشت ہے" ÷ ظفر
کہوں کیا رنگ اس گل کا اہاہاہا اہاہاہا[۱]
ہوا رنگیں چمن سارا اہاہاہا اہاہاہا

ع

ظفر تاثیر فخر دیں سے میرے کام کا عقدہ
کھلا کیا ہے بہ آسانی اہوہوہو اہوہوہو[۲]

کتاب تمام ہوئی

[۱و۲] ان شعروں میں الفاظ اہاہاہا اور اہوہوہو دُہرائے گئے ہیں ÷